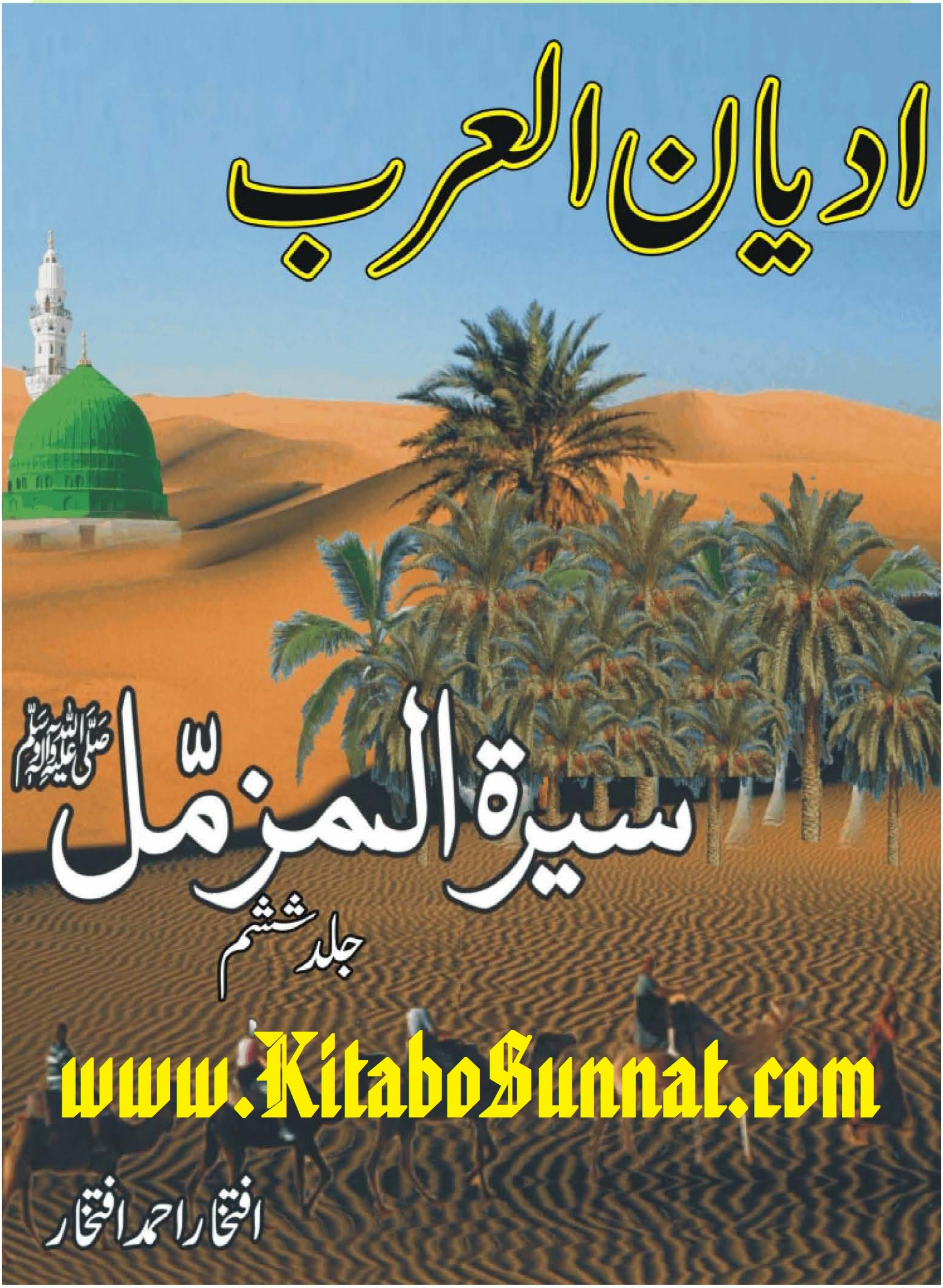

ادیان العرب
سیرۃ المزمل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
جلد ششم
www.KitaboSunnat.com
افتخار احمد افتخار



افتخار احمد افتخار

رہائش؛ ڈنگہ ضلع گجرات تحصیل کھاریاں

فون ؛ 03006281898

میل ایڈریس ؛ ift1167@gmail.com

نام کتاب؛ سیرۃ المزمل ﷺ

جلد نمبر؛ جلد ششم (ادیان العرب)

سنہ تحریر؛ مارچ 2009ء

کمپوزر و ڈیزائنر؛ افتخار احمد افتخار

اہتمام؛ کتاب وسنت ڈاٹ کام

مطالعہ کے لیے؛ https://kitabosunnat.com

ڈاؤنلوڈ کے لیے؛ (محدث لائبریری) https://kitabosunnat.com



انسان کی پستی کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے کہ وہ خود کو جانوروں سے ممتاز نہ کرے اور کتنے ہی ایسے انسان ہیں جو ہمارے ارد گرد رہتے میں مگر انہیں اس بات کا ذرا بھی احساس نہیں کہ وہ جانوروں کی سی زندگی بسر کر رہے ہیں دراصل وہ اپنی ترجیحات کی طرف سے کسی بھی نظر ثانی کی دعوت کو بے عقلی خیال کرتے ہیں اور بزعمِ خود وہ اپنا شمار داناؤں میں کرتے ہیں اگرچہ اُن کو ذرا سی توجہ دلائی جائے تو بھڑک اٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور ہمارے لیے ہمارا دین۔ اس لیے تم اپنے رستے پہ چلتے رہو اور ہمیں اپنے رستے پہ جانے دو۔ آج

لوگوں کی اکثریت کی منزل مادیت ہے اور وہ اس کی رفعتوں کی تلاش میں اس بری طرح سے ہانپ رہے ہیں کہ اُن کی روح کسی بوسیدہ چیتھڑے کی صورت اختیار کر چکی ہے ۔ ہمارے گلی کوچوں میں ہونے والے بے ایمانہ قتل اسی ذہنیت کی عطا ہیں۔ وہ دوسرے لوگوں کو بھی اپنی اسی راہ کی طرف بلاتے جس کی کوئی منزل خود ان کو بھی حاصل نہیں ہو سکی ۔اگرچہ شاید دوسروں کا استحصال کر کے وہ چند لمحوں کی عارضی خوشیاں تو حاصل کر لیتے ہیں مگر وہ جانتے ہی نہیں کہ اصل خوشی اور دیرپا احساس طمانیت کا لطف کیا ہوتا ہے۔ دراصل وہ ان سرابوں کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں جن کا پردہ چاك ہونے پر بھی وہ عبرت حاصل نہیں کرتے بلکہ اس امر کو اپنی تدبیر کی غلطی خیال کرتے ہوئے پھر سے تدبیر میں لگ جاتے ہیں اور یونہی ان کی متاع آزمائش پوری ہو جاتی ہے اور وہ خالی ھاتھُ اپنے خالق کے در پہ جا پہنچتے ہیں جہاں سے ان کو لعنت کا طوق عطا کیا جاتا ہے ۔ حقتیقت یہی ہے کہ اس قبیلہ کو کبھی بھی کسی بھی زمانے میں زوال نہیں آیا اور یہ لوگ دوسروں کو ہوس و آز کی اس دنیا کی طرف بلاتے ہی رہے ہیں ۔ان کے خیال میں حرام و حلال جیسی باتیں صرف کتابوں میں خوبصورت لگتی ہیں عملی زندگی میں ان کا کوئی دخل نہیں۔ ہم نے بہت سے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو جبہ و دستار کی آڑ میں اسی ذہنیت سے مادیت کی منازل کی طرف رواں رہتے ہیں جیسے کہ دوسرے لوگ ۔یہ لوگوں

کو اللہ سے ڈراتے ہیں اور اپنی تنہائیوں میں اللہ کا مذاق اڑاتے ہیں ۔ یہ قبیلہ اتنا ظالم ہے کہ اس نے لوگوں کے دلوں سے دین کی محبت کو کھرچ ڈالا ہے اس لیے کہ خود ان لوگوں کے دلوں پر تو اللہ نے مہر لگا دی ہے مگر ان کی خواہش اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ دوسرے لوگ بھی انہیں کی پیروی کریں اور ان اعمال میں ان کا ساتھ دیں جو ان کے خیال میں اس دنیا کی منعفت بخش تجارت ہے۔ یاد رہے کہ قرآن نے ان لوگوں کا ذکر تفصیل سے کیا ہے اور ان کے انجام بد کی خبر بھی مومنین تک پہنچائی ہے کہ مادی آسائشوں کے پیچھے دیوانہ وار گم رہنے والے لوگ خالق کے ہر احسان کو بھول جاتے ہیں ، شکر کا سلیقہ ان سے چھین لیا جاتا ہے اس لیے وہ اس منزل کی طرف جانکلتے ہیں جس کے دوسرے سرے پہ ایک ہولناک دن کا عذاب اُن کا منتظر ہے ۔اللہ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی راسخ ہدایت سے نوازے اور سیرۃ المزمل کی صورت میں مدح رسول کی خاطر لکھے گئے ان الفاظ کو ہمارے لیے بخشش اور مغفرت کا ذریعہ بنا دے۔ آمین

حقیر
افتخار احمد افتخار

حسن ترتیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عہد جاہلیت اور بیت اللہ

شہر مکہ کی اصل اور اس کی حرمت اس تعظیم و حرمت پہ استوار ہے جو اسے اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کی خاطر جس کی بنیادوں کو اٹھانے کا حکم اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا تھا اور اسے لوگوں کے لیے قبلہ مقرر کیا تھا اسے ''امّ القریٰ'' قرار دیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

''لِيُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَى وَمَنْ حَوْلَهَا۔

القرآن الحکیم (سورۃ الانعام 92/6)

''تا کہ آپ'''' امّ القریٰ ''اور آس پاس کے لوگوں کو ڈرائیں''۔

****

امام جعفر بن محمد نے [1 *] نے بیت اللہ کے استوار کیے جانے اور اس کے طواف کیے جانے کے متعلق اپنے باپ محمد بن علی[2*] سے روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم اس بنا پہ دیا

تھا کہ جب اللہ نے فرشتوں سے یہ کہا تھا کہ:

إِنِّى جَاعِلٌ فِى الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاء وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّى أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ O

القرآن الحکیم (سورۃ البقرۃ 30/2)

ترجمہ؛

''میں دنیا میں اپنا جانشین مقرر کرنے والا ہوں تو اللہ کے فرشتوں نے کہا: کیا آپ اِن لوگوں کو اپنا جانشین بنانے والے ہیں جو دنیا میں فساد اور خونریزی کریں گے حالانکہ ہم تیری حمد وتقدیس میں ہمہ تن مصروف ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اِن کو فرمایا: جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔

****

تب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا اور اپنے عرش کی طرف لوٹ گیا۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو محسوس کر لیا اور سات بار اس کے عرش کا طواف کیا تا کہ وہ اپنے رب کو راضی کر سکیں۔ تب اللہ تعالیٰ اِن سے راضی ہو گیا اور فرمایا میرے لیے زمین پر ایک گھر بناؤ تا کہ میں بنی آدم کے جس شخص پہ ناراض ہو جاؤں وہ وہاں آ کر پناہ لے اور اس کے گرد طواف کرے تو میں اس سے راضی ہو جاؤں گا جس طرح کہ تم سے راضی ہو گیا ہوں۔ چنانچہ اہل علم کا اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ پہلا گھر تھا جو لوگوں کی عبادت کے لیے دنیا میں بنایا گیا۔

اختلاف صرف اس امر میں کیا گیا ہے کہ آیا اس گھر سے پہلے زمین پہ کوئی اور بھی گھر تھا یا نہیں جو کسی اور غرض سے بنایا گیا ہو۔ چنانچہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور کئی دیگر علماء کا خیال ہے کہ اس گھر سے پہلے بھی بہت سے گھر اس دنیا میں موجود تھے مگر عبادت کی غرض سے بنایا جانے والا پہلا گھر یہی ہے۔ جبکہ مجاہدؒ اور قتادہؒ [3*] کا کہنا ہے کہ زمین پہ اس گھر سے قبل کوئی بھی گھر نہ تھا۔ تاہم جمہور علماء نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے اور اکثر و بیشتر مورخین اور مفسرین کا بھی یہی خیال ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یہ جو

فرمایا کہ:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكاً وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ○ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِناً ۔

القرآن الحکیم (سورۃ آل عمران 96/3)

ترجمہ؛

"بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہ گھر وہی ہے جو مکے میں ہے وہ مبارک گھر ہے اور کُل جہان والوں کی ہدایت کا سبب ہے"۔

****

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو لفظ "مُبَارَكًا" استعمال کیا ہے مفسرین نے اس کے متعلق کئی تاویلیں کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس گھر کی نسبت ایسی ہے کہ اِدھر انسان نے اس گھر کی طرف جانے کا ارادہ کیا اور اُدھر وہ اس ثواب کا مستحق ہو گیا جو اسے وہاں جانے سے ملتا۔ اس گھر کی دوسری برکت یہ ہے کہ جو یہاں آ جائے تو اس کے لیے یہ گھر جائے امن ہوگا۔ اس لیے کہ یہ شہر اور یہ گھر امن کا شہر اور امن کا گھر ہیں۔ انسان تو کجا یہاں تو جانور بھی امن میں ہوتے ہیں کہ انھیں بھی گزند پہنچانے سے منع کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ لوگوں نے بیان کیا ہے کہ انھوں نے اس شہر کے ایک ہی گھاٹ سے بھیڑ اور بھیڑیے کو ایک ساتھ پانی پیتے دیکھا ہے اور وہ دونوں حالتِ امن میں تھے۔ مفسرین نے اسی آیت کے لفظ "هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ" کی بھی دو تاویلیں کیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ گھر لوگوں کی راہنمائی توحید خداوندی کی طرف کرتا ہے۔ دوسری یہ کہ یہ گھر حج اور نماز میں اللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کو رغبت دلاتا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس گھر کے بارے میں مزید فرمایا کہ:

فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِناً۔

القرآن الحکیم (سورۃ آل عمران 96/3)

ترجمہ؛

''اس کو خیر و برکت دی گئی تھی اور تمام جہان والوں کے لیے ہدایت کا مرکز بنایا گیا تھا۔

****

اِن آیات میں مقام ابراہیم کے معجزے اور عظمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔مقام ابراہیم کا معجزہ یہ ہے کہ باوجود سخت پتھر ہونے کے آپ کے قدموں کا نشان اس میں پڑ گیا تھا۔مقام ابراہیم کے علاوہ اس گھر کی دیگر جگہوں کا معجزہ یہ ہے کہ یہاں خوفزدہ کو امن حاصل ہو جاتا ہے۔ بیت اللہ کو دیکھتے ہی لوگوں کے دلوں پہ اس کی ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ پرندے تک بیت اللہ کے اوپر سے نہیں اڑتے اور جو شخص یہاں سرکشی کرے اسے فوری سزا دی جاتی ہے۔چنانچہ عہدِ جاہلیت میں اصحاب الفیل کا واقعہ یا ہو یمن کے بادشاہ تبع کا خانہ کعبہ پہ حملہ آور ہونے کا ارادہ ہو یا پھر زمانہ جاہلیت میں لوگوں کے دلوں میں اس گھر کی تعظیم کا موجود رہنا ہو، یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ نے ہر دور میں اپنے گھر کی حفاظت فرمائی ہے ۔چنانچہ مورخین نے بیان کیا ہے کہ عہدِ جاہلیت میں بھی جب کوئی بادشاہ حرم کعبہ کے علاقے میں داخل ہوتا تو خواہ وہ اہل کتاب میں سے ہو خواہ کسی اور مذہب کا پیرو ہو تو اسے یہاں اُن احکامات کی پابندی کرنا پڑتی جو یہاں کے دوسرے لوگوں پہ واجب ہوتی۔اہل عرب میں سے جب کوئی اس گھر میں اپنے باپ یا بھائی کے قاتل کو پاتا تو اس سے درگزر کرتا اور اپنے احرام کا تحفظ کرتا، خود کو روکے رکھتا تا آنکہ وہ حرم کی حدود سے نکل جائے۔ یہ تمام اللہ کی وہ نشانیاں ہیں جسے انھوں نے لوگوں کے دلوں میں ڈال رکھا تھا۔لوگوں نے بھی اِن کو کسی سبق کی طرح یاد رکھا چاہے وہ عہد جاہلیت کا زمانہ ہو یا اسلام کی روشنی پھیل جانے کے بعد کا زمانہ ہو۔اسی آیت ''یعنی جو اس میں داخل ہوا مامون ہوگیا'' کی بھی مفسرین نے دو تاویلیں کی ہیں۔ایک تو یہ کہ انسان اس گھر میں داخل ہونے کے بعد دوزخ کی آگ سے محفوظ ہوگیا اور یہ ابن جعدہ کا قول ہے۔دوسری یہ کہ وہ قتل اور آزار سے محفوظ ہوگیا کہ وہ حدود حرم میں ہے اور اس نے احرام باندھ رکھا ہے اس لیے اسے یہاں دشمن کے کسی ایسے تیر کی کوئی توقع نہ ہوگی جو اندھیرے میں اور اس کی غفلت

میں اس کی طرف داغا گیا ہو۔حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا کہ یہ شہر امن والا شہر ہے اور اسے میرے لیے بھی اس دن اور اس دن کی چند ساعتوں کے لیے حلال کیا گیا ہے نہ اس سے پہلے یہ کسی کے لیے حلال کیا گیا اور نہ مجھ سے بعد کسی کے لیے اسے حلال کیا جائے گا۔

چنانچہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ:

وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا O

القرآن الحکیم (سورۃ آل عمران 97/3)

ترجمہ؛

"لوگوں کے ذمے اللہ کے گھر کا حج کرنا ہے یعنی اُن لوگوں کے لیے جو اس گھر کا رخ کرنے کی طاقت رکھتے ہوں"۔

****

مورخین نے لکھا ہے کہ عہدِ جاہلیت میں لوگ اس بات کو جانتے تھے کہ اللہ کے اس گھر کو کعبہ کیوں کہا جاتا ہے۔انھوں نے کہا کہ اس گھر کا نام کعبہ اس کی بلندی کی وجہ سے رکھا گیا۔ چنانچہ عرب اپنے محاورے میں "کَعَبَتِ المرأۃ" کے الفاظ اس وقت بولتے جب عورت کے پستان اونچے ہو جائیں اور ان کے ہاں ٹخنے کو بھی کعب اس لیے بولا جاتا ہے کہ وہ پاؤں کی نسبت اونچا ہوتا ہے۔اور کعبۃ اللہ کی عبادت کی روایت دنیا کی معلوم تاریخ سے بھی قدیم ہے جس طرح کہ اس سے قبل بیان گزر چکا ہے کہ جب دنیا پہ ابھی صرف ایک انسان (حضرت آدم علیہ السلام) موجود تھے تب اس گھر کو اللہ کے حکم سے قائم کیا گیا۔ پھر طوفان نوح کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی راہنمائی فرمائی تو انھوں نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام سے مل کر اس گھر کو پھر سے تعمیر کیا۔ پھر بنو جرہم جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ماموں تھے اور عمالقہ کعبۃ اللہ کی حفاظت وعبادت کرتے رہے۔پھر جب اہل قریش (بنو کنانہ) نے بنو جرہم کو مکہ سے نکال باہر کیا تو بنو جرہم کا ایک آدمی حارث بن مضاض جرہمی اپنے اونٹوں کے پیچھے حرم پاک میں داخل ہو اتو عمرو بن لحی الخزاعی نے اسے دیکھ کر لوگوں سے کہا اگر کسی کو مکہ میں کوئی جرہمی دکھائی دے اور وہ اسے قتل

نہ کرے میں تو اس کے ہاتھ کاٹ دوں گا۔تب حارث بھاگ کر دشتِ فاران کی چوٹیوں پر چڑھ گیا اور اُس نے دیکھا کہ اس کے اونٹوں کو ذبح کیا جارہا ہے اور اس کا گوشت لوگوں میں تقسیم کیا جارہا ہے تب اس نے یہ اشعار کہے۔

وَ قَائِلَةٍ وَالدَّمْعُ سَكْبٌ مُبَادِرٌ
وَقَدْ شَرِقَتْ بِالدَّمْعِ مِنْهَا المَحَاجِرُ

ایک کہنے والی کہہ رہی تھی درآنحالیکہ اس کے کچھ آنسو جلدی جلدی بہہ رہے تھے اور کچھ آنسوؤں کا پانی اپنا عکس اس کی آنکھ کے پردے پہ دکھائی دے رہا تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَبُدِّلْتُ مِنْهَا اَوْجُهَا لَا اُحِبُّهَا
قَبَائِلُ مِنْهَا حِمْيَرٌ وَيُحَابِرُ

اور مکہ والوں کے بدلے میں مجھے ایسے چہرے ملے ہیں جنھیں میں پسند نہیں کرتا اور یہ حمیر اور یحابر کے قبیلے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَصِرْنَا اَحَادِيْثًا وَكُنَّا بِغَبطَةٍ
بِذٰلِكَ عَضَّتْنَا السُّنُوْنُ الغَوَابِرُ

اب اگرچہ ہم افسانہ بن گئے ہیں حالانکہ کسی وقت ہم قابل رشک حالت میں تھے اسی لیے تو گزرے سالوں نے ہمیں مصائب میں مبتلا کر دیا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَسَحَّتْ دُمُوْعُ العَيْنِ تَبْكِي لِبَلْدَةٍ
بِهَا حَرَمٌ اَمْنٌ وَفِيْهَا المَشَاعِرُ

لہٰذا میری آنکھوں کے آنسو اس شہر کے خیال میں بہہ نکلے ہیں جہاں امن کا حرم اور مشاعر حج ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَتَبْكِي لَبَيْتٍ لَيْسَ يُؤْذِي حَمَامُهُ

يَظَلُّ بِهِ أَمْنًا وَفِيهِ الْعَصَافِرُ

اور وہ اس گھر کی وجہ سے رو رہی ہے جس کے کبوتروں کو بھی دکھ نہیں دیا جاتا اور اس کی چڑیوں کو بھی امن حاصل رہتا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَفِيهِ وُحُوشٌ لَا تُرَامُ أَنِيسَةٌ

إِذَا خَرَجَتْ مِنْهُ فَلَيْسَتْ تُغَادِرُ

اور اس گھر میں تو کوئی وحشی جانوروں سے بھی چھیڑ چھاڑ نہیں کرتا وہ مانوس ہیں اس گھر سے مگر جب وہ یہاں سے نکل جائیں تو اِن کو شکار کر لیا جاتا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اور یہ اشعار بھی عمرو حارث بن مضاض الجرھمی کے ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ سِيرُوا إِنَّ قَصْرَكُمْ

أَنْ تُصْبِحُوا ذَاتَ يَوْمٍ لَا تَسِيرُونَا

لوگو: تمھاری حالت آخر کار یہ ہو جائے گی کہ ایک دن جب صبح ہو گی تو تم چل نہ سکو گے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

حَثُّوا المَطِیَّ وَاَرْخُوْا مِنْ اَزِمَّتِهَا
قَبْلَ المَمَاتِ وَاقْضُّوْا مَاتُّضُّونا

سواریوں کو گرماؤ ان کی زماموں کو ڈھیلا چھوڑ دو پیشتر اس کے کہ تم مرجاؤ جو کچھ کرنا ہے کر گزرو۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

کُنَّا اَنَاسًا کَمَا کُنْتُمْ فَغَیَّرنَا
دَهْرٌ فَاَنْتُمْ کَمَا کُنَّا تَکُوْنُوْنَا

ہم بھی تمھاری طرح کے انسان تھے پھر زمانے نے ہمیں بدل دیا لہٰذا بعید نہیں کہ تم بھی ہماری طرح ہو جاؤ۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

بنو جرہم کے بعد قریش حرم پہ غالب آ گئے اور اس طرح وہ ان کے جانشین بن گئے۔ قریش اگر چہ پہلے قلیل تھے اور کمزور تھے پھر ان کی تعداد وقوت بڑھ گئی۔ اغلب یہی ہے کہ یہ اس نبوت کی تمہید تھی جسے اللہ تعالیٰ انھی میں سے ظاہر کرنے والا تھا۔ لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جس نے بنائے کعبہ کی تجدید کی وہ قصّی بن کلاب تھا۔ اس نے کعبہ کی چھت میں گوگل کی لکڑی اور کھجور کی ٹہنیاں استعمال کی تھیں۔ چنانچہ عربوں کا مشہور شاعر اعشیٰ اسی واقعے کے بارے میں کہتا ہے کہ:

حَلَفْتُ بِثَوْبِیْ رَاهِبِ الشَّامِ وَالَّذِیْ
بَنَاهُ قُصَیٌّ جَدُّهٗ وابن جُرهُمْ

میں راہب شام کے دو کپڑوں اور اس گھر کی قسم کھاتا ہوں جسے اس کے دادا قصّی اور جرہم کے

بیٹوں نے بنایا تھا۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

لَئِنْ شَبَّ نِیْرَانَ العَدَوَاۃ بِیْنَنَا
لَیَرْ تَحِلَنْ مِنّی عَلَی ظَهرِ شیهم

کہ اگر اس نے ہمارے درمیان عداوت کی آگ کو بھڑکایا تو پھر اگر وہ مجھ پر سواری کرے گا تو گویا خارپشت پہ ہی سواری کرے گا۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

قصّی بن کلاب کے بعد کعبہ کو اہل قریش نے تعمیر کیا۔اس وقت نبی اکرم ﷺ کی عمر پچیس سال تھی اور آپ ابھی منصب نبوت پہ فائز نہ ہوئے تھے۔آپ ﷺ اس تعمیر کے وقت اللہ کے گھر میں موجود تھے اور آپ ﷺ نے اس کی تعمیر میں خود بھی حصہ لیا تھا۔

مکہ کے سردار ابوحذیفہ بن المغیر ہ نے عربوں سے کہا۔

اے اہل قریش ؛

کعبے کا دروازہ اونچا کر دو تا کہ کوئی شخص بغیر سیڑھی کے اس کے اندر داخل نہ ہو سکے کہ دروازہ اونچا ہونے کی صورت میں کعبۃ اللہ میں صرف وہی شخص داخل ہو سکے گا جسے تم پسند کرتے ہو اور کوئی ایسا شخص جسے تمھاری حمایت حاصل نہ ہو وہ بیت اللہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔

چنانچہ قریش نے ابوحذیفہ کی بات مان لی اور بیت اللہ کے دروازے کو بلند کر دیا۔اس تعمیر کا سبب یہ تھا کعبۃ اللہ کی دیواریں کمزور ہو گئی تھیں اس کی چھت گرنے کو تھی تو ابوحذیفہ نے لوگوں سے کہا:

اس سے قبل کہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آئے ہمیں اللہ کے گھر کو تعمیر کر لینا چاہیے اس لیے کہ عربوں کی ساری عظمت اور بزرگی اسی گھر کی وجہ ہے۔مگر اتفاق سے اس وقت عربوں کا ہاتھ تنگ تھا اس لیے عرب ابوحذیفہ کی اس دعوت کے جواب میں چپ ہو رہے۔

کچھ دن گزرے ہوں گے کہ ایک رومی تاجر کی کشتی سمندری طوفان کا سامنا نہ کر سکی اور ٹوٹ گئی تاہم وہ ساحل پہ پہنچنے میں کامیاب ہوگئی مگر اب یہ کشتی اس کے مالک کے لیے بے کار تھی۔

اہل قریش کو اس بات کی خبر ہوئی تو انھوں نے اس رومی تاجر سے وہ کشتی خرید لی اور اس کی لکڑی کو قبضے میں لے لیا۔ اہل قریش نے اس کشتی سے جو کچھ حاصل ہوا اسے بیت اللہ کے صحن میں لا کر پھینک دیا۔

مگر اہل قریش نے ابھی کعبہ کی تعمیر شروع نہ کی تھی۔

اس لیے کہ وہ اس سانپ سے خوفزدہ تھے جو اللہ کے گھر میں رہا کرتا تھا اور سارے عرب اس سے بخوبی واقف تھے۔

پھر اس سے قبل کہ وہ اس سانپ سے نپٹنے کی کوئی تدبیر کرتے ایک صبح وہ سانپ بیت اللہ سے نکلا اور اس کی ایک دیوار پہ لیٹ کر دھوپ میں خود کو گرم کرنے لگا۔

تب لوگوں نے دیکھا کہ ایک بڑا سا پرندہ آیا اور اُس نے اِس سانپ کو اچک لیا اور نظروں سے غائب ہوگیا۔

یہ دیکھ کر قریش نے کہا کہ انھوں نے جو ارادہ کیا ہے اس کو اللہ کی حمایت حاصل ہے اس لیے کہ وہ برسوں سے اس سانپ کو یہاں دیکھا کرتے تھے۔

لہٰذا انھوں نے اللہ کے گھر کو گرایا اور اس رومی کی کشتی کی لکڑی سے دوبارہ تعمیر کر دیا۔ پھر کعبہ اسی تعمیر پہ قائم رہا تا آنکہ حصین بن نمیر جو یزید کے شامی لشکر کا سربراہ تھا نے ۶۴ھ میں عبداللہ ابن زبیر کا محاصرہ کیا اور منجنیق سے پتھر گرائے جس سے کعبہ کی عمارت کو نقصان پہنچا۔ حصین بن نمیر کے لشکر میں سے ایک شخص نے کھجور کی چھال میں آگ رکھ کر نیزے کی نوک پہ اٹھائی، اس وقت تند ہوا چل رہی تھی تب ایک شرارہ اڑ کر کعبے کے پردوں میں جا گرا جس سے کعبے کے پردے جل گئے اور بیت اللہ کی دیواروں کو بھی نقصان پہنچا۔

یزید کی موت پر اس کا لشکر نامراد مکہ سے لوٹ گیا۔

تب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کعبے کی تعمیر نو کے متعلق مشاورت کی۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ [*4] اور عبید بن عمیر نے ان کی تائید کی۔

مگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے اتفاق نہ کیا۔

انھوں نے کہا:

کہ بیت اللہ کو نہ گرایا جائے گا۔

اسی طرح کچھ دن بیت گئے۔

ایک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیت اللہ کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے، انھوں نے دیکھا کہ جب بیت اللہ کی دیواروں پر کبوتر بیٹھتے ہیں تو اس کے پتھر بکھر کر گرنے لگتے ہیں۔

اس پہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

تم خود تو اپنے گھر مضبوط بناتے ہو مگر تم سے اللہ کا گھر نہیں بنایا جاتا۔

خدا کی قسم:

اب میں نہ رکوں گا اور کل ہی بیت اللہ کی تعمیر نو شروع کر دی جائے گی۔

اُن کے ساتھیوں نے بھی اُن کی اس بات کی تائید کی۔

پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کی عمارت کو گرا دیا تا کہ اس کی تعمیر نو کی جا سکے۔

انھوں نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کیا اور کہا:

مجھ تک رسول اللہ ﷺ کی یہ بات پہنچی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

کہ اگر میرے پاس دولت ہوتی تو میں کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پہ استوار کرتا اور اس میں دو دروازے رکھتا ایک شرقی اور ایک غربی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ایک ساتھی اسود[5*] نے اُن سے پوچھا کیا آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس بابت کچھ سنا ہے؟

تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ ہاں:

میں نے اُن سے سنا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اُن سے کہا کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا تمھاری قوم کی رقم ختم ہو گئی ہے لہٰذا اسی پہ اکتفاء کیا جائے گا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مزید فرمایا کہ یہ لوگ تازہ تازہ مسلمان ہوئے ہیں اور ابھی اسلام نے ان کے دل میں گھر نہیں کیا ورنہ میں کعبہ کو اس

طرح تعمیر کرتا جس طرح ہمارے آباء حضرت براہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔

چنانچہ جس روز کعبہ کو گرایا جانا تھا تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عبید بن عمیر کی طرف اپنا آدمی بھیجا کہ وہ ان کو بلا لائے۔

چنانچہ وہ آئے اور لوگوں نے بیت اللہ کی عمارت کو گرانا شروع کر دیا۔

تب ابن عباس رضی اللہ عنہ کا آدمی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا یہ پیغام پہنچایا۔

اگر تم نے کعبے کو گرانے کا پختہ ارادہ کر ہی لیا ہے تو لوگوں کو قبلے کے بغیر نہ رہنے دینا۔یعنی کوئی ایسی نشانی رکھنا جس سے لوگوں کو نماز ادا کرنے میں تکلیف نہ ہو۔

چنانچہ بیت اللہ کی جگہ کو ریشمی کپڑوں سے ڈھک دیا گیا۔

حجر اسود کو بھی ریشمی کپڑے میں لپیٹا گیا اور محفوظ رکھنے کی غرض سے ایک صندوق میں رکھ دیا گیا۔

عکرمہ [6 *] کہتے ہیں کہ تب میں نے حجر اسود کو دیکھا تھا اس کا اندرونی حصہ چاندی کی طرح سفید تھا اور اس سے روشنی نکلتی تھی۔

کعبہ کے زیورات بھی دربانوں کے پاس کعبے کے خزانے میں رکھ دیئے گئے۔

جیسا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ارادہ ظاہر کیا تھا کہ وہ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر کریں گے اس لیے انھوں نے سب سے پہلے حطیم کی طرف سے کھودا اور جب اس کی بنیادیں ظاہر ہوگئیں تو انھوں نے اہل قریش کو اکٹھا کیا اور کہا:

کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہی ابراہیم علیہ السلام کی بنیادیں ہیں تو لوگوں نے کہا:

ہاں:

لہٰذا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کعبے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پہ تعمیر کیا اور حجر میں سے چھ ہاتھ زمین بیت اللہ میں شامل کر لی۔

بعض نے کہا:

کہ تین ہاتھ زمین لی گئی۔

اب کے انھوں نے اس کے دو دروازے رکھے ایک شرقی اور ایک غربی۔

ان میں سے ایک دروازہ بیت اللہ میں داخل ہونے کے لیے تھا اور ایک باہر آنے کے لیے تھا۔

ان دروازوں پر سونے کے پترے لگائے گئے۔ اس کی چابیاں بھی بنوائیں جو کہ سونے کی تھیں

اور اس تعمیر کے وقت قریش کے بہت سے لوگ موجود تھے۔ ان میں سے ایک ابوالجہم بن حذیفہ عدوی بھی تھے۔

انھوں نے کہا:

میں نے دو دفعہ تعمیر کعبہ میں حصہ لیا تھا ایک بار عہدِ جاہلیت میں جب میں پوری طرح جوان تھا اور دوسری بار عہدِ اسلام میں ایک بوڑھے آدمی کی قوت کے ساتھ۔

زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو حجر کے اندر سبز رنگ کے پتھر کی سلیں ملیں تھیں جو ایک قبر کے اوپر لگی ہوئی تھیں۔

ایک عرب نے اُن سے کہا:

اِن پتھروں کو مت چھیڑوں کیونکہ ہم نے اپنے آباء سے سنا ہے کہ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر ہے۔

لہٰذا ہم نے ان پتھروں کو نہیں چھیڑا۔

مورخین نے کہا:

اس عرب کا نام عبداللہ بن صفوان[*7] تھا۔

اس کے بعد کعبہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسی حالت پہ رہا۔

یہاں تک کہ حجاج نے اُن سے جنگ کی اور انھیں مسجد حرام میں محصور کر لیا۔

حجاج نے بیت اللہ سے باہر منجنیقیں گاڑ دیں جس کے پتھر بیت اللہ کو مسمار کرتے رہے تا آنکہ وہ ابن زبیر پہ غالب آ گیا۔

پھر مروان بن عبدالملک کے حکم سے حجاج نے بیت اللہ کی تعمیر نو کی۔

اور اسے پھر سے قریش کی بنیادوں پہ استوار کر دیا۔

اس نے حجر کی زمین کو بیت اللہ سے نکال دیا اور بیت اللہ آج تک اسی حالت پہ قائم ہے۔

عبدالملک بن مروان کہا کرتا تھا کہ ابن زبیر نے تعمیر کعبہ کی جو ذمہ داری اٹھائی تھی کاش وہ ذمہ داری اسے میں نے سونپی ہوتی۔

رہا غلاف کعبہ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے سعد نے کعبے کو یمانی ملبوس پہنایا تھا۔

ازاں بعد خود نبی اکرم ﷺ نے بیت اللہ پہ یمنی کپڑے کا غلاف چڑھایا۔

پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خلاف کعبہ تبدیل کیا۔

پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کو قباطی قنان اوڑھائی۔

اس کے بعد یزید بن معاویہ نے بیت اللہ کو خسروانی مخمل کا غلاف چڑھایا۔

محارب بن زیاد نے بیان کیا ہے کہ وہ شخص جس نے سب سے پہلے کعبہ کو مخمل پہنائی وہ خالد بن جعفر بن کلاب تھا۔

بزازی کا ایک قافلہ اس کے ہتھے چڑھ گیا تھا جس میں قرشی چادریں تھیں اس نے انھیں کعبے پر لٹکا دیا۔

پھر ابن زبیر اور حجاج نے بیت اللہ کو مخمل کے غلاف چڑھائے۔

پھر بنوامیہ نے اپنے عہد میں بیت اللہ کو وہ دوشالے پہنائے جو اہل نجران جنگوں میں پہنا کرتے تھے۔

پھر خلیفہ متوکل نے کعبے کی دیواروں پہ سنگ مرمر کا کام کرایا اسے چاندی کے ساتھ مضبوط کیا اور تمام دیواروں کو اور چھتوں کو سونا پہنایا پھر اس کے ستونوں پر بھی مخمل چڑھادی گئی۔

ازاں بعد لباس کعبہ مخمل ہی رہا۔

یاد رہے کہ عہدِ جاہلیت اور ابتدائے عہدِ اسلام میں کعبۃ اللہ کے گرد دیوار نہ تھی اس کا صحن جس کو مسجد حرام کہا جاتا ہے یونہی کھلا ہوا تھا لوگ بیت اللہ کے گرد طواف کرتے تھے۔ حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی مسجد حرام کے گرد کوئی دیوار نہ تھی اور لوگ ایسے ہی بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے۔ پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ ہوئے اور مکہ کی آبادی زیادہ ہوگئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اردگرد کے کچھ مکانات خرید کر مسجد حرام میں شامل کردیئے اور اس کے گرد قد آدم دیوار بھی بنادی۔ اگرچہ ہر دور میں مسجد حرام کی توسیع کا سلسلہ جاری رہا۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد حرام کی توسیع کی تو اس کی زد میں اہل مکہ کے بہت سے گھر بھی آئے

ان گھروں کے مکینوں نے مکان خالی کرنے سے انکار کر دیا مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان مکانات کی قیمت مقرر کر دی اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ان گھروں کو خالی کر دیں جنھوں نے رضامندی سے خالی کر دیئے اُن سے قبضہ لے لیا گیا اور جنھوں نے انکار کیا ان سے بزور قوت خالی کرا لیے گئے۔ انھوں نے پہلی دفعہ مسجد حرام کی چار دیواری تعمیر کی اور اس کی دیواروں پہ لوگوں کی آسانی کے لیے چراغ رکھ دیئے گئے۔ پھر اللہ کی مرضی سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وقت پورا ہوا اور مسلمانوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ چن لیا۔ انھوں نے بھی مسجد حرام کی توسیع کی اور اہل مکہ کے کچھ مکانات اس کی زد میں آئے تو ان مکانات کے مالکان نے بیت کے اللہ کے پاس واویلہ شروع کر دیا جس کی اطلاع خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دی گئی تو انھوں نے لوگوں سے کہا: یہی بات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کی تھی تو تم لوگ خاموش ہو رہے تھے مگر میرے حلم نے تمہیں یہ جرأت دلائی ہے کہ تم میرے اس اقدام کی مخالفت کر رہے ہو۔ پھر انھوں نے بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ان مکانات کی قیمت مقرر کر دی اور احتجاج کرنے والے کچھ لوگوں کو گرفتار کر لیا تاہم پھر عبداللہ بن خالد بن اسید کی سفارش پر ان لوگوں کو رہا کر دیا گیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں اس توسیع کے وقت بیت اللہ کے ارد گرد شامیانے کھڑے کر دیئے گئے تا آنکہ توسیع کا کام مکمل ہو گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد مسلمانوں کے خلیفہ ولید بن عبدالملک (المتوفی ۹۶ھ) نے مسجد حرام کی توسیع کی اور اس میں بڑے پیمانے پر تعمیراتی کا کام کیا گیا۔ بیت اللہ کے لیے پہلی بار سنگ مرمر کے ستون تعمیر کیے گئے اور اس کے فرش کے لیے بھی نہایت اعلیٰ قسم کا پتھر استعمال میں لایا گیا۔ اس کے بعد خلیفہ منصور (المتوفی ۱۵۸ھ) نے پھر مسجد حرام کی تعمیر و توسیع کی اس کے بعد خلیفہ مہدی (المتوفی ۱۶۹ھ) نے پھر سے کعبۃ اللہ کی تعمیر و توسیع کا کام کیا۔ پھر ایک مدت تک اللہ کا یہ گھر بغیر کسی بڑی تعمیر و تبدیلی کے قائم رہا اور لوگ اس کے طواف میں محو رہے اور اللہ کی برکتیں سمیٹتے رہے تا آنکہ ترک سلطانوں کا دور آیا اور یک بار پھر بیت اللہ کی توسیع اور تعمیر کی گئی۔ پھر حال کے دور میں آل سعود نے بھی کعبۃ اللہ کی تعمیر و توسیع پہ پانی کی طرح پیسہ بہایا اور اللہ کے اس گھر کی رونقوں کو دوبالا کیا اور اس گھر کی رونقیں تو قیامت تک قائم رہنے ہی والی ہیں انشاء اللہ۔

اولادِ اسماعیل بیت اللہ کی متولی تھی، انھوں ہر دور میں چاہے
انھیں فراغی حاصل رہی ہو چاہے وہ تنگدست ہوں اللہ کے
گھر کے مہمانوں کی دل نوازی و خاطر تواضع میں کوتاہی نہ
کی۔ انہیں پوری گہرائی سے یہ احساس حاصل تھا کہ یہ ایک
ایسا اعزاز ہے جس میں وہ دنیا بھر سے منفرد ہیں۔



اللہ کے گھر کی تفصیلات کے بیان کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عہد جاہلیت میں شہر مکہ اور اس کے مکینوں کے کچھ احوال بھی جان لیے جائیں تا کہ تاریخ کے گرد آلود صفحات سے عرب تہذیب و تمدن کے کچھ مزید نقش و نگار واضح کیے جا سکیں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ جب حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسماعیلؑ اس وادیٔ میں اترے تو دور دور تک ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ مگر حضرت اسماعیلؑ کی پیاس کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم پر جبرائیلؑ نے اس سر زمین پر پانی کا جو چشمہ جاری کیا تھا اس کی بدولت سب سے پہلے بنو جرہم اور عمالیق کے کچھ قبائل اِن علاقوں میں آباد ہو گئے۔ تب حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے جب اللہ کے عطا کیے ہوئے علم کی بدولت بیت اللہ کی بنیادیں تلاش کیں اور وہاں پھر سے اللہ کے گھر کو قائم کر دیا تو یہ بے آباد وادیٔ تمام عربوں میں مرکزی حیثیت اختیار کر گئی۔ لوگ جوق در جوق اس کی طرف آنے لگے اور حضرت ابراہیمؑ کی دُعا سے اس علاقے میں

جو برکت پیدا ہوگئی تھی اس سے فائدہ اٹھانے لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ کو نبوت سے سرفراز کیا اور وہ اس وادیٔ میں رہنے والے تمام لوگوں کی زبان سے آشنا تھے۔انھوں نے لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلایا اور ان کو اللہ کے گھر کا طواف کرنے کا حکم دیا۔حضرت اسماعیلؑ کو اللہ تعالیٰ نے بارہ بیٹے عطا کیے جن کی اولاد میں خالق نے برکت رکھی تھی۔اس لیے سرزمین عرب اولادِ اسماعیل سے بھر گئی اور وہ سب سے طاقتور تھے اس لیے اللہ کے گھر کے متولی بھی تھے۔چونکہ حضرت اسماعیلؑ نے بنو جرہم کے ہاں شادی کی تھی اس لیے اُن کی اولاد اپنے ماموؤں یعنی بنو جرہم کے ساتھ مل کر صدیوں نہ صرف یہ کہ اللہ کے گھر کے متولی رہے بلکہ وہ شہر مکہ کے حاکم بھی وہی تھے۔اول اول اہل مکہ گھر نہ بناتے تھے بلکہ خیموں میں رہا کرتے تھے۔ چنانچہ بنو جرہم اور عمالقہ کے بعد اہل قریش نے مکہ میں قوت حاصل کی وہ مکے کی پہاڑیوں اور وادیوں میں گھاس اور چارے کی تلاش میں نکلا کرتے تھے۔مگر بیت اللہ سے زیادہ دور نہ جاتے اس لیے کہ ان کو کعبہ سے اپنی نسبت عزیز تھی اور وہ اللہ کے گھر سے محبت بھی کرتے تھے۔اب بنو جرہم کے بعد وہی شہر مکہ کے حکمران اور بیت اللہ کے متولی تھے۔اہل قریش بیت اللہ کے ساتھ اپنی نسبت کو بہت اہمیت دیا کرتے تھے ان کا خیال تھا کہ اسی اہمیت کی وجہ سے عنقریب انھیں تمام اہل عرب پر برتری حاصل ہو جائے گی۔

چنانچہ پھر اللہ کی مرضی کے مطابق اہل قریش کی قوت اور اولاد میں بہت تیزی سے اضافہ ہوا اور ان کو عربوں میں ایک خاص مقام حاصل ہو گیا تب اُن کی امید پختہ ہوگئی اور انھیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اب بہت جلد وہ عربوں کے پیشرو بن جائیں گے۔ یہ ایک احساس تھا مگر اس احساس کے پس منظر سے بہت ہی کم لوگ آگاہ تھے۔تاہم ان کے کچھ صاحب الرائے اور فضلاء کا خیال تھا کہ یہ سب کچھ ان کے دین کی سرداری اور عنقریب ظاہر ہونے والی نبوت کی تمہید کے طور پہ تھا۔چونکہ وہ بیت اللہ کے معاملات میں سے اُن امور کو پختگی سے سنبھالے ہوئے تھے جن کا تعلق خاص طور پہ دین سے تھا چنانچہ اہل قریش کا وہ پہلا شخص جس نے اس بات کو شدت کے ساتھ محسوس کیا اور اس کے دل میں یہ بات ڈال دی گئی کہ نبوت انھی میں سے ہوگی وہ کعب بن لوئی بن غالب تھا۔قوم قریش جمعہ کے دن اس کے گھر جمع ہوا کرتی تھی جمعہ کے دن کو جاہلیت میں عروبہ کہا جاتا تھا اور کعب نے ہی سب سے پہلے اس کا نام جمعہ رکھا تھا۔کعب اس دن اہل قریش کو خطاب کیا کرتا تھا اور انھیں نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے متعلق اطلاعات دیا کرتا تھا اور یہ ان

الہامات کی فہم ہے جن کا تخیل عقل میں آیا اور وہ درست ثابت ہوا۔اہل قریش کے کچھ نفوس نے اس کا تصور کیا اور وہ پورا ہوگیا۔کعب کے وہ خطبات جس میں وہ اپنی قوم کو محمد ﷺ کے تشریف لانے اوران پہ ایمان لانے کے متعلق ہدایات دیا کرتا تھا اِن کا پہلے تذکرہ گزر چکا ہے کعب کے بعد مکہ کی ریاست اور بیت اللہ کی تولیت قصّی بن کلاب کے ہاتھ آئی اوراس نے مکہ میں دارالندوہ تعمیر کیا جس میں بیٹھ کر وہ اہل قریش کے مقدمات کے فیصلے کیا کرتا۔قصی کو اہل قریش میں خصوصاً اور اہل عرب میں عموماً بہت عزت اور بزرگی حاصل ہوئی۔ چنانچہ وہ وادئ مکہ اور دیگر بہت سے عربوں کا حاکم بن گیا۔اس کی بات کسی قانون سے کم نہ تھی اوراس کا حکم کبھی نہ موڑا جاتا۔قریش کے بچوں کی شادیوں کا مسئلہ ہو یا قبیلے کو کوئی جنگ درپیش ہو یا کوئی اور اہم معاملہ ہو تمام وادئ کے عرب دارالندوہ ہی کا رخ کرتے اور وہیں سے ان کے لیے احکامات جاری کیے جاتے۔

امام کلبیؒ نے بیان کیا ہے کہ دارالندوہ پہلا گھر ہے جسے مکہ میں تعمیر کیا گیا تھا اس لیے کہ اس سے پہلے عرب بیت اللہ کے اردگرد گھر تعمیر کرنے سے احتراز کرتے تھے اور اسے بیت اللہ کی عزت کے منافی تصور کیا کرتے تھے۔تاہم قصّی بن کلاب نے پہلے دارالندوہ تعمیر کیا اس کے بعد بہت سے لوگوں نے بیت اللہ کے گرد اپنے مکانات بنا لیے تھے اور جس قدر اسلام کا زمانہ قریب آتا گیا اسی قدر اہل قریش کی قوت و سطوت میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ان کی عزت بڑھ گئی اور تعداد زیادہ ہوگئی، یہاں تک کہ عرب ان کے مطیع ہوگئے۔

ان کا عربوں پہ حکومت کرنے کا خیال سچ ثابت ہوا۔پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں میں سے محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم کو نبوت کے لیے چنا تو اُن کا دوسرا خیال بھی سچ ثابت ہوا کہ نبوت انھی میں سے ہو گی۔ چنانچہ عربوں میں جس کو اللہ نے ہدایت بخشی وہ نبی اکرم ﷺ پر ایمان لایا اور جس نے آپ ﷺ سے عناد کیا اور آپ ﷺ کی دعوت کا انکار کیا وہ بھی آخر کار مطیع ہوا۔مگر اس دوران جب ان کا انکار شدت اختیار کر گیا اور آپ ﷺ کے خلاف اُن کی اذیت رسانی بہت بڑھ گئی اور اہل قریش نے آپ ﷺ کا انکار کیا تو نبی اکرم ﷺ شہر مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے جہاں اللہ تعالیٰ کی مدد سے آپ ﷺ کو قوت حاصل ہوئی اور آٹھ سال بعد آپ ﷺ نے اہل قریش کو مکمل طور پہ مطیع کر لیا جس نے انکار کیا وہ مارا گیا اور پھر تو جیسے سارا عرب ہی آپ ﷺ کے قدموں میں تھا اور دین اسلام کسی خورشید تاباں کی طرح سرزمین حجاز میں

چمکنے لگا اگرچہ بہت جلد ہی اسلام کے اس خورشیدِ تاباں کی کرنیں دنیا بھر میں پھیل گئی تھیں۔

شرفِ مکہ، اشرافِ مکہ

شرفِ مکہ کی اصل تو یہ ہے کہ یہ اللہ کا گھر ہے اور واحد گھر ہے جو اس دنیا میں اس کی عبادت کے لیے تعمیر کیا گیا اور ہزاروں سال سے لوگ اس کے گرد طواف کرر ہے ہیں۔ وہ ایک شمع کی مانند ہے نہ جس کی روشنی کم ہوتی ہے اور نہ اِس کے پروانوں کا جنوں کم ہوتا ہے۔ محبت کے یہ اثاثے زمان ومکان کی قید سے آزاد ہیں۔ کبھی اس وادیٔ میں صحرا کی راکھ سے اٹے کمزور اونٹ اترا کرتے تھے مگر آج اسی سرزمین پر چمکتے بدنوں اور چنگھاڑتی آوازوں والے جیٹ ہوائی جہاز لمحہ بہ لمحہ اترتے ہیں اور ان میں قدر مشترک وہی محبت ہے جو کسی ان دیکھی ڈور سے بندھی ہے اور اپنے چاہنے والوں کو اس گھر کی طرف کھینچتی ہے۔ محبت کا یہ انجانا احساس جو اس گھر سے وابستہ ہے صدیوں سے قائم ہے اور قیامت تک قائم رہنے والا ہے۔ مکہ کے باسی تو اس سے محبت کرتے ہی رہے ہیں مگر دنیا بھر میں پھیلے کروڑوں مسلمان بھی اس سے اتنی ہی وارفتگی سے محبت کرتے ہیں جس کو کوئی پیمانہ نہیں ناپ سکتا کہ محبت تولی نہیں جاسکتی اور عقیدے کی محبت تو بالکل بھی نہیں۔ چنانچہ جب اہل قریش نے آپ ﷺ کی دعوت کے جواب میں آپ پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تو

آپ ﷺ اللہ کے حکم سے مکہ سے ہجرت کر کے مدینے کو روانہ ہوئے وہ مکے سے نکل کے ایک مقام "حَزْوَرَۃ " پہ ٹھہرے اور شہر مکہ کی طرف منہ کر کے فرمایا:

"میں جانتا ہوں کہ تو مجھے تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کی زمین میں سے اللہ کو بھی سب سے زیادہ محبوب ہے"

(الحدیث)

****

اور جب یہ وقت گزر گیا اور آپ ﷺ کے سارے دکھ مدینے کے سر سبز نخلستانوں اور اہل مدینہ کی محبت نے دور کر دیئے تب شہر مکہ کی یاد میں آپ ﷺ کی شریک حیات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک دن فرمایا کہ!

"اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں مکے میں سکونت اختیار کرتی کیونکہ میں نے مکے سے بڑھ کر کسی جگہ بھی آسمان کو زمین کے اس قدر قریب تر نہیں پایا اور میرا دل جس قدر مکے میں مطمئن رہا کسی دوسری جگہ اس قدر نہیں رہا اور میں نے چاند کو بھی اس قدر خوبصورت اور کہیں نہیں دیکھا جس قدر کہ وہ مکے میں تھا"۔

****

جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے مکہ کے کئی نام ہیں اور اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کو قرآن حکیم میں بھی کئی ناموں سے یاد کیا ہے۔ چنانچہ سورہ طور میں اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کو "**بلد الامین**" کے نام سے یاد کیا ہے۔

چنانچہ فرمایا گیا کہ!

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ۝ وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۝

القرآن الحکیم (سورۃ التین 1-3/95)

ترجمہ:

''قسم ہے انجیر کی، زیتون کی، طور سینین کی اور اس امین شہر کی''۔

****

متقدمین میں سے علامہ ابن قیم نے اپنی کتاب'' هداية الحيارىٰ '' میں ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ!

''اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ '' وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ'' تو یہ دونوں درخت اس مقدس سرزمین میں ہیں جہاں حضرت مسیح ؑ کو مبعوث کیا گیا تھا۔ یہیں انجیل نازل ہوئی تھی اور رہا ''وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ'' تو یہ وہ پہاڑ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ ؑ سے کلام کیا تھا اور اسی مبارک قطعہ زمین کی وادیٔ ایمن کے ایک درخت میں سے پکارا جو وہاں تھا۔ پھر بلد امین کی قسم کھائی ہے اور بلد الامین تو مکہ ہے جہاں حضرت ابراہیم ؑ نے اپنی بیوی ہاجرہ ؑ اور حضرت اسماعیل ؑ کو بسایا تھا۔ اسی طرح تورات میں بھی وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طور کے ذریعے تجلی دی، ساعیر میں سے چمکا اور فاران کے پہاڑوں سے ظاہر ہوا۔

****

اس ضمن میں ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ!

''جو شخص بھی اس امر پر غور کرے گا اس سے یہ بات مخفی نہ رہے گی اور یہ کوئی مشکل بات ہے بھی نہیں کیونکہ طور سینا کے ذریعے اللہ کے آنے سے مراد اللہ کا طور سینا میں حضرت موسیٰ ؑ پر تورات نازل کرنا ہے اور یہ بات جس طرح اہل کتاب کے ہاں ہے اسی طرح ہمارے ہاں بھی ہے۔ اسی طرح ساعیر میں سے اس کے چمکنے کا مفہوم یہ ہے کہ وہاں حضرت عیسیٰ ؑ پہ

انجیل نازل کی گئی اور یہ ارض جلیل ہے جہاں ناصرہ نامی ایک گاؤں ہے جس کی نسبت سے آپ کے متبعین کو نصاریٰ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ جس طرح یہ ضروری قرار پایا کہ ساعیر میں اللہ کا چمکنا مسیح کے ذریعے سے ہوا اسی طرح یہ بھی ضروری ٹھہرا کہ فاران کے پہاڑوں سے ظہور کا مطلب اللہ کا محمد ﷺ پہ قرآن کا نازل کرنا ہے۔ فاران کے پہاڑ وہی مکہ کے پہاڑ ہیں۔ چونکہ جو کچھ تورات میں مرقوم ہے وہ بھی اسی بات کی اطلاع ہے لہٰذا اللہ نے زمانے کی ترتیب کے مطابق خبر دی ہے اوران کا ذکر ترتیب زمانی کے مطابق کیا گیا ہے یعنی پہلے کا ذکر پہلے کیا گیا اور بعد میں آنے والے کا ذکر بعد میں کیا۔ یہاں اللہ نے قرآن کی جو قسم کھائی ہے تو وہ اس کتاب کی شان وعظمت کو اجاگر کرنے کی خاطر کھائی ہے اوراس لیے بھی کہ اپنی قدرت، آیات، کتابوں اور رسولوں کا تذکرہ کیا جائے۔ چنانچہ درجہ بدرجہ ان کی قسم کھائی گئی کہ پہلے بلند کا ذکر کیا گیا پھراس سے بلند کا پھر اس سے بلند کا چونکہ قرآن اشرف الکتاب ہے اس لیے اس کا ذکر سب سے پہلے کیا گیا اس کے بعد تورات ہے اوراس کے بعد انجیل ہے اور فضیلت کی یہی ترتیب ان تینوں انبیاء میں بھی ہے جن پہ یہ کتابیں اتری تھیں'۔

****

مکہ کی عظمت اور رفعت کا احساس رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحابؓ میں ہجرت کے بعد اور بھی بڑھ گیا تھا اس لیے کہ وادیٔ مکہ کو انھوں نے اپنی مرضی سے نہیں چھوڑا تھا بلکہ اُن کو اس شہر عظیم کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا۔ اس لیے اس شہر کی یادیں جہاں اُن کا بچپن اور جوانی گزری تھی ان کا پیچھا نہ چھوڑتی تھیں۔

چنانچہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی ناقہ کی مہار پکڑی ہوئی تھی اور اُن کے لب پہ یہ اشعار تھے۔

یَا حَبَّذا مَکَّۃُ مِنْ وَادِیْ
اَرْضٌ بِھَا اَھْلِیْ وَ اولَادِیْ
اورواد یٔ مکہ کیا ہی عمدہ وادی ہے، یہ وہ سرزمین ہے جہاں میری بیوی اور بچے ہیں۔

اَرْضٌ بِھَا تُرْسَخُ اَوْ تَادِیْ
اَرْضٌ بِھَا اَمْشِیْ بِلَا ھَادِیْ
جہاں میری میخیں گاڑی جاتی تھیں اور جہاں میں بغیر کسی راہنما کے چلا کرتا تھا۔

مکہ اور مدینہ کے موسم اور آب و ہوا میں بھی کافی فرق تھا اس لیے جب صحابہ رسول ؓ اور خود رسول اللہ ﷺ مدینہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو ان کو مدینہ کے موسم سے موافقت پیدا کرنے میں کافی وقت لگا اور مدینہ طیبہ میں اترتے ہی حضرت ابو بکر صدیق ؓ اور حضرت بلال ؓ کو مدینے کی وبا نے گھیر لیا اور وہ بخار سے تڑپا کرتے تھے۔اسی کیفیت میں جب حضرت ابو بکر صدیق ؓ بخار میں جل رہے تھے تو اُن کی زبان سے یہ شعر ادا ہوئے۔

أَ لَا لَيْتَ شِعْرِی ھَلْ اُبِيْتَنَّ لَيْلَۃً
وَعِنْدِیَ مِنْھَا اِذْخَرٌ وَ جَلِيْلٌ
کاش مجھے معلوم ہوتا کہ آیا میں کوئی رات وادیٔ مکہ میں پھر گذار سکوں گا در آنحالیکہ میرے پاس اذخر اور جلیل کی بوٹیاں ہوں گی۔

وَهَلْ اَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ
وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِى شَامَةٌ و طَفِيلُ

اور کیا میں کسی دن مجنیٰ کے پانیوں پر پھر سے وارد ہوں گا اور کبھی شامہ اور طفیل مجھے پھر سے دکھائی دیں گے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

نبی اکرم ﷺ خود بھی مکہ کی جدائی سے پریشان رہا کرتے مگر چونکہ اللہ کی رضا اسی میں تھی اس لیے سب اصحابِ رسول ﷺ اور خود نبی اکرم ﷺ نے بھی اللہ کی رضا کے حصول کی خاطر مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ مگر آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب ﷺ کبھی بھی مکہ کو نہ بھولے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کہا کرتے اے میرے اللہ: شیبہ بن ربعیہ اور امیہ بن حلف پہ اپنی لعنت نازل فرما کہ انھوں نے ہمیں مکہ سے نکال دیا۔ فتح مکہ کے سال نبی اکرم ﷺ نے جمرہ عقبہ پہ کھڑے ہو کر فرمایا کہ!

''اللہ کی قسم تو بہترین زمین ہے اور تو مجھے سب سے زیادہ پیاری ہے اگر مجھے یہاں سے نکالا نہ جاتا تو میں کبھی اس سے نہ نکلتا۔ یہ زمین مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوئی اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگی اور میرے لیے بھی یہ سرزمین دن کی بس چند گھڑیوں ہی کے لیے حلال کی گئی ہے اور پھر حرام ہوگئی اس لیے نہ یہاں کا درخت کاٹا جائے گا اور نہ گھاس اور نہ ہی یہاں کسی کے گم ہونے والے جانور کو کوئی پکڑے گا سوائے اس شخص کے جو اس امر کا اعلان کر دے''۔

****

آنحضرت محمد ﷺ نے مزید فرمایا کہ!

''جو شخص ایک گھنٹے کے لیے مکہ کی گرمی کو صبر سے برداشت کرلے گا تو جہنم اس سے ایک سو سال کی مسافت تک دور چلا جائے گا اور جنت دو سو سال کی مسافت تک اس کے قریب ہو جائے گی''۔

****

راوی کہتے ہیں کہ ایک پتھر پہ لکھا ہوا پایا گیا کہ!

''میں اللہ ہوں اور مکۃ المکرّمہ کا رب ہوں میں نے اسے اسی دن سے اس کی جگہ پہ بنا رکھا ہے جس دن میں نے سورج اور چاند کو بنایا تھا اور میں نے اس کے گرد سات فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو خالص اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں اور یہ شہر اس دن تک قائم رہے گا جس دن تک اس کے پہاڑ جبل قیس اور جبل احمر قائم رہیں گے میں نے یہاں کے باشندوں کے گوشت اور پانی میں برکت رکھ دی ہے۔

****

اور جس بات سے مکہ کے شرف کا اندازہ ہوتا ہے وہ اللہ کا یہ فرمانا ہے کہ!

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا ○

(القرآن الحکیم)

ترجمہ؛

''اللہ تعالیٰ اس وقت تک بستیوں کو تباہ کرنے والا نہیں ہے جب تک کہ ان کی بڑی بستی میں رسول نہ بھیج دے''۔

****

نیز اللہ کا یہ فرمانا کہ!

وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا۔

ترجمہ؛

(القرآن الحکیم)

''تاکہ آپ ﷺ مکہ اور آس پاس کے لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں''۔

****

اور شرفِ مکہ کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ!

یہ شہر " لقاح " تھا۔یعنی نہ یہ کسی بادشاہ کے ماتحت ہوتا تھا اور نہ یہاں کے لوگ کسی کو خراج ادا کرتے تھے۔حمیر، کندہ، غسان اور لخم کے بادشاہ یہاں حج کرنے کے لیے آتے تھے اور قریش کے حمس قبائل کی اطاعت کرتے تھے جس سے اِن کی تعظیم میں مزید اضافہ ہو جاتا۔وہ بادشاہ اِن کے آثار کی پیروی کو اپنے لیے باعث شرف جانتے اور فرائض میں سے سمجھتے۔یہاں کے لوگ پر امن زندگی بسر کرتے تھے اس لیے کہ اگرچہ یہ خود اوروں پر چڑھائی کے لیے نکلا کرتے مگر خود اِن پہ کبھی کسی نے چڑھائی نہ کی کیونکہ یہ لوگوں کے مذہبی پیشوا تھے۔یہ لوگوں کے مقدمات کے فیصلے کرتے مگر کوئی اِن کے مقدمات کے فیصلے نہ کر سکتا تھا۔چنانچہ اہل عرب کے شعرا نے اِن کی مدح کرتے ہوئے ان تمام امور کا ذکر کیا ہے اس لیے اسلام آنے سے پہلے جب بنی عوف کے ایک شاعر نے اہل قریش کی ہجو کہی اور اُن کو برا بھلا کہا تو اس کے جواب میں قریش سے زبرقان بن بدر نے قریش کی شان میں کچھ اشعار کہے جو آپ کی خدمت میں پیش کیے جا رہے ہیں۔

اَتَدْرِیْ مَنْ هَجَوْتَ اَبا خُبَیْبٍ

سَلِیْلَ خُضَارِمٍ سَکَنُوْا البِطَاحَا

اے ابو خبیب: کیا تجھے معلوم ہے کہ تُو نے کس شخص کی ہجو کہی ہے یہ تو اِن سخیوں کے بیٹے ہیں جو مکے میں رہا کرتے تھے۔

وَاَزَادَ الرَّکْبِ تَذکُرُاَم هِشَامًا
وَبَیْتَ اللہ وا الْبَلَدا لِلّقَا حَا

کیا تجھے زادالرکب یا ہشام یاد ہے اور وہ شہر اور بیت اللہ جو کبھی کسی بادشاہ کے زیر نگیں نہیں رہا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

أبَا مَطَرٍ هَلُمْ اِلَی صَلَاحِ
فَیکْفِیْکَ النَّدَامٰی مِنْ قُرَیْشٍ

اے ابو مطر: صلاح کی طرف آ، قریشی ندیم تیرے لیے بہت کافی ہوں گے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَتَنزِلُ بَلْدَةً عَزَّتْ قَدِیمًا
وَتَأمَنُ اَنْ یَزُورَك رَبُّ جَیْشٍ

اور تُو اس شہر میں اتر جو بہت ہی قدیم زمانوں سے عزت والا چلا آ رہا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَتَأمَنَ وَسْطهُمْ وتَعِیْشَ فِیهِمْ
أَبَا مَطَرٍ هُدِیْتَ بِخَیْرِ عَیْش

چنانچہ تو اُن لوگوں کے درمیان امن میں رہے گا اور انھی میں زندگی گذار دے اے ابو مطر: خدا تیری راہنمائی اچھی زندگی کی طرف کرے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اور مکہ کے شرف کی ایک وجہ یہ ہے کہ ؛

اس شہر کی عزت اور فضیلت میں اس شہر کے باسیوں کی فضیلت بھی شامل تھی کہ وہاں کے لوگ بھی افضل تھے۔وہ ایک دوسرے کے حلیف تھے اور ایک دوسرے سے الفت رکھتے تھے اور حضرت ابراہیم کی شریعت کی بہت سی باتوں پہ کاربند تھے۔یہ اُن بدویوں کی طرح نہ تھے جنھیں نہ ان کا دین تعظیم عطا کر سکا تھا اور نہ وہ دیگر آداب سے مزین تھے۔اہل مکہ تو اپنی اولاد سے محبت کرتے تھے، بیت اللہ کا حج کرتے تھے اور دوسرے لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دیتے تھے، وہ اپنے مردوں کو کفن پہناتے تھے، جنابت کے بعد غسل کرتے تھے، آتش پرستوں سے بےزاری کا اظہار کرتے تھے اور مجوسیوں کے طریقے سے گریزاں تھے، وہ نہ تو اپنی بیٹی سے نکاح کرتے تھے اور نہ بہن سے نہ نواسی سے نہ بھانجی سے جس کی وجہ ان کے اندر موجود غیرت تھی۔اسی لیے جب قرآن نازل ہوا تو اس میں ان کے حسن اختیار کی تائید کی گئی۔یاد رہے کہ عرب مہر اور گواہوں کے بیچ نکاح کیا کرتے تھے، وہ اپنی بیویوں تین طلاقیں دیا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ جب کسی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ عرب طلاق کیسے دیتے تھے تو انھوں نے کہا:

”عربوں کا ایک آدمی جب اپنی عورت کو ایک طلاق دے دیتا تو اس کے بعد بھی وہی سب سے زیادہ اس عورت کا حق دار ہوا کرتا، اگر دوسری طلاق دے دیتا تب بھی وہی اس عورت کا سب سے زیادہ حقدار تصور کیا جاتا، اور اگر تیسری طلاق دے دیتا تو پھر اس کے لیے اس عورت کے پاس جانے کی کوئی صورت نہ رہتی۔

****

پھر انھوں نے عربوں کے مشہور شاعر اعشیٰ کے یہ اشعار پڑھے!

أَ يَا جَارَتِی بِيْنِی فَإِنَّكِ طَالِقَه
كَذَاكَ أُمُوْرُ النَّاسِ غَادٍ وَ طَارِقَهٌ

اے میری بیوی: جدا ہو جا کیونکہ تجھے طلاق ہے لوگوں کے امور کی اسی طرح صبح وشام آمدورفت رہتی ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

وَبِیْنِیْ فَقَدْ فَارَقْتِ غَیْرَذَ مِیْمَۃٍ
وَمُوْمَقَۃٍ مِنَّا کَمَا اَنْتِ وَامِقَۃْ

تو مجھ سے جدا ہو جا: کیونکہ تو ایسی حالت میں جدا ہو رہی ہے جو قابل مذمت نہیں ہے۔ ہمیں تجھ سے محبت ہے جیسے تو ہم سے محبت رکھتی ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

وَبِیْنِیْ فَاِنَّ الْبَیْنَ خَیْرٌ مِنَ الْعَصَا
واَ لَّا تَرَی لِی فَوْقَ رأسِکَ بَارِقَہْ

جدا ہو جا: کیونکہ جدائی لاٹھی سے بہتر ہے نیز اس بات سے بھی بہتر ہے کہ تو اپنے سر پہ میری ہی چمکدار تلوار کو دیکھے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

اور اشراف مکہ کی ایک فضیلت یہ ہے ؛

جس نے اُن کے شرف کو اور بھی بڑھا دیا تھا کہ وہ جس قبیلے میں چاہتے شادی کر لیتے مگر دوسرے لوگ قریشی لڑکیوں سے شادی نہ کر سکتے تھے اور یہ اہل قریش کی شرط تھی جو انھوں نے لوگوں پہ باندھ رکھی تھی۔ مگر وہ خود اپنی ذات کو لوگوں کی شرائط سے آزاد رکھا کرتے۔ اور یہ بھی کہ جب وہ کسی اور قبیلے میں اپنی شادی کرتے تو یہ شرط رکھتے کہ اُن کی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھنے کے عوض اس قبیلے پہ یہ بات سختی سے لاگو ہوگی کہ وہ دین قریش ہی پہ کاربند رہیں اور اس کی پوری طرح پیروی کریں۔ اگر کوئی ان کی یہ بات ماننے سے انکار کرتا تو اہل قریش اُن کی لڑکی سے شادی نہ کرتے۔ چونکہ وہ اہل عرب کے سادات تھے اس لیے

اُن کے خیال میں یہ مناسب نہ تھا کہ وہ کسی ایسے قبیلے میں شادی کریں جس کی مذہبی روایات دین قریش سے ٹکراتی ہوں اوران کے شرف کے پیش نظر یہ روانہ تھا کہ جب تک لوگ اِن کی اطاعت اورفرمانبرداری نہ کریں وہ ان سے ناتا جوڑیں۔ چونکہ وہ خودکو حمس کہتے تھے جس کا معنی ہے دین پہ سختی سے کاربند رہنے والا اور"رَجُلٌ اَحْمَسُ" دلیر آدمی کو کہا جاتا۔اس لیے انھوں نے بنوخزاعہ کو بھی حمس میں ملالیا تھا اس لیے کہ انھوں نے اہل قریش کی اطاعت قبول کرلی تھی اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بنوخزاعہ بھی حرم کے اندر ہی رہتے تھے۔پھر بنوکنانہ اور جدیلہ اور قیس کے قبیلوں کو بھی حمس میں شامل کرلیا تھا اگرچہ یہ لوگ بنی فہم اور عمر وبن قیس عیلان کے دوخانوادے ہیں مگر دراصل یہ بھی حرم ہی کے رہنے والے لوگ تھے اس لیے یہ بھی اہل قریش کی رضا سے حمس قرار پائے۔

پھرانھوں نے عامر بن صعصعہ کو بھی حمس میں شامل کرلیا اگرچہ وہ حرم کے رہنے والے نہ تھے۔مگر چونکہ اُن کی ماں اہل قریش میں سے تھی جس کا نام مجد بنت تیم بن مرہ تھا اس لیے وہ بھی حمس میں شامل ہو گئے ۔اہل حمس کا دستور یہ تھا کہ یہ لوگ حج کے دنوں میں مکے سے نکل کرعرفات میں نہ جاتے تھے صرف مزدلفہ میں ٹھہرتے تھے۔اہل حمس نہ تو مکھن کو پگھلا کر گھی بناتے ،نہ پنیر بناتے ،نہ اپنے گھر میں بکری باندھتے اور نہ گائے اور نہ وہ بھیڑوں کی پشم کاٹتے اور نہ اونٹوں کے بال کاتتے اور نہ ہی بالوں کے گھروں میں داخل ہوتے ۔ یہ اشعر حرم میں سرخ رنگ کے خیموں میں رہا کرتے تھے۔انھوں نے تمام اہل عرب پر یہ فرض عائد کررکھا تھا کہ وہ جب بھی حرم کے اندر آئیں تو جوزادِراہ وہ باہر سے لائے ہوں وہ سب پھینک دیں حتیٰ کہ اُن کپڑوں کو بھی ترک کردیں جو انھوں نے پہن رکھے ہوں اور اِن کی بجائے اہل حمس کے کپڑے پہن کر بیت اللہ کا طواف کریں اگر خریدنے کی طاقت ہوتو خریدلیں ورنہ کسی سے عاریتاً لے لیں اور اگر ان میں سے کوئی صورت بھی نہ بن سکے تو ننگے ہی بیت اللہ کا طواف کریں اور انھوں نے اہل عرب کی تمام عورتوں کے لیے بھی یہی دستور قائم کررکھا تھا۔تاہم اکثر عورتیں طواف کے وقت کپڑوں کے کچھ چیتھڑے جو آگے اور پیچھے سے کھلے ہوئے ہوتے اپنے جسموں پہ اوڑھ لیتیں اور یقیناً اسی کیفیت میں کسی عرب عورت کی زبان سے یہ اشعار نکلے ہوں گے۔

اَلْیَوْمَ یَبْدُوْ بَعْضُہٗ اَوْ کُلُّہٗ
وَمَا بَدَا مِنْہُ فَلَا اُحِلُّہٗ

آج میرے جسم کا کچھ حصہ یا پھر سارا جسم ظاہر ہو جائے گا مگر جو ظاہر ہو گا اسے میں حلال قرار نہیں دیتی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اہل حمس یعنی قریش نے عربوں کو حج کے بعد مزدلفہ سے روانہ ہونے کا حکم دیا حالانکہ پہلے وہ عرفہ سے روانہ ہوا کرتے تھے۔ اِن دِنوں جرہم اور خزاعہ کی حکومت تھی اور پھر اسی انداز پر قریش کے ابتدائی ایام بھی گزر گئے۔ اگر یہ لوگ تمام عربوں میں سب سے زیادہ طاقتور نہ ہوتے تو عربوں کی نخوت وحمیت کے ہوتے ہوئے قصّی خزاعہ کو اور خزاعہ جرہم کو یہاں سے نکال نہ دیتے۔ یہ لوگ دیگر عربوں کی طرح نہ تو حنظل کھاتے تھے اور نہ کیڑے مکوڑے کھاتے تھے بلکہ وہ اپنے شرف کو ہر حال میں قائم رکھتے حتیٰ کہ قحط کے دنوں میں بھی اِن کے کھانے عمدہ ہوتے اور دیگر قبائل کے لیے بھی کھلے ہوتے تا کہ جو آئے اِن کے دستر خوان سے کھائے اور وہ اس کو اپنا فرض بھی جانتے تھے اور پھر سخاوت ان کی سرشت میں بھی شامل تھی۔ کہ عرب اگر مہمان نواز نہ ہو تو اس کے عرب ہونے پہ شک کیا جاتا تھا اور بخل اِن میں نام کو بھی نہ تھا جیسا کہ اس سے قبل بھی ذکر گزر چکا ہے کہ اِن کے ہاں اگر ایک مہمان بھی اتر آئے تو اس کے لیے وہ اونٹ ذبح کیا کرتے تھے اور انھی میں سے وہ شخص بھی ہو گزرا ہے جس نے عام زمانے میں تو کجا سخت قحط کی حالت میں بھی لوگوں کو ثرید ہی کھلایا ہے اور یہ رسول ﷺ کے دادا حضرت ہاشم ہوتے ہیں انھی کی شان میں عربوں کا ایک شاعر ابن الزبعری کہتا ہے کہ!

عَمْرُو الَّذِیْ ھَشَمَ الثَّرِیْدَ لِقَوْمِہٖ
قَوْمٍ بِمَکَّۃَ مُسْنِتِیْنَ عِجَافٍ

عمروتو وہ ہے: جس نے اپنی قوم کے لیے ثرید بنایا۔وہ قوم جو کے میں قحط زدہ اور لاغر تھی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

سُنَّتْ اِلَيْهِ الرحْتَلانِ كِلَا هُمَا
سَفَرُ الشِتَاءِ وَرِحْلَةُ الأَصْيَافِ

اوراسی کی طرف سے دوسفروں کا طریقہ جاری کیا گیا۔ایک سفر موسم سرما میں اور دوسرا موسم گرما میں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاَطْعَمَ فِي الْمَحَلِّ عَمْرُوْ الْعُلَا
فَلِلْمُسِنِيْنَ بِهٖ خَصْبُ عَامٍ

قحط زدہ علاقے میں عمرو نے لوگوں کو کھانا کھلایا۔پس عمرو علا کا وجود قحط زدہ لوگوں کے لیے شادمانی کا عام پیغام تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

عَمْرُو الْعُلَا ذُو النِّدٰى مَنْ لَّا يُسَابِقُهٗ
مَرَّ السَّحَابِ وَلَا رِيْحٌ تَجَارِيْهِ

اور عمرو علا ایسے صاحبِ سخاوت آدمی ہیں کہ ان کی سخاوت سے نہ بادلوں کی رفتار مقابلہ کرسکتی ہے اور نہ تیز ہواؤں کے جھونکے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

حَفَانُہٗ كَالْجَوَابِيْ لِلْوُفُوْدِ اِذَا
لَبُّوا بِمَكَّةَ نَادَاهُمْ مُنَادِيَةٍ

اُن کے بڑے برتن دیگوں کی مانند ہیں اور مکے میں حاضر ہونے والوں کے لیے جن کو عمرو علا کے غلام پکارتے پھرتے ہیں۔

اَوَاُمجَلُّوا اَخْصَبُوْا مِنْهَا وَقَدْ مُلِئَت
قُوَّتًا لِحَاضِرِہٖ مِنْهُمْ وَ بَادِيَہٖ

یا جو لوگ قحط زدہ ہوں وہ اِن سے شاداب ہو جاتے ہیں اور مکے کے باشندے ہوں یا باہر سے آنے والے مہمان ہوں سب اس کے دسترخوان سے سیر ہو جاتے ہیں۔

قُلِ لِلَّذِی طَلَبَ السَّمَاحَۃِ وَالنّدیٰ
ھَلاَّ مَرَرْتَ بِاٰلِ عَبْدِ مَنَافِ

اس شخص کو کہہ دو: جو اعزاز اور مہربانی کا طلب گار ہے کیا تُو اولا دِ عبد مناف کے پاس نہیں گیا۔

اَلَّرا ئِیشُوْنَ وَلَیْسَ یُوْجَدُ رَائِشٌ
وَالْقَائِلُوْنَ ھَلُّمَ لِلاَ ضْیَافِ

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بہت سے کھانے والے اِن کو نہیں ملتے حالانکہ وہ مہمانوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔

بعض صحابہؓ نے روایت کی ہے ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ بنی شیبہ کے دروازے کے سامنے سے گزر رہے تھے کہ ایک شخص یہ شعر پڑھتا ہوا وہاں سے گزرا۔

یَاَ ایُّھَا الرَّجُلُ الرَّجُلُ المُحَوِّلُ رَحْلِہٖ

الاَ نَزَلْتَ بٰاٰلِ عَبْدَ الدّارِ

اے شخص: اپنی سواری کو میزبان کی تلاش میں کب تک تھکا تا رہے گا تو بنی عبدالدار کے ہاں کیوں نہیں جا اترتا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

ھَلَتْکَ اُمُّکَ لَو نَزَلْتَ بِرَحْلِھِمْ

مَنْعُوْکَ عَنْ عَدَمٍ وَمِنْ اقْتَارِ

اس لیے کہ اگر تُو اُن کے ہاں چلا جاتا تو تیری ماں بھی تیرا فکر کرنا چھوڑ دیتی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے ہاں اترے والے مسافروں کی بھوک اور افلاس سے حفاظت کرتے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اس شخص کی زبانی یہ اشعار سن کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر کی طرف دیکھا اور اُن سے پوچھا: ابو بکر کیا شاعر نے یہ اشعار اسی طرح کہے تھے تو حضرت ابو بکر نے جواب دیا نہیں یا رسول اللہ ﷺ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے شاعر نے تو اس طرح کہا تھا۔

یٰا اَیُّھَا الرّجُلُ المُحَوَّلِ رَحْلِہٖ

اَلَا نَزَلْتَ بٰاٰلِ عَبْدَ مَنَافٍ

اے اپنی سواری کو میزبان کی تلاش میں بھٹکانے والے شخص کیا تو عبد مناف کی اولاد کے پاس جا کے نہیں اترا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

هَبَلَتْکَ اُمُّکَ لَوْ نَزَلْتَ بِرَحْلِهِمْ
مَنْعُوْكَ مِنْ عَدَمٍ وَمِنْ اَقْرَافِ

تیری ماں بھی تیری فکر چھوڑ دیتی اگر تو ان کے پاس جا ٹھہرتا کیونکہ وہ غریبی اور بھوک سے تیری حفاظت کرتے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اَلْخَالِطِيْنَ غَنُّهُمْ بِفَقِيْرِهِمْ
حَتّٰى يَعُوْدُ فَقِيْرِهِمْ كَالْكَافِ

وہ امیروں اور غریبوں کو ایک جگہ ملانے والے لوگ ہیں وہ ایسے ہیں کہ فقیر ان کے پاس سے امیر ہو کر لوٹتا ہے۔[*8]

۞۞۞۞۞۞۞۞

چنانچہ ابو بکر کی زبانی یہ اشعار اس طرح سن کر نبی اکرم ﷺ مسکرائے اور اُن سے کہا: میں نے بھی راویوں سے یہ اشعار اسی طرح سنے ہیں جس طرح تُو نے بیان کیے ہیں۔

****

عبداللہ بن جدعان تیمی بھی اہل قریش کا بہت بڑا مہمان نواز تھا جو لوگوں کو مکھن گھی اور نشاستہ کھلایا کرتا تھا اس کے متعلق امیہ بن ابی صلت کہتا ہے کہ!

لِكُلِّ قَبِيْلَةٍ رَأسٌ وَمَادٍ
وَاَنْتَ الرَّأسُ تَقْدُمُ كُلَّ هَادٍ

ہر قبیلے کا ایک سردار اور راہنما ہوتا ہے اور تُو تو وہ سردار ہے جو ہر راہنما کے آگے آگے چلتا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لَہٗ دَاعٍ بِمَکَّۃَ مُشْمَعِلٌّ
وَآخَرُ فَوْقَ دَارَتِہٖ یُنَادِیْ

اس کا ایک دعوت دینے والا مکہ میں تیز رفتاری سے اس کی دعوت کا اعلان کرتا اور ایک دوسرا شخص اس کے گھر کے اوپر کھڑا ہو کر لوگوں کو پکارتا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اِلَی رُدُحٍ مِنَ الشِّیْزٰی مِلَاءٍ
لُبَابَ الْبُرِّ یُلْبَکُ بِالشِّھَادِ

لوگو: شیزیٰ کے بنے ہوئے اِن پیالوں کی طرف آؤ جو نشاستہ سے بھرے ہوئے ہیں اور جن میں شہد بھی ملا ہوا ہے[*9]۔[1]

۞۞۞۞۞۞۞۞

اور شرفِ مکہ کی ایک وجہ یہ ہے کہ!

عرب کے کونے کونے سے جب لوگ حج کے لیے آتے اور مناسک حج ادا کرتے، بیت اللہ کا طواف کرتے، اور جب واپس لوٹنے لگتے تو ان میں سے کوئی شخص حرم کے پتھروں میں سے ایک پتھر اٹھا لیتا اور راستے میں اس کی پوجا شروع کر دیتا کیونکہ اسے وہ کعبہ کے بتوں جیسا ہی جانتا تھا اور اس سے اسی قدر عقیدت رکھتا تھا۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اِن پتھروں کی اہمیت بڑھتی گئی اور عربوں کے ہر گھر میں ایک پتھر اُن کے معبود کی صورت اختیار کر گیا۔ مگر اس کی بنیادی وجہ ان پتھروں کی حرم سے نسبت تھی۔ ہم عنقریب انشاء اللہ جب اہل عرب کے مذاہب پر بحث کریں گے تو اس امر کا مکمل تذکرہ کریں گے۔

نیز ان چیزوں کا بھی ذکر کریں گے جن کو گذشتہ زمانے میں اہلِ عرب پوجا کرتے تھے۔ یہاں ہم اشرافِ مکہ کا کچھ تذکرہ کریں گے اور اس بابت مورخین نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو اپنے ساتھ لے کر مکہ گئے اور بیت اللہ کو اس کی بنیادوں پہ استوار کیا تو قبیلہ جرہم اور عمالقہ میں سے اُن کے چچا کی اولاد قطورا بھی مکے میں بس گئی اس طرح اس ویران وادیٔ کو نہ صرف اللہ کا گھر ملا بلکہ اس گھر کی پوجا کرنے والے بھی پہنچ گئے۔ بنوجرہم اور بنوقطورہ یمن کے دو قبائل تھے اور آپس میں چچازاد تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ اس شہر میں پانی ہے، ہریالی ہے تو وہ یہیں اتر پڑے۔ حضرت اسماعیلؑ نے قبیلہ بنوجرہم کے سردار مضاض کی بیٹی سے شادی کرلی اور اللہ نے انھیں بارہ بیٹے عطا کیے۔ چنانچہ حضرت اسماعیلؑ کی وفات پر ان کا بیٹا نابت بن اسماعیل بیت اللہ کا والی بنا اور اس کے بعد بیت اللہ کی تولیت اِن کے ماموں مضاض بن عمرو جرہمی کے حصے میں آئی۔ مگر جب بنوقطورہ نے قوت حاصل کی تو انھوں نے مکہ کی حکومت اور بیت اللہ کی تولیت حاصل کرنے کے لیے بنوجرہم سے جنگ کی۔ چنانچہ حضرت اسماعیلؑ کے بیٹے اپنے ماموؤں کے دوش بدوش بنوقطورہ کے خلاف لڑے۔ بنوقطورہ نے بنوجرہم کو جنگ کا چیلنج دے دیا۔ چنانچہ بنوجرہم مکہ سے نکل کر" **قُعَیقِعَان** " کے مقام پر آ گئے جو شہرِ مکہ کا بالائی حصہ تھا اور ان کا سردار مضاض بن عمرو تھا۔ ادھر بنوقطورہ بھی "**اَجْیَاد**" کے علاقے سے باہر آ گئے اور یہ مکہ کا نشیبی علاقہ تھا۔

بنوقطورہ کا سردار سمیدع تھا۔ دونوں فریقوں کا آمنا سامنا فاضح کے مقام پر ہوا۔ جنگ کی ہوا چلی اور شدید جنگ ہوئی۔ جس میں بنوجرہم کو فتح حاصل ہوئی اور بنی قطورہ کا سردار سمیدع میدان جنگ میں مارا گیا اس جگہ کا نام فاضح اس لیے پڑا کہ اس جگہ بنوقطورہ کو رسوائی اٹھانی پڑی تھی۔ بعض لوگوں نے اس جگہ کو اجیاد کے نام سے بھی پکارا ہے جس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ بنوجرہم کے ساتھ اجیاد الخیل یعنی عمدہ گھوڑے تھے۔ بعض نے اس جگہ کو قعقیان پکارا جس کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ اس جگہ نے اِن دونوں قبائل کے ہتھیار آپس میں ٹکرانے کی جھنکار سنی تھی اس لیے اس جگہ کو قعقیان کہا گیا۔

اس کے بعد صلح کا ڈول ڈالا گیا اور شعب میں دونوں قبائل کے بڑوں کا اجتماع منعقد ہوا اس بڑے اجتماع کی خاطر تواضع کے لیے بڑی بڑی ہنڈیاں پکائی گئیں اس لیے بعد کے لوگوں نے اس جگہ کو مطبخ کے نام سے پکارا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیل میں برکت دی اور اِن کی اولاد عرب بھر میں پھیل گئی۔ ان کی

تعداد بڑھ گئی اور وہ مختلف شہروں میں نکل گئے اور یہ جس قوم کو بھی اپنے پاس بلاتے وہ سر اطاعت خم کیے اِن کے حضور حاضر ہو جاتی اور یہ اپنے دین کی وجہ سے عربوں پہ غالب ہی رہے۔صدیوں حکومت کرنے کے بعد بنوجرہم نے سرکشی اختیار کی اور وہ حرام امور کو حلال کرنے لگے اور بہت سی بری باتوں کو جائز قرار دینے لگے۔چنانچہ بنوخزاعہ نے بنوجرہم کو مکہ کی حکومت اور بیت اللہ کی تولیت سے نکال باہر کیا۔پھر تین صدیوں تک بنوخزاعہ ہی مکہ کے حاکم رہے اور ان کا آخری حکمران حلیل بن ابی حبشہ بن سلول بن کعب بن عمر بن ربیعہ تھا۔مگر وہ خزاعہ بن حارثہ کے نام سے مشہور تھا۔اس زمانے میں قریش کے کچھ لوگ حرم مکہ کے اندر تھے مگر بیشتر دور دور تک کے علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے تا آنکہ قصّی بن کلاب جوان ہوا اور اس نے حلیل بن حبشہ کی بیٹی سے شادی کر لی۔جس سے اس کے ہاں چار بیٹے ہوئے۔اس کی نسل بڑھ گئی اور اس کو اہل مکہ میں شرف اور بزرگی حاصل ہوگئی۔

قصّی نے ابن حلیل سے بیت اللہ کی تولیت بھی چھین لی اور اہل قریش کو بھی حرم میں جمع کر دیا۔چنانچہ ایک مدت بعد بیت اللہ کی تولیت پھر سے اولاد اسماعیل کو منتقل ہوگئی قصّی نے مکہ کی حکومت حاصل کر لی اور اس وقت حیرہ میں نعمان بن المنذر حکمران تھا۔صوفہ بھی بنوجرہم کا ایک قبیلہ تھا جو مکہ میں رہا کرتا تھا اور حج کے دنوں میں لوگوں کو میدان عرفات سے گذارا کرتا تھا۔وہ اپنے اس اختیار پہ ابھی تک قابض تھے اور ابوسیارہ اُن کا آخری شخص تھا جس نے میدان عرفات میں لوگوں کی راہنمائی کی۔

ان کا ایک شاعر اُن کے بارے میں کہتا ہے کہ!

وَلَا يَرِيمُوْنَ فِى التَّعْرِيفِ مَوْقِفَهُمْ
حَتّٰى يُقَالَ اَجِيْزُوا آلَ صُوفَانَا

عرفات میں قیام کے وقت یہ اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹتے جب تک یہ نہ کہا جائے کہ اے آلِ صوفان لوگوں کو گذار دو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

خَلوُّا السَّبِیْلَ عَنْ اَبِی سَیَّارَہ

وَعَنْ مَوَالِیْہِ بنی فَزَارَہْ

لوگو: ابوسیارہ کا راستہ چھوڑ دو اور اس کے موالی بنی فرازہ کا راستہ بھی چھوڑ دو۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

حَتّٰی یُجِیْزَ سَالِمًا حِمَارہ

مُستقبِلَ الکعبۃ یَدْعُو جَارَہٗ

تاکہ وہ اپنا گدھا صحیح وسالم نکال سکے اور اپنے پناہ دینے والے خدا کو کعبہ کی طرف منہ کر کے پکار سکے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

پھر قصّی بن کلاب کی قوت بڑھ گئی تو وہ ابوسیارہ اور اس کی قوم کے پاس آیا اور لوگوں کو میدان عرفات سے گذارنے سے منع کر دیا۔ مگر اہل صوفہ نے اس کی بات نہ مانی بلکہ جنگ پہ اتر آئے۔ اس بات پہ اُن کے درمیان جنگ چھڑ گئی جس میں قصّی بن کلاب کو فتح حاصل ہوئی اور وہ مکہ کے سیاہ وسفید کا مالک بن گیا۔ اس کی وجہ سے قریش کی بزرگی میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ پھر کوئی اُن کی قوت کو چیلنج نہ کر سکا حتیٰ کہ قصّی بوڑھا ہو گیا اور اس نے مکہ کا تمام اختیار اپنے بیٹے عبدالدار کو سونپ دیا۔ قصّی کی وفات کے بعد قریش نے عبدالدار کو اس منصب پر قائم رکھا تاہم پھر بنوعبد مناف نے خیال کیا کہ وہ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ مکہ کی تولیت انھیں حاصل ہو۔ چنانچہ انھوں نے عبدالدار سے مکہ کے مناصب چھیننے کا پختہ عہد کر لیا اور جنگ کرنا چاہی۔ مگر دونوں خاندانوں کے اکابرین نے اِن کو صلح کی دعوت دی اور پھر اس شرط پہ صلح ہو گئی کہ سقایہ اور رفادہ بنوعبد مناف کو سونپ دیا جائے جبکہ حجابت لوا اور ندوہ بنوعبدالدار ہی کے پاس رہیں۔ تاہم صلح سے قبل قریش کے اِن دونوں خاندانوں کے حامیوں میں جنگ کا بہت جوش وخروش پایا جاتا تھا۔ انھوں نے اس بات پہ زوردار قسمیں کھائیں تھیں کہ وہ اپنے حلیف کا ساتھ کسی صورت نہ چھوڑیں گے۔ لہٰذا بنوعبد مناف اور اس کے حامیوں نے تو خوشبو سے بھرے ہوئے پیالے میں ہاتھ ڈبو کے قسم کھائی

کہ وہ اپنے حلیف کی حمایت پہ قائم رہیں گے اس لیے انھیں " **مطیبین** " کہا گیا۔ جبکہ بنو عبدالدار اور اِن کے ساتھیوں نے خون کے پیالے میں ہاتھ ڈبو کر وفا کا عہد کیا اس لیے انھیں "**احلاف**" کہا گیا۔ پھر بیت اللہ کے مناصب کی تقسیم اسی طرح رہی حتیٰ کہ سنہ آٹھ ہجری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا اور اسے بتوں سے پاک کر دیا آپ نے مکہ کی چابیاں بھی اہل قریش سے واپس لے لیں پھر اللہ تعالیٰ نے اس ضمن میں آپ پر قرآن کی یہ آیت نازل فرمائی۔

اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ اِلَی اَھْلِھَا۔

(القرآن الحکیم)

ترجمہ؛

"اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کو اِن کی امانتیں لوٹا دو"۔

****

تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن طلحہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار کو طلب کیا اور بیت اللہ کی چابیاں اسے لوٹا دیں اور سقایہ کا منصب بھی بدستور حضرت عباسؓ کے پاس ہی رہنے دیا۔

****

اور مکہ کا ایک شرف یہ ہے!

کہ تاریخ کے ہر دور میں جس قوم یا شخص نے بھی بیت اللہ کی طرف بُری نیت کے ساتھ اس طرف کا رخ کیا اللہ تعالیٰ نے اسے برباد کر کے رکھ دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کعبہ سے پہلے کی تاریخ تو کچھ خاص واضح نہیں مگر اُن کے بعد کے کئی واقعات مذکور ہیں کہ تبع اور ابرہہ جیسے لوگوں نے جب بیت اللہ سے عناد کی روش اپنائی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو تباہ کر دیا۔ ہم ترتیب کے حوالے سے پہلے ابو کرب تبان اسعد کا ذکر کریں گے جس نے پہلے مدینہ اور پھر مکہ پہ حملے کا قصد کیا مگر اس سے پہلے کہ

وہ اللہ کے عذاب کی پکڑ میں آ تا اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت کی دولت سے نواز دیا۔اس کا قصہ کچھ یوں ہے کہ جب یمن کا حکمران ربعیۃ بن نصر مر گیا تو سارے یمن کی حکومت حسان بن تبان اسعد ابو کرب کو مل گئی۔

ابن اسحاق ؒ نے اس کا نسب یوں بیان کیا ہے۔

وہ بیٹا تھا عدی بن صیفی بن سبا الاصغر بن کعب کہف الظلم بن زید بن سہل بن عمرو بن قیس بن معاویۃ بن جشم بن عبد شمس بن وائل بن یغوث بن قطن بن عریب بن زہیر بن ایمن الہمیسع بن العرنج بن حمیر بن سبا الاکبر بن یعرب بن یشجب بن قحطان کا۔

وہ اپنے لشکر لے کر اندرون عرب کی طرف نکلا۔مورخین نے اس کی منزل نہیں بتائی۔تاہم ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جب وہ مشرق سے آیا تو مدینہ منورہ کو اپنا راستہ بنایا۔تاہم اُس نے اہل مدینہ سے تعرض نہیں کیا اور اپنے بیٹے کو اُن کے درمیان چھوڑ کر آگے نکل گیا۔

مگر چند دنوں بعد مدینہ کے ایک شخص احمر نے دیکھا کہ کچھ لوگ اس کے کھجور کے درختوں کو اجاڑ رہے ہیں۔

وہ واپس گیا اور اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لے آیا۔

جب احمر اور اس کے ساتھی باغ میں داخل ہو ئے تو انھوں نے دیکھا کہ وہ لوگ ان کی کھجوروں کے خوشے اجاڑ رہے ہیں۔

تب احمر نے کہا:

کھجور اور اس کے خوشوں پر تو اسی کا حق ہے جس نے اِن کی تابیر[*10] کی ہو۔

پھر احمر اور اس کے ساتھیوں نے اِن لوگوں پہ حملہ کر دیا اور اِن کے کئی آدمیوں کو قتل کر دیا۔مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ انھوں نے انجانے میں تبع کے بیٹے کو بھی قتل کر دیا ہے۔اس واقعے نے تبع کے کینے کو اہل مدینہ کے خلاف بے پناہ بڑھا دیا اور وہ اپنی مہم ادھوری چھوڑ کر مدینہ پہ حملہ کرنے کے لیے چڑھ دوڑا۔

اُس نے عہد کیا کہ وہ مدینہ منورہ کو برباد کر دے گا اس کے نخلستانوں کو اجاڑ دے گا اور اس کے باسیوں کو ذلیل کر دے گا۔

چنانچہ اہل مدینہ کو جب اس امر کی خبر ہوئی تو اس کے مقابلے کے لیے انصار کا قبیلہ متحد ہو گیا۔

اُن کا سردار بنو نجار کی برادری میں سے عمرو بن طلہ تھا۔

اس کا پورا نام عمرو طلہ بن عمرو بن مبذول بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر تھا۔ اس کے جدِ اعلیٰ عمرو بن عامر کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے یہ وہی عامر ہے جس کی کاہنہ بیوی جان گئی تھی کہ سد مآرب ٹوٹ جائے گا اس لیے عمرو بن عامر اپنی جائیدادیں بیچ کر یمن سے بھاگ نکلا تھا۔ پھر اس کے بیٹوں میں سے حارث بن ثعلبہ اپنی اولاد کے ساتھ مدینے اترا تھا اور یہودیوں کے بعد یہ پہلے عرب تھے جو مدینہ کے باسی بنے۔

تبع مدینے پہنچ گیا اور اس نے اہل مدینہ پہ چڑھائی کر دی۔

انصار مدینہ نے ان کا مقابلہ کیا۔

مورخین نے یہ عجیب بات بیان کی ہے کہ اہل مدینہ دن میں تو تبع کے لشکروں سے جنگ کرتے اور شام کو اِن کی ضیافت کرتے۔

تبع کو اِن کی یہ بات بہت عجیب لگتی اور وہ کہہ اٹھا کہ یہ بہت شریف لوگ ہیں۔

تبع اہل مدینہ کے ساتھ جنگ ہی میں تھا کہ بنی قریضہ کے دو یہودی عالم اس کے پاس آئے۔

تبع نے اِن کی تکریم کی۔

اُن یہودی علماء نے تبع سے کہا:

تُو جس معاملے میں الجھ گیا ہے اسے کبھی نہیں سلجھا سکے گا۔

کھل کر بات کرو۔ تبع نے کہا:

اصل بات یہ ہے کہ ہم صاحبِ کتاب لوگ ہیں اور ہمیں اِن امور کا علم عطا کیا گیا ہے جن سے تُو واقف نہیں۔

تبع نے اِن سے کہا:

میں پھر تمھاری بات نہیں سمجھ سکا۔

تب اُن یہودی عالموں نے اِن سے کہا:

اگر تو نہیں سمجھتا تو صاف سُن:

کہ تو جو مدینہ کو فتح کرنے کا ارادہ اپنے دل میں بسائے ہوئے ہے اگر سو سال بھی اہل مدینہ سے لڑتا رہے گا تب بھی مدینہ کو فتح نہ کر سکے گا۔ تجھے اس امر سے روک دیا جائے گا اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ عنقریب تُو اللہ کے عذاب کی زد میں آنے والا ہے۔

مگر آخر کیوں؟ تبع نے اِن سے پوچھا؟

جو اِن کی باتوں سے متاثر ہونے لگا تھا۔

اس کی وجہ یہ ہے عنقریب عرب میں اللہ کے آخری رسول کا ظہور ہونے والا ہے اور یہ شہر مدینہ اس کا گھر اور مستقر ہے اس لیے اللہ نے اس کی حفاظت پہ اپنے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔

تبع جان گیا کہ اِن لوگوں کو آنے والے وقت کا احوال معلوم ہے چنانچہ تبع نے نہ صرف یہ کہ اُن یہودی عالموں کی بات مان لی بلکہ اُن کا مذہب بھی اختیار کر لیا۔

پھر وہ مدینہ سے لوٹ گیا۔

تب اہل مدینہ کے ایک شاعر عبدالعزیٰ نے تبع کی ہزیمت اور عمرو بن طلہ کی مدح میں یہ قصیدہ کہا:

اَصَحَا اَمْ قَدْ نَهِی ذُکَرَة
اَمْ قَضٰی مِنْ لَذَّةٍ وَطَرَہٗ

کیا تبع بھولا ہوا تھا؟ اور اسے اب ہوش آیا ہے یا اس نے عمداً اس بات کو یاد آنے سے روک دیا تھا۔ یا پھر وہ زندگی کی ہر لذت سے ہی فارغ ہو چکا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اَمْ تَذَکَّرْتَ الشَّبَاب وَمَا
ذِکْرُكَ الشَّبَابَ اَوْ عُصُرَہٗ

یا اے تبع: کیا تجھے اپنی جوانی یاد آ گئی اور اس کے گھمنڈ میں نتائج سے بے پروائی کر رہا ہے لیکن تیری جوانی کے زمانے یا اس کی یاد سے تجھے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اِنَّهَا حَرْبٌ رَبَا عِيَةٌ
وِمثْلُهَا اَتَى الْفَتَى عِبَرَهْ

یاد رکھ کہ یہ کوئی معمولی جنگ نہیں ہے یہ تو چار کیچلیوں والی شیرانہ جنگ ہے کہ اس جیسی جنگیں ایک نوعمر نوجوان کے لیے موجب عبرت ہیں اور اس کو تجربہ کار بنادیتی ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَا سْاَ لَا عِمْرَانَ اَوْ اَسَدً
اِذْ اَتَتْ عَدْوًا مَعَ الزُّهَرَهْ

اے میرے ساتھیو: ذرا تم دونوں بنی عمران اور بنی سے اسد سے اس وقت کی حالت تو دریافت کرو جب زہرہ کے طلوع ہونے کے ساتھ ساتھ صبح سویرے ایک بڑا لشکر آدھمکا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَيْلَقٌ فِيْهَا اَبُوْ كَرِبٍ
سُبَّخٌ اَبْدا نُهَا ذَفِرَهْ

وہ لشکر جس کا سالار ابوکرب تھا اور اُن کی زرہیں بڑی اور فولاد کی بو سے رچی ہوئی تھیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

ثُمَّ قَالُوْا مَنْ نَؤُمَّ بِهَا
اَبَنِى عَوْفٍ اَمِ النَّجَرَهْ

پھر انھوں نے کہا: یہ لشکر لے کر کس کا قصد کیا جائے بنوعوف کا یا بنونجار کا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

بَلْ بَنِی النَّجَّارِ اَنَّ لَنَا

فِیْہِمْ قَتْلَی وَاِنَّ تِرَۃْ

ہاں: ہم بنونجار ہی سے مقابلہ کریں گے کیونکہ ہمارے آدمیوں کو انھیں نے قتل کیا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَتَلَقَّتْہُمْ مُسَا یَفَۃٌ

مَدُّھَا کَالْغَبْیَۃِ النَّثِرَۃْ

پس انھوں نے اِن سے شمشیرزنی شروع کردی اور اُن کا سیلاب بارش کے اس سیلاب کی طرح تھا جو نشیب کی جانب رواں ہو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فِیْہُمْ عَمْرُو بْنُ طَلَّۃَ

مَلِیَّ الْاِلٰہُ قَوْمَہٗ عُمُرَہْ

اور انھیں میں عمرو بن طلہ بھی تھا اللہ اس کی قوم کو اس کی عمر سے متمتع کرے۔ اللہ اسے بہت دنوں زندہ رکھے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

سَیِّدٌ سَامَ الْمُلُوْکَ وَمَنْ

رَامَ عَمْرًا لَا یَکُنْ قَدَرَہْ

کیونکہ وہ ایک ایسا سردار ہے جس نے بہت سے بادشاہوں پہ برتری حاصل کرلی ہے۔ جو شخص بھی عمرو کے مقابلے پہ آیا۔ یا کسی نے اسے ضرر پہنچانے کا ارادہ کیا تو وہ اس پہ قدرت نہ پائے گا[*11]۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

چنانچہ جب تبع ابوکرب تبان اسعد حاکم یمن مدینہ سے یہودی علماء کے کہنے سے نکلا تو اس نے اگلا پڑاؤ عسفان[*12] میں کیا۔

اور اسی پڑاؤ میں تبع سے ملنے عربوں کے کچھ لوگ آئے۔

بیان کیا گیا ہے کہ اُن کا تعلق ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان سے تھا۔

انھوں نے شاہ یمن سے ملاقات کی اور اس سے کہا:

اے بادشاہ:

کیا ہم تمہیں ایک ایسے چھپے ہوئے خزانے کا پتا نہ بتائیں جس سے پہلے کے بادشاہ غافل رہے ہیں۔

اور اس خزانے میں زمرد ہیں، یاقوت ہیں، سونا ہے اور چاندی ہے۔

شاہ یمن نے کہا:

کیوں نہیں تم مجھے بتاؤ:

تو بنو ہذیل کے اِن آدمیوں نے تبع سے کہا:

وہ شہر مکہ ہے اور وہاں ایک گھر ہے جس کو وہ لوگ پوجتے ہیں۔

وہیں یہ خزانہ ہے۔

تبع نے اِن کی باتوں پہ یقین کرلیا۔

اور اِس نے مکہ پہ حملے کا ارادہ کرلیا۔

اس رات جب تبع اپنے خیمے میں اپنے دوسرے سالاروں کے ساتھ مکہ پہ حملے کی منصوبہ بندی کر رہا تو اس کے ایک صاحب دانش سردار نے کہا۔

اے شاہ یمن:

میں جانتا ہوں کہ اہل مکہ تجھ سے طاقتور نہیں ہیں مگر اس باوجود تجھے اس شہر پہ حملہ کرنے سے پہلے کچھ سوچنا چاہیے۔

کیا مطلب ہے تمھارا۔

میں سمجھا نہیں: تبع نے اُس سردار سے کہا۔

تواس نے جواب دیا کہ۔
میرا کہنا یہ ہے معاملہ چونکہ اُن کے مذہب کا ہے اس لیے تمہیں مدینہ کے اہل کتاب علماء سے مشورہ کر لینا چاہیے۔
تبع نے اس کی بات پہ کچھ دیر سوچا:
پھر کہا:
تو ٹھیک کہتا ہے مجھے اہل کتاب کے اِن عالموں سے مشورہ لینا چاہیے۔
چنانچہ تبع نے بنوقریظہ کے اِن علماء کو بلا بھیجا۔
وہ تبع کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تبع نے اُن سے اس معاملے کے بارے میں پوچھا۔
اہل کتاب کے علماء ششدر رہ گئے۔
انھوں نے تبع سے کہا:
تمہیں تو اِن عربوں نے مروا ہی دیا تھا۔
کیا مطلب: تبع نے کہا؟
مطلب یہ کہ عرب اچھی طرح جانتے ہیں کہ جس کسی نے بھی کسی بری نیت سے اس گھر کا رخ کیا ہے تو اللہ نے اس قوم کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے اس لیے انھوں نے تو یہ چاہا کہ تو اس گھر پہ حملہ کرے اور انھیں اپنے دشمن سے چھٹکارا مل جائے۔
تبع اِن کی باتیں سن کر حیران ہو رہا تھا۔
اور وہی تو اللہ کا واحد گھر ہے جس میں اس کی عبادت کی جاتی ہے اور جسے ہمارے باپ ابراہیم نے اللہ کے حکم سے تعمیر کیا تھا۔
تبع نے اِن علماء سے سوال کیا؟
اگر اللہ کی زمین پہ وہی واحد اللہ کا گھر ہے تو تم اس کی تکریم کیوں نہیں کرتے۔
یہودی علماء نے جواب دیا۔
اس لیے کہ اہل مکہ مشرک ہیں انھوں نے بیت اللہ میں بت سجا رکھے ہیں اور وہ اللہ کے دین سے بھٹک گئے ہیں اس لیے ہم مکہ نہیں جاتے ورنہ جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ اللہ کا گھر وہی ہے اور تاریخ

اس بات کی شاہد ہے کہ جس نے بھی بری نیت سے اس کا رخ کیا وہ برباد ہو گیا ہمارے علم میں جو تھا وہ ہم نے بیان کر دیا ہے آگے تیری مرضی ہے۔

پھر میں کیا کروں؟

تبع نے یہودی علماء سے سوال کیا؟

تو انھوں نے تبع کو بتایا کہ اگر وہ مکہ جائے۔

تُو وہی کرے جو اہل مکہ کرتے ہیں یعنی اس گھر کا طواف کر، اس کی تعظیم وتکریم کر، قربانی کر، اپنے سر کے بال منڈوا، اور جب تک تو وہاں رہے عجز وانکسار سے رہے۔

بات تبع کی سمجھ میں آ گئی۔

اور اس نے مکہ پہ حملہ کرنے کی نیت کو بدل دیا۔

پھر اُس نے بنو ہذیل کے اُن آدمیوں کو بلایا جنھوں نے اسے مکہ پہ حملہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔

اور اُن کے ہاتھ کاٹ دیئے۔

اس کے بعد وہ مکہ کی طرف روانہ ہوا۔

اس نے بیت اللہ کا طواف کیا، اس کے پاس اونٹ ذبح کیے، سر منڈوایا۔

وہ چھ دن تک مکہ ہی میں رہا۔

اس نے اہل عرب کی بھی تعظیم وتکریم کی اور اِن کے لیے اونٹ ذبح کیے اور ان کو شہد کھلایا۔

پھر اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اسے حکم دے رہا ہے کہ وہ کعبہ پہ غلاف چڑھائے۔

اگلے دن اُس نے کعبہ پہ ٹاٹ[* 13] کا غلاف چڑھایا۔

خواب میں اسے پھر حکم دیا گیا کہ وہ اس سے اچھا غلاف چڑھائے۔

چنانچہ اُس نے بیت اللہ پہ معافر[*14] کا غلاف چڑھایا۔

مگر اسے خواب میں پھر حکم دیا گیا کہ وہ اس سے بھی بہتر غلاف چڑھائے۔

پھر اُس نے بیت اللہ پہ وصائل[*15] کا غلاف چڑھایا۔

اور عرب مورخین اس بات پہ متفق ہیں کہ بیت اللہ پہ سب سے پہلے غلاف تبع ہی نے چڑھایا تھا۔

تب تبع مکہ سے واپس ہوا اور اس نے کعبہ کے متولیوں یعنی بنو جرہم سے کہا۔

حرم کو پاک وصاف رکھا جائے تا کہ لوگ آسانی سے اللہ کے گھر کی عبادت کر سکیں، خون، مردار نجس اشیا اور چیتھڑوں کو بیت اللہ سے دور رکھا جائے۔ تبع نے مکہ سے رخصت ہونے سے قبل بیت اللہ کا دروازہ بھی بنوایا اور قفل وقلید کا اہتمام بھی کیا۔

پھر بہت سا وقت گزرا مگر اہل عرب تبع کو نہ بھولے جس کا ثبوت یہ قصیدہ ہے جو ہم پیش کرنے جارہے ہیں۔ یہ قصیدہ اہل عرب کی ایک عورت نے لکھا جس کا نام سبیعہ بنت الاحب تھا۔ وہ عبد مناف کی بیوی تھی اس نے اپنے بیٹے خالد کو حرم پاک میں بغاوت کے مضمرات سے آگاہ کرتے ہوئے اُن امور سے آگاہ کیا جو تبع سے وابستہ تھے۔ اُس نے تبع اور اس کے عجز وانکسار اور کعبۃ اللہ کے لیے جو کام اس نے کیے تھے اِن کا ذکر کیا ہے۔ اس قصیدے کو پڑھتے ہوئے عربوں کی فصاحت اور بلاغت کا معیار بھی نظر میں رہے کہ اُن کی ایک عورت اتنے عمدہ شعر کہتی ہے تو اُن کے مردوں کا کیا عالم ہوگا۔

اَبُنَیَّ لَا تَظْلِمْ بِمَکَّۃَ لَا
الصَّغِیْرَ وَلَا الْکَبِیْرَ

اے میرے پیارے بیٹے: مکہ میں ظلم وستم نہ کرو۔ نہ کسی چھوٹے پر نہ کسی بڑے پر۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاحْفِظْ مَحَارِمَهَا بُنَیَّ
وَلَا یَغُرَّنْکَ الْغُرُوْرُ

بیٹے: اس کی قابل عظمت چیزوں کی حفاظت کرو۔ اور خیال رکھنا کہیں غلط باتیں تجھے کسی دھوکے میں نہ ڈال دیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اَبُنَیَّ مَنْ یَظْلِمْ بِمَکَّۃَ
یَلْقَ اَطْرَافَ الشُّرُوْرِ

بیٹے: تم نہیں جانتے مگر ہمیں علم ہے کہ مکہ میں جس نے بھی ظلم کیا اسے برے نتائج کا سامنا کرنا پڑا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَبُنَیَّ یُضْرَبُ وَجْھُہٗ
وَیَلُحُ بِخَدَّیْہِ السَّعِیْرُ

بیٹے: جس نے حرم پاک میں سرکشی کی۔ ایسے شخص کے منہ پہ مار پڑے گی اور بھڑکتی ہوئی آگ اس کے نرم و نازک رخساروں کو ضرور چکھے گی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَبُنَیَّ قَدْ جَرَّبْتُھَا
فَوَجَدْتُ ظَالِمَھَا یَبُوْرُ

بیٹے: ہم اس بات کو بارہا آزما چکے کہ جس نے حرم پاک میں ظلم کیا وہ بری طرح ہلاک ہوا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اللّٰہُ اٰمَنَھَا وَمَا
بُنِیَتْ بِعَرْصَتِھَا قُصُوْرُ

اسے اور اس کے صحن میں جتنے محل بنائے گئے ہیں اللہ نے انھیں امن و امان عنایت فرمایا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَاللّٰہُ اٰمَنَ طَیْرَھَا
وَالْعُصْمُ تَاْمَنُ فِی ثَبِیْر

اوراللہ نے تواِس کے پرندوں کو بھی امن وامان عطافرمایاہے۔اورکوہ ثبیر میں ہرنیاں بھی امن وامان سے رہتی ہیں۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

وَلَقَدْ غَزَاھَا تُبَّعٌ
فَکَسَا بَنِیَّتُھَا الْخَبِیر

بے شک تبع نے اس عظمت والے گھر کا قصد کیاہے اوراس کی عمارت پر نیانرم اورمنقش غلاف چڑھایاہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

وَاَذَلَّ رَبِّیْ مُلْکَہٗ
فِیْھَا فَاَوْفٰی بِالنُّذُوْر

اور میرے پروردگار نے ملک کواس کامطیع وفرمانبردار بنادیا تو اس نے اس میں اپنی نذریں گذاریں۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

یَمْشِیْ اِلَیْھَا حَافِیًا
بِفِنَائِھَا اَلْفَا بَعِیْر

لوگوں نے دیکھا کہ وہ ننگے پاؤں اس گھر کی جانب جارہاہے اوراس گھر کے صحن میں قربانی کے لیے دوہزاراونٹ تیار ہیں۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

وَ يَظَلُّ يُطْعِمُ اَهْلَهَا
لَحْمَ الْمَهَارِى وَالْجُزُوْرُ

اور وہ وہاں رہنے والوں کو اعلیٰ درجے کے اونٹوں اور دوسرے ذبح کرنے کے قابل جانوروں کا گوشت کھلا رہا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

يَسْقِيْهُمُ الْعَسَلَ الْمُصَفّٰى
وَالرَّحِيْضَ مِنَ الشَّعِيْرِ

اور اِن عربوں کو اعلیٰ درجے کا چھنا ہوا شہد اور پاک وصاف آلیش جو پلا رہا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَالْفِيْلُ اُهْلَكَ جَيْشُهٗ
يُرْمَوْنَ فِيْهَا بِالصُّخُوْرِ

جب کہ ہاتھی والا لشکر برباد کردیا گیا اور دیکھنے والے دیکھ رہے تھے کہ بستی سے اِن پہ چٹانیں برس رہی تھیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَالْمُلْكُ فِى اَقْصَى الْبِلَا
دِوَانِى الْاَعَاجِمِ وَالْجَزِيْرِ

اور اس کے بادشاہ کو مکہ سے دور دراز شہروں اور بیرونِ عرب ملکوں اور جزیروں میں ہلاک کردیا گیا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَاسْمَعْ اِذَا حُدِّثْتَ وَافْهَمْ
كَيْفَ عَاقِبَةُ الْاُمُوْر

اور جو کچھ تم سے بیان کیا گیا ہے اسے سن اور سمجھ۔ اور انجام کار کیا ہوگا اسے جان لے ۔[*16]۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اور علامہ محمود شکری آلوسی نے بلوغ الارب میں ابن قتیبہ [**17] کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ وہی اسعد ابو کرب الحمیر ی ہے جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے سات سو سال قبل ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہ ایمان لانے کا اعلان کر دیا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ اشعار بھی کہے تھے۔

شَہِدْتُّ عَلٰی اَحْمَدَ اَنَّہٗ
رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ بَارِئِ النَّسَمِ

میں گواہی دیتا ہوں اس بات پہ کہ حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں وہ اللہ جو روحوں کو پیدا کرنے والا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَلَوْ مُدَّ عُمْرِیْ اِلٰی عَصْرِہٖ
لَکُنْتُ وَزِیْرًا لَّہٗ وَابْنَ عَمٍّ

اگر میری عمر اِن کے زمانے تک باقی رہی تو میں اِن کا وزیر بنوں گا اور چچا زاد بیٹے کی طرح اِن کی معاونت کروں گا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اب لیجیے ابرہہ الاشرم ہاتھی والے کو تو!

تو وہ اس فوج میں محض ایک دستے کا سالار تھا جو اہل یمن کو ذونواس کے ظلم و ستم سے نجات دلانے کے لیے حبشہ سے شاہ حبشہ نجاشی کے حکم سے روانہ ہوئی تھی اور جس کا سپہ سالار اریاط نامی شخص تھا۔

اریاط نے ستر ہزار فوجیوں کے کثیر لشکر کے ساتھ ذنواس پہ چڑھائی کی اور اسے بدترین شکست سے دوچار کیا۔

ذونواس نے جب اپنی شکست کو دیکھا تو اپنے گھوڑے سمیت سمندر میں کودا اور ڈوب کے مر گیا۔

اور اہل یمن کو اس شکست کا بہت دکھ تھا جو اِن کے چہار سو پھیلا ہوا تھا اہل یمن میں سے کسی شخص نے کہا:

لَا كَدَوْسٍ وَّلَا كَاَ عْلَاقَ رَحْلِهٖ

یہ معاملہ دوس اور اس کے سفر کی مشکلوں کی طرح کا نہیں جس کا کوئی حل نہ ہو۔

اس کے یہ الفاظ عربوں میں ضرب المثل کی صورت اختیار کر گئے اور لوگ مدتوں اس کو استعمال کرتے رہے۔

اریاط نے جب حیرہ میں ذونواس کے خلاف فتح حاصل کی تو اس کے بعد برسوں وہ اس شہر پہ حکمرانی کرتا رہا۔

ادھر ابرہہ اریاط کے لشکر میں بددلی پھیلانے اور خاص کر کالے رنگ کے حبشیوں کو اس کے خلاف بھڑکانے میں مشغول تھا۔

ابرہہ ناٹے قد کا بدشکل اور بے اثر شخصیت کا مالک شخص تھا۔

اس کا ایک ہونٹ کٹا ہوا تھا جو دراصل کسی معرکے میں تلوار کے وار سے کٹا تھا۔

تاہم وہ بہت چرب زبان تھا اور لوگوں کو اپنی باتوں سے بہت جلد قائل کر لیتا تھا۔

اریاط کے خلاف اس کی سازش کو جب کچھ قوت حاصل ہوگئی تو اس نے دھوکے سے اریاط کو قتل کرا دیا اور خود یمن کا حاکم بن بیٹھا۔

شاہ حبشہ کو ابرہہ کے اس کے اقدام کی خبر ملی تو وہ بہت برافروختہ ہوا اور اس نے قسم کھالی کہ وہ کس صورت ابرہہ کو نہ چھوڑے گا جب تک کہ وہ اسے اس کے سر کے بالوں سے پکڑ کر نہ گھسیٹ لے اور جب تک اس کے مفتوحہ علاقوں کی مٹی پامال نہ کر لے۔

شاہ حبشہ کی اس قسم کی خبر جب ابرہہ تک پہنچی تو اس نے اپنے سر کے بال منڈوا ڈالے اور ان کو ایک برتن میں محفوظ کر لیا پھر اس نے ایک اور برتن لیا اور اس میں یمن کی مٹی ڈال دی۔

تب ابرہہ نے اپنا ایک قاصد شاہ حبشہ نجاشی کی طرف روانہ کیا اور اسے یہ دونوں برتن دیئے اور کہا: بادشاہ سے جا کر کہنا۔

ارياط تو صرف آپ کا ایک غلام تھا اور میں بھی آپ کا ایک غلام ہی ہوں ہمارے درمیان اگر اختلاف ہوا تو وہ آپ ہی کے احکامات کی تکمیل کے لیے تھا اس لیے کہ قابل اطاعت تو صرف آپ کا حکم ہے اور بات صرف اتنی ہے کہ میں حبشیوں کے معاملات میں ارياط کی نسبت زیادہ قوی، زیادہ منتظم زیادہ مقبول اور اس سے زیادہ ماہر سیاست دان تھا اس لیے میں نے اس پہ غلبہ پالیا۔ باقی رہی تیری قسم تو اس کے لیے تجھے یمن آنے کی کوئی ضرورت نہیں اس لیے کہ میں نے اپنے سر کے سارے بال تمہیں ارسال کر دیئے ہیں تو انھیں ہاتھ میں پکڑ لے اور یمن کی مٹی بھی ارسال کر دی ہے تاکہ تو اسے اپنے پاؤں میں ڈال کر اسے پامال کر سکے۔

شاہ حبشہ ابرہہ کے طبائع تفنّن پہ مسکرا دیا اور اس نے یمن پہ ابرہہ کی حکمرانی تسلیم کر لی۔

اس کے بعد ابرہہ نے یمن کے شہر صنعاء میں ایک بہت بڑا کلیسا تیار کرایا اور اس کی تزیین و آرائش کی حد کر دی دراصل اس کا خیال یہ تھا کہ وہ لوگوں کو اس گھر کی طرف راغب کرے گا تو لوگ کعبہ کا حج کرنا بھول جائیں گے اور اس کا یہ کلیسا عرب میں مرکزی مقام حاصل کر لے گا۔

پھر اس نے شاہ حبشہ کو خط لکھا۔

کہ میں تیرے لیے اس زمین کی سب سے خوبصورت عمارت بنائی ہے جہاں لوگ حج کیا کریں گے اور میں صرف اس کے بنانے ہی پہ اکتفاء نہ کروں گا بلکہ عربوں کے عزائم کا رخ بھی اس طرف پھیر دوں گا۔

یمن اور دیگر علاقوں کے عربوں میں اس کے خیالات کا شہرہ ہوا تو عربوں کا ایک شخص جو بنی فقیم بن

عدی بن عامر بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر میں سے تھا اور اس کا تعلق اہل نساۃ[18*] سے تھا، اٹھا اور اس نے ابرہہ کے اس شاندار کلیسا کو رفع حاجت کے لیے استعمال کرلیا۔

اس نے شاہ یمن ابرہہ کے لیے یہ پیغام چھوڑا کہ یہ جگہ جس پہ تو اتراتا پھرتا ہے حج کے قابل نہیں بلکہ اس قابل ہے جس کا اظہار میں نے کیا ہے۔

جب ابرہہ کو اس امر کی خبر ہوئی تو وہ غیظ وغضب سے بھر گیا اور لوگوں سے پوچھا یہ کام کس نے کیا ہے۔

اسے بتایا گیا کہ یہ کام عربوں کے ایک شخص کا ہے جس کا تعلق اُس گھر کے پاس رہنے والوں سے ہے جس کا لوگ حج کرتے ہیں۔

تب ابرہہ نے قسم کھائی کہ وہ ضرور اس گھر کی طرف جائے گا اور بیت اللہ کو گرا کر رہے گا۔

اس نے اپنے لشکروں کو تیاری کا حکم دیا اور پھر مکہ کا قصد کیا۔

اہل عرب اس امر سے آگاہ ہوئے تو انھوں نے اپنے اس گھر کو جس کی وجہ سے صدیوں سے ان کا شرف اور بزرگی قائم تھی بچانے کے بارے میں مشاورت کی اور فیصلہ یہ ہوا کہ ابرہہ کا راستہ روکا جائے گا اس سے جنگ کی جائے گی۔

سب سے پہلے یمن ہی کے قدیمی عربوں میں سے ذونفر نے ابرہہ سے لڑنے کے لیے عربوں کو ابھارا تو کئی عرب قبائل نے اس کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تاہم وہ اتنی قوت مجتمع نہ کر سکے جو ابرہہ سے مقابلے کے لیے کافی ثابت ہوتی اس کے باوجود انھوں نے ابرہہ کا راستہ روکا اور اُس سے جنگ کی۔

تاہم ذونفر اور اس کے ساتھی عرب قبائل کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور ابرہہ کا کثیر لشکر اِن پہ غالب آیا۔

ذونفر کو قیدی بنا کر ابرہہ کے سامنے پیش کیا گیا تو ابرہہ نے اس کے قتل کا حکم جاری کیا تاہم ذونفر نے اسے پکارا اور کہا:

تو مجھے قتل نہ کر ممکن ہے میرا آپ کے ساتھ رہنا آپ کو کچھ فائدہ دے جائے۔

ابرہہ نے کچھ دیر سوچا:

پھر اس کے قتل کا حکم واپس لے لیا اور اسے قید کرنے کا حکم دیا۔

ابرہہ پھر اپنی منزل کی جانب روانہ ہوا۔

اور اس کی منزل مکہ تھی اور بیت اللہ تھی جس کے خلاف اس کے دل میں بغض بھرا ہوا تھا۔

جب وہ سرزمین خثعم میں آیا تو عرب ایک بار پھر اس کے سامنے تھے۔

اور اب کی بار نفیل بن خبیب خثعمی اپنے لشکر کے ساتھ اس کے مقابلے پہ اترا اور نفیل نے اپنے اردگرد کئی عرب قبائل کو جمع کر رکھا تھا جو اپنے گھر کی حرمت پہ مر مٹنے کو تیار تھے۔

پھر نفیل اور ابرہہ کے لشکروں کا سامنا ہوا۔

اور نفیل کو بھی ابرہہ کے مقابلے میں شکست کا سامنا کرنا پڑا اور اس کو گرفتار کر کے ابرہہ کے سامنے پیش کیا گیا۔

نفیل نے ابرہہ سے کہا:

اے بادشاہ مجھے قتل نہ کر۔

اس لیے کہ میں سرزمین عرب میں آپ کی راہنمائی کر سکتا ہوں۔

ابرہہ نے اسے بھی قتل نہ کیا بلکہ اپنے ساتھ رکھ لیا۔

ابرہہ پھر آگے بڑھا اور ابھی وہ طائف سے پیچھے ہی تھا کہ اہل طائف کا وفد اس سے ملنے کو پہنچ گیا دراصل انھیں اس بات کا خوف تھا کہ کہیں ابرہہ ان کی عبادت گاہ لات کے بت کدے کو بھی تباہ نہ کر دے۔

اس لیے انھوں نے اپنے نقطہ نظر سے ابرہہ کو آگاہ کرنے لیے اپنے سردار مسعود بن متعب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف کو بعض دوسرے لوگوں کے ساتھ بھیجا۔

جنھوں نے ابرہہ سے کہا:

ہم تو تمھاری بات سننے والے اور اطاعت کرنے والے ہیں تم جس ارادے سے نکلے ہو ہم اس میں تمھاری مدد اور راہنمائی کرنے کے لیے بھی تیار ہیں چنانچہ انھوں نے ابورغال نامی شخص کو ابرہہ کے ساتھ کر دیا تا کہ وہ اس کی شہر مکہ کی طرف راہنمائی کر سکے۔

مگر ابو رغال راستے ہی میں مقام مُغمس [19*] پر پہنچ کر مر گیا اور اس کی قبر پہ لوگ پتھر برسایا کرتے اور تھوکا کرتے تھے اور اسے لعنتی کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔

اور ابرہہ مکہ شہر سے کچھ فاصلے پر مغمس کے مقام پہ ہی ٹھہر گیا۔

اہل مکہ کو معلوم تھا کہ ابرہہ ان کے سر پہ پہنچ چکا ہے۔

چنانچہ اس شب شہر سے باہر اوپر کی پہاڑیوں میں اہل قریش بنو ہذیل اور بنو کنانہ کے بڑوں کا اجلاس حضرت عبدالمطلب کی قیادت میں ہوا جس میں اس آفت پہ غور و فکر کیا گیا۔ اہل مکہ کے جوشیلے نوجوانوں کا کہنا تھا کہ اس وقت تک جنگ کی جائے جب تک کہ اُن کا آخری آدمی بھی اس گھر کی حرمت پہ قربان نہ ہو جائے۔

تب ابرہہ جو چاہیے کرتا رہے۔

مگر اہل قریش اور دیگر اہل مکہ جانتے تھے کہ وہ کسی صورت بھی اتنے بڑے لشکر کا سامنا کرنے کی قوت نہیں رکھتے اس لیے بحث و مباحثے کے بعد اس بات پہ فیصلہ ہو گیا کہ چونکہ یہ گھر اللہ کا ہے اس لیے انھیں یقین ہے کہ وہ اس کی حفاظت پہ قادر ہے اور وہ یقیناً اِن کی نظروں کے سامنے ہی اپنے گھر کی حفاظت کرے گا۔

وہ چونکہ اس آفت کے مقابلے کی قوت نہیں رکھتے اس لیے ایک طرف ہٹ جائیں گے۔

اُدھر ابرہہ نے اپنے سواروں کا ایک دستہ تیار کیا اور اسود بن مقصود کو اس کا سربراہ بنایا اور اسے کہا۔

کہ وہ اہل مکہ کی کیفیت دیکھے اور آ کر اسے بتائے کہ وہ مجھ سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں یا نہیں۔

اسود بن مقصود مکہ میں داخل ہوا تہامہ کے علاقے سے اہل مکہ کے بہت سے اونٹ ہانک کر لے گیا۔

اس کے بعد ابرہہ نے حناطہ الحمیر ی کو مکہ روانہ کیا اور اسے کہا:

اہل مکہ کو میرا پیغام پہنچا دو کہ میں اُن کی قتل و غارت پہ راضی نہیں بلکہ اگر وہ میرے راستے میں نہ آئیں تو میں اِن سے کوئی تعرض نہیں کروں گا میں صرف اس گھر کو گرانا چاہتا ہوں۔

حناطہ الحمری مکہ پہنچا اور اُن سے پوچھا؟

تمھارا سردار کون ہے۔

لوگوں نے اُسے بتایا کہ اُن کا سردار عبدالمطلب بن ہاشم ہے۔

چنانچہ وہ حضرت عبدالمطلب کے پاس پہنچا اور اسے ابرہہ کا پیغام پہنچایا۔

تو حضرت عبدالمطلب نے کہا:

ہم تمھارے بادشاہ سے مقابلے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔

تب حناطہ نے انھیں ساتھ لیا اور ابرہہ کی طرف چل نکلا۔

مورخین نے بیان کیا:

کہ تب حضرت عبدالمطلب کے ساتھ اُن کے بیٹے بھی تھے اور بنو ہذیل اور بنو کنانہ کے کچھ دوسرے لوگ بھی تھے۔

حضرت عبدالمطلب جب ابرہہ کے مستقر میں پہنچے تو انھیں زنجیروں میں جکڑا ذونفر دکھائی دیا۔

وہ اس کی طرف گئے اور ذونفر سے کہا:

کیا وہ اِن کی کوئی مدد کرسکتا ہے۔

ذونفر نے کہا:

کوئی ایسا شخص جس کو یہ معلوم نہ ہو کہ اسے صبح قتل کیا جاتا ہے یا شام کو تو وہ کسی کی کیا مدد کرسکتا ہے۔

تاہم پھر اُس نے کہا:

ابرہہ کے ہاتھیوں کا سائیس اس کا دوست ہے جس کا نام انیس ہے۔

وہ اُس سے کہے گا کہ وہ تمھاری کوئی مدد کرے۔

چنانچہ ذونفر نے انیس سے کہا:

یہ عبدالمطلب ہیں اہل مکہ کی آنکھ کی پتلی ہیں مکہ کے چشموں کے مالک ہیں یہ میدانوں میں انسانوں کی اور پہاڑوں میں وحشی جانوروں کی ضیافت کرنے والے ہیں عربوں کے سردار ہیں اور اُن کا مجھ پہ حق ہے اس لیے بادشاہ سے اِن کی ملاقات کرادو۔

انیس نے ہامی بھرلی۔

چنانچہ ابرہہ کے ہاتھیوں کے سائیس انیس نے ابرہہ سے حضرت عبدالمطلب کا ذکر کیا اور کہا کہ انھیں ملنے کی اجازت عطا فرمائی جائے۔

بادشاہ نے حضرت عبدالمطلب سے ملنے پہ آمادگی ظاہر کردی تو حضرت عبدالمطلب اپنے ساتھیوں

کے ساتھ اس کے پاس پہنچے۔

ابرہہ حضرت عبدالمطلب کی وجاہت اور شخصیت کے رعب میں آ گیا اور اس نے انھیں اپنے پاس بٹھایا۔

اور اُن سے کہا:

میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا۔

تمھارے آدمی میرے سینکڑوں اونٹ ہانک لائے ہیں وہ مجھے واپس چاہییں

ابرہہ نے کہا!

مجھے آپ کے سوال سے مایوسی ہوئی ہے"۔

میں نے سوچا تھا آپ مجھ سے اپنے متبرک گھر کے بارے میں بات کریں گے"۔

ابرہہ نے کہا!

میں اُن اونٹوں کا مالک ہوں اس لیے اونٹوں کی بات کی ہے"۔

رہا اس گھر کا معاملہ تو اِس کا بھی ایک مالک ہے وہ جانے اور تو جانے"۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا۔

آپ کا کیا خیال ہے کہ اس گھر کا مالک مجھے روک لے گا"۔

ابرہہ نے سوال کیا"۔

ہمارا تو یہی خیال ہے"۔

حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا"۔

اور اٹھ کھڑے ہوئے"۔

ابرہہ نے اُن کے اونٹ اُن کے حوالے کر دیئے"۔

بعض مورخین نے [20*] یہ بھی لکھا ہے کہ اہل مکہ میں سے بنو بکر کے سردار یعمر بن عدی اور بنو ہذیل کے سردار خویلد بن واثلہ نے ابرہہ کو یہ پیشکش کی تھی کہ اگر وہ بیت اللہ کو گزند پہنچائے بغیر واپس چلا جائے تو اسے تہامہ کی آمدنی کا ایک تہائی حصہ ادا کیا جائے گا۔

مگر ابرہہ نے انکار کر دیا''۔

ابرہہ سے اپنے اونٹ چھڑا لانے کے بعد حضرت عبدالمطلب نے اہل مکہ کو حکم دیا کہ وہ شہر خالی کر کے ملحقہ پہاڑوں پہ چلے جائیں تا کہ ابرہہ کی افواج انھیں کوئی گزند نہ پہنچا سکیں چنانچہ لوگوں نے شہر خالی کر دیا۔

ازاں بعد حضرت عبدالمطلب خود اپنے بیٹوں اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ بیت اللہ میں آئے اور کعبہ کے پردوں کو پکڑ کر یہ اشعار کہے:

لاَ ھُمَّ اِنَّ الْمَرْءَ یَمْنَعُ
رَحْلَہٗ فَامْنَعْ حِلاَ لَکُ

خدایا: انسان اپنے مسکن اور سامان کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اِن لوگوں کی حفاظت کر جو تیرے گھر میں آباد ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لاَ یَغْلِبَنَّ صَلِیْبُھُمْ
وَ مِحَا لُھُمْ اَبَدًا مِحَالِکُ

کہیں ایسا نہ ہو کہ اِن کی صلیب اور اِن کی طاقت تیری طاقت پہ غالب آ جائے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اِن کُنْتَ تَا رِ کَھُمْ
وَکَعْبَتَنَا فَامْرٌ مابَدَالکُ

اگر تُو انھیں کھلی چھٹی دے دے گا کہ وہ کعبے کے ساتھ جو چاہے کریں تو پھر کوئی خاص بات ہوگی جو تجھے سوجھی ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَلَئِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّہ'
اَمْرُیَتِمُّ بِہٖ فِعَا لُکُ

اگر تو ایسا کرے گا تو پھر ظاہر ہے کہ تیرا کام پورا ہو کر رہے گا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اِسْمَعْ بِسارَ جَسِ مَا اَرَا
دُوا لعَدُوَا وَانتھکُوْا حِلَالکَ

جس پلید ترین بات کا ارادہ انھوں نے کر رکھا ہے وہ سن لے۔ وہ یہ ہے کہ مکہ میں ظلم اور تمھارے مکینوں کی بے حرمتی کی جائے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

جَرّوْا جَمِیْعَ بِلَا دِ ھِمْ
وَالِفیْلَ کَیْ یَسْبُوا عِیَا لَکَ

وہ تمام ممالک کی افواج اور ہاتھیوں کو تیرے اعیال کو قید کرنے کے لیے کھینچ لائے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

عَمَدُوْا حِمَاكَ بِكَيْدِ هِمْ
جَهْلًا وَمَا رَقَبُوا جَلَا لَكَ

انھوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے محفوظ کی ہوئی جگہ کا حیلہ ومکر کے ساتھ قصد کیا ہے اور انھوں نے تیرے جلال کا قطعاً کوئی خیال نہیں کیا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

حضرت عبدالمطلب کے بعد قریش کے ایک اور صاحب اثر آدمی عکرمہ بن عامر بن ہاشم نے کعبہ کے پردوں کو پکڑ کر یہ اشعار کہیے۔

لَا هُمَّ اَخِزِ الاَسْوَدَ بن مَقْصُودْ
بَيْنَ لَهُجَمْةَ فِيهَا التَقْلِيْدَ

خدایا : اسود بن مقصود کو رسوا کر جس نے میرے اونٹ لے لیے ہیں اور ان اونٹوں پر خاص میری علامت لگی ہوئی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

بَيْنَ حِرَاءٍ و ثَبِيْرِ فَا لْبِيْد
يَحْبِسُهَا وَهِىَ ا ولاَت التَطْرِيْد

کہ جس نے کوہ حرا اور ثبیر کی درمیانی وادیوں اور جنگلوں میں آزادی سے پھرنے والے اونٹوں کو باندھ رکھا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَضَمَّهَا اِلَى طَمَاطِمَ سُوْدٍ
اَخْفِرْهُ يَارَبِّ وَاَنْتَ مَحْمُودُ

پھر اس نے انھیں کالے رنگ کے عجمیوں کے ساتھ شامل کیا ہے خدایا تو محمود ہے اِن کے ارادوں کو توڑ کر رکھ دے۔

شہر مکہ کے باسی مکہ کی پہاڑیوں پہ پناہ گیزیں تھے اور اِن کی نظریں اللہ کے گھر کی طرف لگی تھیں اور انھیں قوی یقین تھا کہ اللہ کے اس گھر کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا وہ اس بات کے منتظر تھے کہ اللہ نے بیت اللہ کے مالک نے ابرہہ کے بارے میں کیا فیصلہ فرمایا ہے۔

جب سورج طلوع ہوا تو ابرہہ کا بد دماغ اور گمراہ لشکر بھی بیدار ہوا۔

ابرہہ نے اِن کو حکم دیا کہ آج مکہ پہ حملہ کیا جائے گا اور اللہ کے گھر کو تباہ کر دیا جائے گا مگر شاید وہ نہیں جانتے تھے کہ اُن کے بارے میں اللہ نے ایسا فیصلہ کیا ہے کہ وہ قیامت تک لوگوں کے لیے عبرت کا نشان بن کے رہ جائیں گے۔

اُس دن صبح ہی سے اس کے لشکر میں ایک ہلچل تھی اور وہ لوگ ایک آسان ہدف کی تیاریوں میں مگن اور خوش تھے۔

تب ابرہہ نکلا اور اس کی فوج مکہ پہ حملے کے لیے تیار تھی۔

اس نے اپنے ہاتھیوں کا رخ مکہ کی طرف کیا۔

خاص اُس کے اپنے ہاتھی کا نام محمود تھا جس پہ وہ اس روز سوار تھا۔

پھر جانے کہاں سے نفیل بن حبیب برآمد ہوا اور ابرہہ کے ہاتھی محمود کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ آگے بڑھا اور اس نے ابرہہ کے ہاتھی محمود کے کان کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اپنا منہ اس کے قریب لے گیا۔

اس نے ہاتھی سے کہا:

خبردار تو بلد الحرام میں ہے اللہ کے عظمت والے گھر کی طرف قدم مت اٹھا اور یہیں بیٹھ جا۔

اُس کا اتنا کہنا تھا کہ ابرہہ کا ہاتھی محمود زمین پہ بیٹھ گیا۔

نفیل بن حبیب اپنا کام کر چکا تھا اس لیے اِدھر اُدھر ہو گیا۔

ابرہہ کے لوگ اس کو تلاش کرتے رہے مگر وہ اس جگہ جا نکلا جہاں اہل مکہ بیٹھے ہوئے تھے۔

ابرہہ کے ہاتھی کا مہاوت ہاتھی کو اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

اُس نے ہزار جتن کر دیکھے مگر ہاتھی نہ اٹھا۔

انھوں نے ہاتھی کے سر پہ کلہاڑیاں ماریں اس کے پہلوؤں کو اپنے نیزوں سے چھید ڈالا۔

اُس کے جسم سے خون رسنے لگا مگر اُس نے اٹھنے کا نام نہ لیا۔

پھر انھوں نے اس کا رخ شام کی طرف کیا تو ہاتھی اٹھ کھڑا ہوا اور بھاگ نکلا۔

انھوں نے اسے پکڑا اور اس کا رخ مشرق کی طرف کر کے دوڑایا ہاتھی نے کوئی اعتراض نہ کیا۔

مگر جب انھوں نے اس کا رخ مکہ کی طرف کیا تو ہاتھی پھر سے بیٹھ گیا اور اٹھنے کا نام نہ لیا پھر لوگوں نے دیکھا کہ سمندر کی طرف سے ابابیلوں کا ایک جھنڈ سا آیا ہر پرندے کی چونچ میں ایک پتھر تھا اور دونوں پاؤں میں بھی ایک ایک پتھر تھا۔

یہ پتھر حجم میں چنے یا مسور کی دال جتنے تھے۔

انھوں نے یہ پتھر ابرہہ کے لشکر پہ گرانے شروع کر دیئے۔

ابرہہ کی فوج میں سے جس کو بھی یہ پتھر لگتا وہ فوراً ہی تڑپنے لگتا اور مر جاتا۔ ابرہہ کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔

وہ راستے کو تلاش کرنے کے لیے نفیل کو کھوج رہے تھے۔

مگر نفیل اب اِن کے ہاتھ آنے والا نہ تھا۔

الغرض اُن پہ اللہ کا ایسا عذاب نازل ہوا کہ تاریخ میں جس کی نظیر نہیں ملتی۔

ابرہہ کا لشکر جان بچانے کے لیے بھاگ رہا تھا اور اس کی حالت بہت بری تھی جس کسی کو بھی وہ پتھر لگا وہ وہیں تڑپ کر مر گیا۔

جو بھاگ سکتے تھے وہ بھاگ نکلے۔

خود ابرہہ کا حال سب سے اذیت ناک تھا۔

اس کو پرندوں کے بہت سے پتھر لگے تھے۔

مگر اللہ تعالیٰ اس کو اس قدر جلد نہ مارنا چاہتا تھا اس لیے کہ اس کی غلطی اور تکبر معافی کے لائق نہ تھا۔

جب وہ اپنے بچے کھچے ساتھیوں کے ساتھ واپس جا رہا تھا تو اس کی انگلیاں ایک ایک کر کے اس کے جسم سے الگ ہو رہی تھیں جب اس کی کوئی انگلی گرتی تو وہاں سے دیر تک پیپ اور لہو بہتا رہتا۔

وہ مر جانا چاہتا تھا مگر موت کو کوئی جلدی نہ تھی اور ہر پل اس کی اذیت میں اضافہ کر رہی تھی۔

جب وہ صنعا کے مقام پر پہنچا تو اس کی حالت کسی بیمار چوزے سے بھی بدتر تھی اور وہ نشان عبرت تھا

۔

اس کے جسم کے اعضاء ایک ایک کر کے گرتے رہے اور گوشت کا ایک لوتھڑا سا بن کے رہ گیا۔

پھر لوگوں نے دیکھا اور آنے والے لوگوں کے لیے بیان کیا کہ ابرہہ ابھی زندہ ہی تھا جب اس کا سینہ پھٹ گیا اور اس کا دل باہر نکل آیا اس طرح وہ ایک اذیت ناک موت مرا اور اس کا لشکر بے نام و نشان ہو کے رہ گیا۔

جب اللہ کے بھیجے ہوئے پرندے اپنا عذاب ابرہہ اور اس کے ساتھیوں پہ انڈیل رہے تھے تب نفیل بن حبیب ایک پہاڑی پہ مزے سے بیٹھا ہوا تھا۔

تب اس نے یہ اشعار کہے:

اِنَّ آيَاتِ رَبِّنَا سَاطِعَاتٌ

لَا يُمَارِىْ بِهِنَّ اِلَّا الْكَفُوْر

ہمارے رب کی نشانیاں روشن ہیں سخت انکار کرنے والے کے سوا کوئی دوسرا ان کے ضمن میں جھگڑا نہیں کرتا۔

حَبَسَ الفیل بالمُغَمّس حَتّٰی
مَرَّ یَعْوِیْ کَأَنَّہٗ مَعْقُورُ

اس نے مغمس میں ہاتھی کو روک دیا اور پھر وہ اس طرح چلاتا ہوا گیا جیسے کسی اونٹ کی ٹانگ کاٹ دی گئی ہو۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَیْنَ المَفَرُّو الا لٰہُ الطَّالِبُ
والاَ شرَمِ المَغْلُوبُ لَیْسَ العَالِب

اب تم بھاگ کر کہاں جاؤ گے۔اب تو اللہ کا عذاب تمہیں ڈھونڈ رہا ہے۔ابرہہ اشرم مغلوب ہے غالب نہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

أَ لَا حُیّیْتِر عَنَّا یَا رُدَیْنَا
نَعِمْنَا کُمْ مَعَ الا صباح عَیْنَا

اے رُدینہ: خدا تجھے سلامت رکھے اور صبح کے وقت تمھاری وجہ سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

رُدَیَنَہُ لَورَأَیْتِر فلا تِریہ
لَدَی جَنْبِ المُحَصّب مارَأَیْنَا

اے رودینہ: جو کچھ ہم نے مصعب کے پاس دیکھا ہے اے کاش تو دیکھ لیتی مگر خدا کرے تُو نہ دیکھے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اِذًا لَعَذَرْتِنِیْ وَ حَمِدْتِ اَمرِی
وَلَمْ تأسَیْ عَلَی مَا فَاتَ بَیْنَا

تُو تو مجھے معذور سمجھتی اور میری تعریف کرتی اور جو کچھ ہم سے جاتا رہا ہے اس پر غم نہ کرتی۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

حَمِدتُ اللّٰہ َاِذْ اَبْصَرْتُ طَیْرًا
وخِفْتُ حِجَارَۃً تُلْقَی عَلَیْنَا

جب میں نے پرندوں کو دیکھا تو اللہ کی تعریف کی اور اُن پتھروں سے ڈرا جو ہم پر پھینکے جا رہے تھے۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

وَکلُّ القَوْمِ یَسَأَلَ عَنْ نُفَیْلٍ
کَأ نَّ عَلَیَّ لِلحُبْشَانِ دَیْنَا

سب لوگ نفیل کے متعلق پوچھ رہے تھے جیسے میرے ذمے اِن حبشیوں کا کوئی قرض ہو۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

چنانچہ مورخین نے لکھا ہے کہ جب ابرہہ کا لشکر واپسی کے لیے مڑا تو اس میں شدید ابتری تھی کسی کو کسی کا حال معلوم نہ تھا۔وہ یوں بھاگ رہے تھے جیسے انھوں نے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔ابرہہ کا جسم ریزہ ریزہ ہو رہا تھا تو اس کے لشکر کا بھی یہی حال تھا۔کوئی یہاں مر رہا تھا تو کوئی وہاں۔وہ جگہ جگہ گر رہے

تھے۔کوئی چشمے پہ مر گیا تو کوئی اپنی سواری پہ مرا پڑا تھا۔کسی کی لاش کو اُس کا اپنا ہی لشکر روندر ہا تھا تو کسی کی لاش کو اس کی سواری اپنے پیچھے گھسیٹ رہی تھی۔عرب مورخین نے بیان کیا ہے کہ انھوں اسی سال سب سے پہلے عرب میں خسرہ اور چیچک جیسی بیماریاں دیکھیں تھیں۔نیز کڑوے درخت مثلاً حرمل اور حنظل بھی اسی سال پہلے پہل دیکھے گئے۔جب اللہ تعالیٰ نے حبشیوں کو مکے سے باہر دھکیل دیا اور اِن پر جو عذاب نازل کرنا تھا کر دیا تو عربوں نے قریش کی اور بھی زیادہ تعظیم کرنا شروع کر دی۔لوگ کہا کرتے کہ یہ اللہ کے گھر والے ہیں اللہ نے اِن کی طرف سے جنگ کی تھی اور انھیں دشمن کے ساتھ جنگ کرنے کی تکلیف سے بچا لیا۔چنانچہ اہل عرب کے شعرا نے قریش کی مدح میں بہت سے اشعار جن میں سے کچھ یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

تَنَكَّلُوا عَنْ بَطْنِ مَكَّةَ اِنهَّا
كَا نَتْ قَدِيمًا لَا يُرَام حَرِيْمُهَا

بطن مکہ سے ہٹ جاؤ کیونکہ قدیم زمانے سے ہی کوئی شخص اس کے حرم کا قصد نہ کر سکتا تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لَمْ تُخْلَقِ الشِعْرٰى لَيَالِىَ حُرّمِتَ
اِذْ لَا عَزِيْزَ مَنَ الأ نَامِ يَرُوْمُهَا

جس زمانے میں یہ شہر حرام قرار دیا گیا اس زمانے میں شعریٰ بھی پیدا نہ ہوا تھا اس وقت کوئی طاقتور انسان اس کا قصد نہ کر سکتا تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

سَائِلْ اُمیرَ الحَبْشِ عَنْهَا مَارَأی
ولسَوَفَ یُنبِئی الجَاهِلِیْنَ عَلَیْمُهَا

ذرا حبشیوں کے سردار سے پوچھو کہ اس نے کیا کچھ دیکھا باخبر انسان ناواقفوں کو عنقریب بتا دے گا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

سِتُّونَ اَلْفًا لَمْ یَؤُوبُوا اَرْضَهُمْ
بَلْ لَمْ یَعِش بَعْدَ الایَابِ سَقِیْمُهَا

یہ ساٹھ ہزار تھے جو اپنے ملک واپس نہ جا سکے بلکہ واپسی کے بعد بھی اِن کا کوئی بیمار زندہ نہ رہ سکا[*21]۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

تاریخ مدینہ

مکہ رحمتوں کا شہر ہے تو مدینہ محبتوں کا شہر ہے۔شہر مکہ میں اللہ کا گھر ہے تو شہر مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر ہے۔شہر مکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو شہر مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔شہر مکہ کی گلیوں نے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کا بوسا لیا ہے تو شہر مدینہ نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت میں بہت سی ساعتیں بتائیں۔اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے پہاڑوں حرا اور ثور سے محبت کا اظہار کیا ہے تو مدینہ میں بھی احد اور قار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبتوں کا محور رہے۔مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غم خواری حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کی تو مدینہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبتوں کا محور تھیں۔اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا مکہ میں تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت انصارِ مدینہ کے حصے آئی۔مکہ کی فضیلتیں بے پناہ ہیں تو مدینہ کے فضائل بھی گنے نہیں جاتے۔مسلمان مکہ میں حکم کے تحت جاتے ہیں تو مدینہ میں محبت کے تحت۔اگر شہر مکہ حرم ہے تو شہر مدینہ بھی حرم ہے۔اس لیے مسلمانوں نے اِن دونوں شہروں میں کبھی کسی شہر ایک کو دوسرے پر برتری عطا نہیں فرمائی

بلکہ دونوں شہر یکساں اُن کی محبت کا محور رہے ہیں اور دونوں ہی شہر اللہ کی رحمت کے سائے میں ہیں۔ شہر مدینہ کی تاریخ کے بارے میں علماء کا کہنا ہے کہ یہ شہر طوفانِ نوح کے بعد آباد ہوا۔ طوفانِ نوح کے بعد جب لوگ کشتی سے اترے تو اِن کی تعداد اسی تھی۔ وہ لوگ بابل میں کسی مقام پہ اترے تھے۔ اِن میں حضرت نوح علیہ السلام کے کئی بیٹے بھی شامل تھے۔ عملیق اور طسم سام بن نوح کے بیٹے تھے۔ جبکہ عاد اور عبیل عوص کے بیٹے تھے یعنی سام کے پوتے اور حضرت نوح علیہ السلام کے پڑپوتے تھے۔ عاد کی اولاد سے عربوں کی ایک عظیم قوم نے جنم لیا جن کو عادِ ارم کہہ کر پکارا گیا۔ اِن کا تفصیلی تذکرہ گزر چکا ہے۔ عوص کے دوسرے بیٹے عبیل یثرب میں ٹھہرے۔ یاد رہے کہ یثرب عبیل ہی کی اولاد سے تھا اس لیے کہ ابوالقاسم زجاجی نے روایت کی ہے کہ طوفانِ نوح کے بعد جب لوگ بکھرے تو مدینہ میں آباد ہونے والا سب سے پہلا شخص یثرب بن قانیہ بن مہلائیل بن ارم بن عوص بن ارم بن سام بن نوح تھا۔ اسی وجہ سے اس بستی کا نام یثرب پڑا۔ یاقوت حموی کے مطابق مدینہ میں سب سے پہلے کھیتی باڑی کرنے والے لوگ جنھوں نے اِن علاقوں میں کھجور کاشت کی اور اپنے لیے گھر بنائے وہ عملیق تھے۔ یہ لوگ بھی حضرت نوح علیہ السلام ہی کی اولاد تھے اِن کا نسب یوں بیان کیا گیا ہے۔ عملاق بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ عمالیق بہت سے شہروں میں پھیل گئے تھے اللہ نے اِن کو کثیر اولاد اور اموال عطا کیے۔ جب انھوں نے طاقت حاصل کر لی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں بہت سے ملک اور سلطنتیں عطا فرمائیں۔ بحرین وعمان سے لے کر شام وحجاز تک حتیٰ کہ مصر تک انھی کا تصرف تھا، فراعنہ مصر انھی کی اولاد تھے۔

حجاز میں ان کا حکمران ارقم بن ارقم تھا۔ اِن کی عمریں بہت دراز تھیں اور عیش بہت فراغ تھے۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ اُن کے لوگ چار پانچ سو سال تک زندہ رہتے تھے اور اِن کے ہاں چار چار سو سال تک رونے کی آواز نہ آتی تھی نہ اِن کے ہاں سے کوئی جنازہ اٹھتا تھا۔ یہودیوں کی مدینہ میں آمد کے متعلق کئی مورخین نے مختلف خیال ظاہر کیے ہیں اگرچہ اِن میں کہیں کہیں مطابقت پائی جاتی ہے۔ علامہ زرین عراقی کے مطابق ابوالمنذ رمشرقی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی عبداللہ بن حنظلہ غسیل رضی اللہ عنہ کی زبانی سنا کہ پرانے زمانوں میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بہت سے ساتھیوں کے ہمراہ بیت اللہ کے حج کو آئے اور حج کیا پھر واپسی پر جب وہ مدینہ میں رکے تو انھوں نے تورات میں بیان کی گئی نشانیوں کی بنا پر جانا کہ یہ تو وہی شہر ہے جہاں خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے تشریف لائیں گے

تو اُن کے بہت سے ساتھیوں نے مصر واپس جانے سے انکار کر دیا اور حضرت موسیٰ ؑ سے کہا کہ وہ چلیں جائیں ہم تو یہیں رہ کر اس آنے والے نبی کا انتظار کریں گے۔ اس طرح یہودی پہلی بار مدینہ میں بس رہے۔ انھوں نے بنی قینقاع نامہ بستی میں اپنے خیمے لگائے اگرچہ دوسرے مورخین[22*] نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اِن سے قبل بھی یہاں عملیق کے کچھ قبائل آباد ہو چکے تھے جو ابن عبیل تھے جنھیں جب یہاں سے نکال دیا گیا تو جحفہ میں جا ٹھہرے پھر جحفہ میں ایک بہت بڑا سیلاب آیا اور اس قوم کو بہا کر لے گیا۔ اس سیلاب کا ذکر عرب شعرا نے ایک مرثیے میں کیا ہے مگر مجھے وہ مرثیہ کہیں سے نہیں ملا اس لیے اُس مرثیہ کے اشعار پیش کرنے سے قاصر ہوں۔ اس مرثیہ کے کچھ اشعار کا ترجمہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔

جودی پہاڑ کی آنکھ عبیل پر تھی۔
کیا مرنے والا شخص بھی کبھی واپس آیا کرتا ہے۔
جس کی سفیدی سیاہی سے بدل جائے وہ داستان ہو جاتا ہے۔
انھوں نے یثرب کو آباد کیا۔
وہاں نہ تو پلیک کا درخت تھا۔
نہ کوئی چیخنے والا نہ کوہان والا۔
یہاں کی زمین نرم تھی۔
اور انھوں نے پانی کا بھی انتظام کر لیا تھا۔
پھر انھوں نے کثرت سے درخت لگائے۔
اور کھجور تو جیسے اُن کے گھر کا پودا بن گیا۔
پھر جحفہ نے بھی اِن کو پناہ نہ دی۔
پھر آسمان اِن پہ رویا اور ان کا نام و نشان مٹ گیا۔

****

علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودیؒ نے وفا الوفا میں[*23] ابن زبالہ کی اس بات کو درج کیا ہے کہ قدیم زمانوں میں صعل اور فالج نامی قبیلے مدینہ میں رہا کرتے تھے جنھوں نے حضرت داؤد علیہ ﷺ سے جنگ کی تھی اور اِس بات کو ابن زبالہ نے مدینہ کے بڑے بوڑھوں سے سنا تھا۔ ابن زبالہ نے کہا کہ حضرت داؤد ﷺ نے اِن لوگوں کے لیے بددُعا کی اور اللہ نے اِن لوگوں پہ ایک کیڑا مسلط کر دیا وہ کیڑہ اہل مدینہ کی گردن میں نمودار ہوتا اور وہ شخص فوراُ ہی مر جاتا۔

اس کے علاقوں کی میدانی اور پتھریلی جگہوں پہ انھی لوگوں کی قبریں تھیں جرف کی طرف بھی انھی لوگوں کی قبریں تھیں اس قوم سے صرف ایک عورت بچی تھی۔

اور اس عورت کا نام زہرہ تھا۔

اُس نے ایک آدمی سے اجرت طے کی کہ وہ اسے یہاں سے بہت دور لے جائے۔

اس شخص نے زہرا سے کہا:

میں اجرت کا مال پہلے لوں گا۔

زہرا مان گئی۔

اس شخص نے اجرت کا مال لیا اور اسے کسی جگہ محفوظ کرنے کے لیے چلا گیا۔

پھر وہ بہت دِنوں تک نہ آیا۔

زہرا اس کا انتظار کرتی رہی۔

جب وہ آیا تو زہرا نے اسے کہا۔

میں تو جانتی ہوں کہ تم نے دیر کر دی ہے۔

اس لیے جب زہرا اس کے ساتھ جانے کے لیے سواری پہ سوار ہوئی تو اسے بھی اپنی گردن میں درد محسوس ہوا۔

یہ دیکھ کر اس شخص نے کہا:

مجھے تو لگتا ہے کہ تجھے بھی حضرت داؤد ﷺ نے پکڑ لیا ہے۔

اس عورت نے کہا۔

ہاں۔

یہ وہی ہے جس نے میری تمام قوم ختم کردی۔

پھر اُس نے کہا:

کچھ جسم فنا ہو جاتے ہیں اور مال محفوظ رہ جاتا ہے۔

اور یہ سب کچھ زہرہ اور زنون میں ہوتا ہے۔

اور اس فقرے کا شمار اہل عرب کی قدیم امثال میں کیا جاتا ہے۔

پھر وہ گری اور مرگئی۔[*24]

یہاں بیان تو اُن لوگوں کا ہے جنھوں نے اول اول شہر مدینہ کو آباد کیا مگر ہمارے دل میں بس انھی دِنوں کا بسیرہ ہے جب اس کی گلیاں رسول اللہ ﷺ کی رونق سے آباد تھیں اس کے نخلستانوں میں اس وجود مسعود کی خوشبو تھی تو اس کے ویرانوں میں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے گھوڑے دوڑتے تھے۔

شہر مدینہ کے اولین باسی

مورخین کی اس بارے میں رائے مختلف ہے کہ شہر مدینہ کے اولین باسی یہودی تھے یا وہ عملیق قبائل تھے جو حضرت نوحؑ کی اولاد سے تھے۔ اگرچہ یہودی بھی حضرت نوحؑ ہی کی اولاد ہیں کہ نوحؑ کی کشتی کے مسافر جب بابل میں اترے اور وہاں اِن لوگوں کی کثرت ہوگئی تو نمرود بن کنعان بن حام اِن کا بادشاہ ہوگیا۔ اُن میں قِسم قِسم کی بولیاں رواج پا گئیں۔ چنانچہ جن لوگوں کی زبان عربی (عبرانی) تھی ان میں ثمود، جدیس، عملیق اور طسم شامل تھے۔ انھیں میں سے اہل عرب نے جنم لیا۔ ابن زبالہ کے حوالے سے امام سمہودی نے وفا الوفا[25 *] میں بیان کیا ہے کہ اُن سے عروہ بن زبیرؓ نے بیان کیا کہ عمالیق جب شہروں میں پھیل گئے مکہ مدینہ اور پورا حجاز ان کے زیر تسلط آ گیا تو اِن میں سرکشی آ گئی جس کو دور کرنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد اِن پہ چڑھائی کی۔

حضرت موسیٰؑ نے اپنی فوج کے سپہ سالار سے کہا۔

سنو: جب تم حجاز پہنچو تو کسی سمجھ دار پہ پہل نہ کرنا۔

جب غلبہ پالو تو اِن سب کو قتل کر دینا۔

کیونکہ وہ سرکش ہو گئے ہیں۔

وہ لشکر حجاز کی طرف آیا اور اللہ نے اسے غلبہ عطا فرمایا۔

پھر وہ لوگ انھیں قتل کرنے لگے حتیٰ کہ انھوں نے ارقم بن ارقم کو بھی قتل کر دیا۔

تاہم جب وہ اس کے بیٹے کو قتل کرنے لگے تو انھیں اس پہ رحم آ گیا۔

اس لیے کہ وہ نہایت خوبصورت تھا۔

انھوں نے اسے قتل نہ کیا بلکہ اسے اپنے ساتھ لے گئے۔

جب وہ مصر پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے تھے۔

تاہم انھوں نے اپنے لوگوں سے کہا:

کہ اللہ نے ہمیں فتح عطا فرمائی ہے۔

اور ہم نے اُن سب کو قتل کر دیا ہے سوائے اس لڑکے کے ہم نے اسے اس لیے نہیں مارا تھا کہ یہ بہت خوبصورت لڑکا ہے ہم نے سوچا کہ اس بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رائے لیں گے۔

تب یہودیوں نے اُن سے کہا:

اس لڑکے کو زندہ چھوڑ دینا تمھاری غلطی ہے اس لیے اب تم کبھی ہمارے شہروں میں داخل نہ ہو سکو گے۔

اِن لوگوں نے کہا:

اگر تم ہمیں اپنے شہروں میں داخل ہونے سے روکتے ہو تو ہمارے لیے اُن شہروں سے بہتر اور کوئی شہر نہیں جہاں سے ہم آئے ہیں۔

اس طرح وہ دوبارہ حجاز کی طرف لوٹ آئے اور یہ پہلے یہودی قبائل تھے جو خیبر اور اس کی نواحی بستیوں میں آباد ہوئے۔

****

دیگر کچھ مورخین کا کہنا یہ ہے کہ یہ مدینہ کے اولین باسی نہ تھے بلکہ اُن سے پہلے بھی کئی قبائل مدینہ میں آباد تھے جن کی طرف اللہ کے انبیاء بھی آتے رہے۔ چنانچہ ابن زبالہ ہی نے عثمان بن عبدالرحمان سے روایت کی ہے کہ اُن لوگوں نے جماء نامی پہاڑ کی ایک کھو میں ایک قبر دیکھی جس پہ ایک پتھر رکھا تھا اور اس پتھر پہ ایک تحریر تھی جسے ہم پڑھنا نہ جانتے تھے پھر وہ پتھر مدتوں ہمارے پاس رہا حتیٰ کہ ایک یمنی شخص نے اسے پڑھا اس پہ لکھا تھا۔

میں اللہ کا بندہ ہوں اور اللہ کے رسول سلیمان بن داوٗد کا رسول ہوں اور مجھے اہل یثرب کی طرف مبعوث کیا گیا تھا۔

ابن نجار کے ایک عالم نے بیان کیا کہ ؛

قوم یہود کے علماء تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات دیکھتے تھے اور انھیں یہ بھی علم تھا کہ آپ اس سرزمین پہ تشریف لائیں گے جہاں دو حروں کے درمیان کھجور کے بہت سے درخت ہوں گے۔ چنانچہ وہ شام سے کسی ایسے ہی مقام کی تلاش میں نکلے۔

جب انھوں نے تیماء کے علاقے کو دیکھا اور محسوس کیا کہ یہاں بہت سے درخت ہیں تو اُن کا ایک گروہ وہیں رُک گیا مگر اُن کا دوسرا گروہ اپنی اِس تلاش سے مطمئن نہ تھا۔

اس لیے انھوں نے اپنی تلاش جاری رکھی۔

اِن میں سے کچھ لوگ یثرب کی شور اور پتھریلی جگہوں میں پہنچے اور یہاں کھجور کے درخت بھی کثرت سے تھے تو انھوں نے یہاں ڈیرہ ڈال لیا اور انھی کے کچھ قبائل خیبر میں جا آباد ہوئے۔

اُن کے سرداروں اور صاحب دانش لوگوں کا ایک قبیلے بنو نضیر نے بطحان کی سرزمین کو دیکھا اور اُس میں وہ نشانیاں موجود پائیں جو اِن کی کتاب میں مذکور تھیں چنانچہ انھوں نے یہیں سکونت اختیار کی۔

****

پھر ایک اور مورخ علامہ یاقوت حموی کے حوالے سے امام سمہودی نے وفا الوفا[*26] میں لکھا ہے کہ انھوں نے ایک یہودی عالم سے سنا کہ اُن کے مدینہ کی بستیوں میں اترنے کی وجہ یہ ہوئی کہ

جب شاہ روم ملک شام پہ غالب آ گیا اور اُس نے بنو اسرائیل پہ غلبہ پا لیا تو انھوں نے حضرت ہارون ؑ کی نسل سے رشتہ مانگا۔

تاہم یہودی اپنے دینی تعصب کی وجہ سے اپنی لڑکیاں اہل نصاریٰ کے ہاں نہ بیاہتے تھے اس لیے وہ ڈرے کہ اب اُن کے ساتھ زبردستی کی جائے گی۔

اس لیے انھوں نے ایک چال چلی۔

انھوں نے بہت سے تحائف بنو ہارون کے حکمرانوں کی طرف بھیجے اور انھیں کھانے کی دعوت بھی دی۔ جب وہ لوگ اِن کے ہاں اترے تو یہود نے بنو ہارون کے حکمران اور اس کے ساتھیوں کو دھوکے سے قتل کر دیا۔

اور خود بھاگ کر سرزمین حجاز کی طرف نکل گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔

****

سیرت کے عالم ایک نے حضرت ابو ہریرہ ؓ کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے فرمایا:

کہ مجھے پتا چلا ہے کہ جب بخت نصر بنو اسرائیل پہ غالب آیا تو اس نے ان پہ ظلم کا بازار گرم کر دیا۔

اور اُن کو بے پناہ تنگ کیا۔

جس کی وجہ سے بنو اسرائیل کو اپنے علاقوں سے ہجرت کرنا پڑی۔

اور وہ دور دور تک بکھر گئے۔

جب وہ حد سے زیادہ ذلیل و خوار ہو گئے تو اُن کی کتاب کے عالموں نے اُن کو بتایا کہ اُن کی کتاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت تذکرہ ہے۔

اور اُن کی بہت سی نشانیاں ہیں۔

ذلت تم پہ مسلط ہی رہے گی جب تک کہ تم اُن کی اطاعت قبول نہ کر لو۔

چنانچہ اُن علاقوں کی طرف چلو۔

جہاں اُن کا ظہور ہونے والا ہے۔

لہٰذا وہ کھجوروں کے اُس جھنڈ اور شور والی اُن زمینوں کی تلاش میں نکلے جن کا ذکر اُن کی کتابوں میں کیا گیا تھا۔

وہ سرزمین شام سے نکلے اور یمن کی بستیوں کو عبور کرتے رہے۔

مگر اُن کو وہ نشانیاں دکھائی نہ دیں جن کی اِنہیں تلاش تھی۔

آخر وہ یثرب پہنچے اور وہ خوش گئے انھیں یقین ہو گیا کہ یہی وہ جگہ ہے جس کی تلاش میں وہ در بہ در بھٹک رہے تھے۔

اُن کے دل میں یہ امید تھی کہ اُن کی ملاقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگی اور وہ اُن کی اطاعت قبول کریں گے اس طرح ان کی تکالیف اور دشواریاں دور ہو جائیں گی۔

پھر اِن کے بڑے بوڑھے تو وفات پا گئے مگر وہ اپنی آنے والی نسلوں کو اس بات پہ ابھارتے رہے تھے کہ اُن کی نجات اسی میں ہے کہ وہ یثرب کے والی اور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کریں گے۔

پھر اِن میں سے بہت سوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر اُن میں سے اکثر نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

اُن میں سے چند ہی لوگوں کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔

باقی لوگ اس حسد کا شکار ہو گئے کہ انصار مدینہ اُن پہ سبقت کیوں لے گئے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے اتنی محبت کیوں کرتے ہیں۔

****

ابن زبالہ[*27] کے حوالے سے وفاالوفا میں یہ بھی مذکور ہے کہ !

کہ بنو اسرائیل کا لشکر حجاز میں آ کر ٹھہرا اور اس کے بعد جہاں اِن لوگوں کو ٹھکانا ملا اسے اپنی جائے سکونت بنا لیا۔

ان میں سے بہت سارے لوگ ''زھرہ'' میں رکے اگر چہ ان کی جائیدادیں سافلہ میں تھیں۔

زھرہ اُس نرم زمین کو کہا جاتا ہے جو حرہ اور سافلہ کے درمیان واقع تھی۔

ان کے اکثر لوگ ایک ایسے مقام پہ رکے جس کو یثرب کہا جاتا تھا۔

جہاں سیلاب کا پانی جمع ہو جایا کرتا تھا جو زغابہ کے ساتھ جا ملتا تھا۔

یثرب بڑا طویل اور شور والا علاقہ تھا۔

اگر چہ اس میں بہت سی پسندیدہ چیزیں بھی تھیں جو لوگوں کو اپنی طرف راغب کرتی تھیں۔

جن میں عربوں کے سیاہ آنکھوں والے اونٹ تھے اور آسمان سے چھوتے کھجوروں کے نخلستان تھے جو اس علاقے کی پہچان تھے۔

لوگ دوسرے شہروں سے اس کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔

محمد بن کعب قرضی کہتے ہیں کہ!

بنو نضیر اور بنو قریظہ کے لوگ یمن کی پچھلی طرف سے ہوتے ہوئے یثرب کی وادیوں میں سے عالیہ کے مقام پر اترے۔

جنھیں مذنیب اور مہروز کہا جاتا تھا۔

چنانچہ بنو نضیر تو مذینب کے مقام پر آ کر ٹھہرے اور یہیں اپنی جائیدادیں بنالیں اور یہی پہلے لوگ تھے جنھوں نے عالیہ میں کنویں کھودے۔

اور کھجوروں کے نخلستان لگائے۔

انھوں نے اس علاقے کی بے آباد زمینوں کو آباد کیا اور اُن سے پیدوار حاصل کی۔

محمد بن کعب قرضی مزید بتاتے ہیں کہ ان کے بعد اس علاقے میں عربوں کے کچھ قبیلے بھی آباد ہو گئے اور وہیں رہے۔ انھوں نے بھی جائیدادیں بنائیں اور کھجوروں کے نخلستان لگائے۔ ابن زبالہ اور ابن شعبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ مرفوع روایت بھی لی ہے کہ!

''حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام حج کرنے تشریف لائے تو مدینہ سے بھی ان کا گزر ہوا اور وہ دونوں ہی یہودیوں سے خوفزدہ تھے اس لیے وہ مدینہ میں رکے بغیر احد پہاڑ پہ جا کر ٹھہرے

۔یہیں پہ حضرت ہارون علیہ السلام نے انتقال فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن کی طرف دیکھا اور اٹھ کھڑے ہوئے پھر انھوں نے اپنے بھائی کے لیے قبر کھودی اور حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا:
میرے بھائی میں سمجھتا ہوں تمھارا وقت پورا ہو چکا ہے اس لیے اپنے ٹھکانے کی طرف چل:
اس پہ حضرت ہارون علیہ السلام اٹھے اور اپنی لحد میں اتر گئے جو ان کے لیے ان کے بھائی موسیٰ علیہ السلام نے کھودی تھی۔تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان پہ مٹی ڈال دی۔

****

چنانچہ یہی خیال درست معلوم ہوتا ہے کہ یہودی مدینہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہی میں اترے تھے۔اس لیے کہ مورخین کا یہ بیان بھی اسی روایت کی تصدیق کرتا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ستر ہزار ساتھیوں کے ساتھ بیت اللہ کے حج کو آئے تھے اور واپسی پہ اُن کے ساتھ آنے والے کچھ قبائل نے یثرب ہی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔
اس کی تصدیق اُس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں اُس مسجد کا ذکر ہے جس کا نام " **عرق الظبیہ** " بیان کیا گیا ہے جو روحا کے مقام پہ تھی۔جس کا ذکر نبی اکرم ﷺ نے بھی کیا تھا اور انھوں نے روحا کی سرزمین پہ یہ عبادت گاہ تب تعمیر کی تھی۔جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلی دفعہ حج کے لیے تشریف لائے تھے اور آپ کے ساتھ ستر ہزار لوگ تھے۔
اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک اور حج کیا تھا۔
جس کے دوران واپسی پہ حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات ہوئی اور حضرت موسی علیہ السلام نے انھیں جبل اُحد پہ دفن کیا۔

****

تبع شاہ حیرہ[*28] جب حج کر کے واپس اپنے ملک گیا تو اس نے یہودی احبار کی زبانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات مبارکہ سنیں تو اِن پہ اپنے ایمان کا اظہار کیا اور اس کا دل محمد صلی اللہ علیہ

وسلم کی محبت سے بھر گیا۔

تبع نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یمن میں ایک گھر بھی تعمیر کرایا۔

اوراس گھر کو یہودی علماء کے حوالے دیا۔

تا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو اس گھر میں رہیں۔

اس نے ایک خط بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھا اور اسے یہودی علماء کے حوالے کر دیا اور اُن سے کہا اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد تشریف لائیں تو انھیں اس کا یہ خط پیش کر دیا جائے۔

وہ خط نسلاً بعد نسلاً منتقل ہوتا رہا۔

حتیٰ کہ وہ وقت آپہنچا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے۔

اوراس وقت وہ خط حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

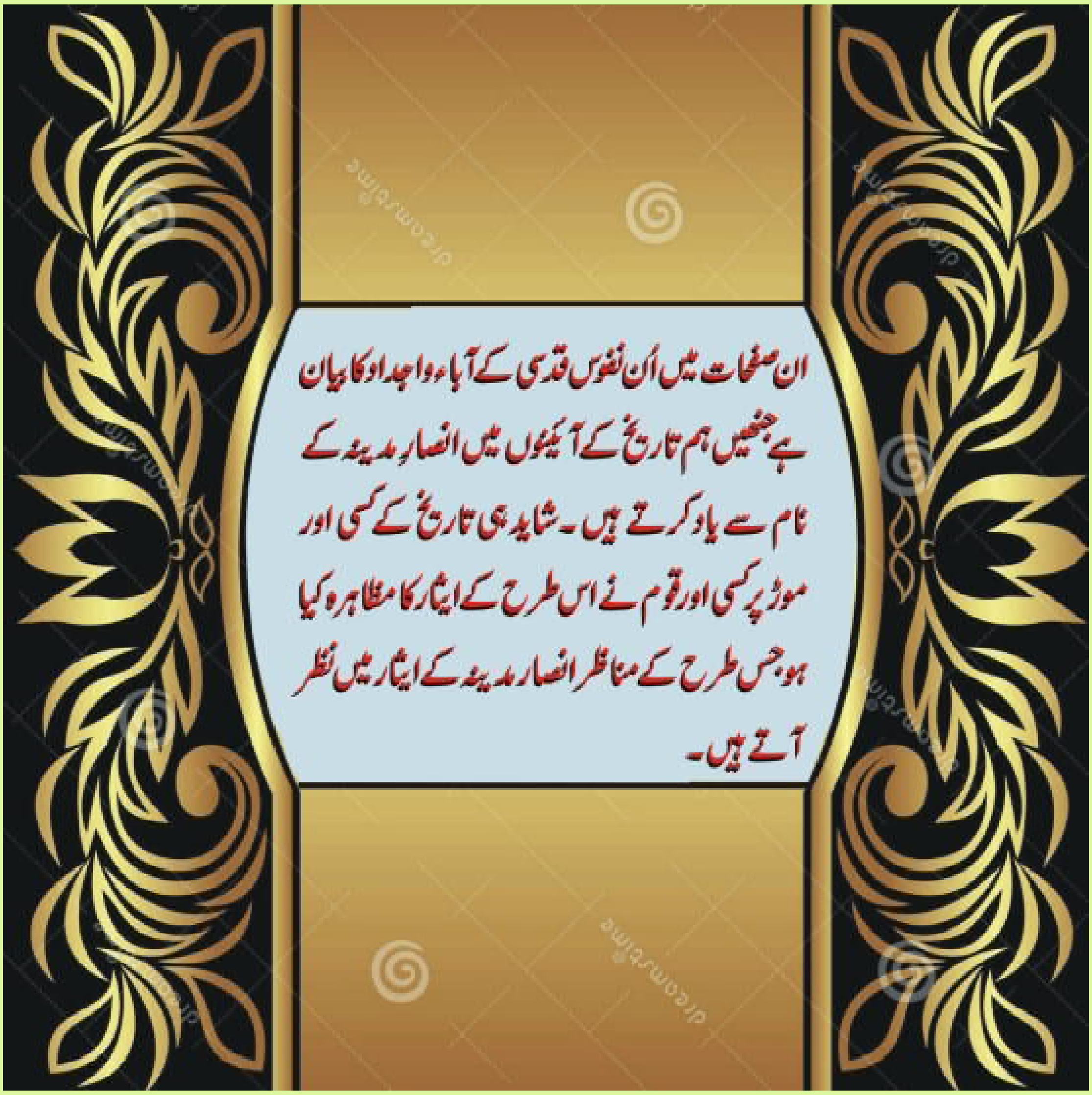
جواُن کے آباء نے انھیں دیا تھا۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے وہ خط نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

چنانچہ بیان کیا گیا اہل مدینہ میں سے جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کی وہ انھیں علماء کی اولاد تھے جنھیں تبع نے اس امر کے لیے مقرر کیا تھا کہ وہ وقت آنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کریں۔

****

تاہم بعد کے لوگوں کا کہنا ہے کہ مورخین میں سے سب سے عمدہ اور درست رائے ابن جریری طبری کی رائے ہے جن کے مطابق یہودی مدینہ میں تب آئے جب بخت نصر نے انھیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا اور وہ اللہ کی ساری زمین پہ جائے پناہ کی تلاش میں بھٹک رہے تھے۔تب سرزمین عرب نے انھیں پناہ دی اور انھوں نے مدینہ میں اپنی بستیاں بسائیں۔


ان صفحات میں اُن نفوس قدسی کے آباءواجداد کا بیان
ہے جنھیں ہم تاریخ کے آئینوں میں انصارِ مدینہ کے
نام سے یاد کرتے ہیں۔ شاید ہی تاریخ کے کسی اور
موڑ پر کسی اور قوم نے اس طرح کے ایثار کا مظاہرہ کیا
ہو جس طرح کے مناظر انصار مدینہ کے ایثار میں نظر
آتے ہیں۔

انصارِ مدینہ

مورخین نے بیان کیا ہے کہ مدینہ میں یہودی ہی غالب رہے حتیٰ کہ سیل عرم کا واقعہ پیش آیا جس کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی مذکور ہے۔اہل یمن کو اللہ تعالیٰ نے اتنی فراغت اور آسودگی عطا فرمائی تھی جس کی مثل اس وقت دنیا میں اور کوئی قوم نہ تھی۔اللہ تعالیٰ نے ان پہ اپنی نعمتیں نچھاور کیں تو وہ قوم جنھیں قوم عاد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے بغاوت کی راہ پہ چل دی تھی۔اس نے نہ صرف یہ کہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چھوڑ دیا تھا بلکہ انھوں نے اللہ کے پیغمبروں کو بھی جھٹلانا شروع کر دیا تھا جس کی وجہ سے آخر اللہ کے عذاب نے انھیں آلیا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قوم عاد کا ملک نہایت سرسبز اور صاف ستھرا تھا اور اِن کی حالت یہ تھی کہ اِن کی کوئی عورت گھر سے نکلتی تو اپنے سر پہ ایک خالی ٹوکری رکھ لیتی جس میں باغوں سے پکے پھل اس کی ٹوکری میں گرتے رہتے اور جب وہ گھر واپس آتی تو اس کی ٹوکری طرح طرح کے لذیذ پھلوں سے لبریز ہوا کرتی۔علامہ سمہودی [29 *] نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف قوم عاد کی طرف اپنے تیرہ نبی بھیجے تاکہ وہ انھیں اِن کی گمراہی پہ متنبہ کر سکیں مگر انھوں نے پے در پے اللہ کے نبیوں کا

انکار کیا اور کہا ہم پر اللہ کی کوئی رحمت نہیں ہم نے تو جو کچھ بھی حاصل کیا ہے وہ اپنی تدبیر کی بنا پہ حاصل کیا ہے۔دراصل اس سے اُن کی مراد سد مآرب تھی جسے انھوں نے پہاڑوں سے آنے والے پانی پر باندھا تھا اور جس کی وجہ سے پورا سال اِن کے کھیت سرسبز و شاداب فصلوں سے لہلاتے رہتے۔جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے اُن احسانات کا ذکر کیا جو اُس نے اِس قوم پہ کیے تھے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَن يَمِينٍ وَشِمَالٍ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ O فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُم بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِّن سِدْرٍ قَلِيلٍ O ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِمَا كَفَرُوا وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ O

القرآن الحکیم (سورۃ الاسبا34/17-14)

ترجمہ:

''اور سبا کے لیے تو ان کے اپنے ہی مسکن میں ایک نشانی موجود تھی دو باغ دائیں اور بائیں۔ کھاؤ اپنے رب کا دیا ہوا رزق اور شکر بجالاؤ اس کا تمہارا ملک عمدہ اور پاکیزہ ہے اور اللہ بخشش فرمانے والا ہے مگر وہ منہ موڑ گئے۔آخر ہم نے اُن پر بند توڑ کر سیلاب بھیج دیا اور اُن کے پچھلے دو باغوں کی جگہ دو اور باغ انھیں دیئے جن میں کڑوے کسیلے پھل اور جھاؤ کے درخت تھے اور کچھ تھوڑی سی بیریاں۔یہ تھا اُن کے کفر کا بدلہ جو ہم نے اِن کو دیا۔اور ہم ناشکرے لوگوں کے سوا ایسا بدلہ کسی اور کو نہیں دیتے''۔

****

علامہ مسعودی نے لکھا ہے کہ اِن کے ملک کا طول اور عرض دو ماہ کی مسافت تک جاتا تھا جہاں تا حدِ نظر باغ ہی باغ تھے جو پھلدار تھے اور پکے ہوئے پھلوں سے لدے ہوئے تھے۔تاہم اس قوم نے اللہ کی نعمتوں پہ تکبر کیا انھوں نے کہا اے ہمارے رب ہم اِن نعمتوں سے اکتا چکے ہیں اگر ہمارے پھل ہم سے دور ہوتے تو ہم سوار ہو کے اُن کی تلاش میں نکلتے تو ہمیں اچھا لگتا اس لیے اے ہمارے رب ہماری مسافتوں کو پھیلا دے۔

یعنی اُن کی طرف سے یہ ناشکری کی انتہا تھی۔

جس کا جواب اللہ پاک نے یوں دیا۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ!

فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَ مَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۔۔

القرآن الحکیم (سورۃ الاسبا19/34)

ترجمہ؛

''تو ہم انھیں کہانیاں کر دیا اور انھیں پوری طرح پریشانی سے پراگندہ کر دیا''۔

****

حضرت ضحاکؒ کہتے ہیں کہ یہ قوم حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی زمانہ میں ہوئی تھی جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے ابنیاء بھیجے مگر انھوں نے نافرمانی کی۔انھیں عادِ ارم کہا گیا اس لیے کہ ارم بارش کو بلکہ شدید بارش کو کہا جاتا ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سدِ مآرب لقمان اکبر عادی نے بنایا تھا مگر دیگر کئی مورخین کا کہنا یہ ہے کہ یہ بند سبا بن یشحب بن یعرب بن قحطان نے بنوایا تھا اور اس سے ستر نہریں جاری کی تھیں مگر وہ اس کی تکمیل سے قبل ہی وفات پا گیا تھا۔بعد میں اسے حمیر کے دیگر بادشاہوں نے مکمل کیا تھا۔حمیر بن کہلان بن سبا کی اولاد اس وقت یمن کی سردار تھی اور ان کا بڑا اور آقا انصارِ مدینہ کا دادا تھا جس کا نام عمرو بن مزیقیاء تھا۔جس کا نسب یوں بیان کیا گیا ہے کہ عمرو بن مزیقیاء بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا بن حارثہ بن امری القیس بن ثعلبہ بن مازن بن ازد۔

انصارِ مدینہ کے بڑے بوڑھے بیان کیا کرتے تھے کہ عمرو بن مزیقیاء کو مزیقیاء اس لیے کہا جاتا تھا کہ وہ ہر زور نئی پوشاک پہنتا تھا مگر شام کو اسے پھاڑ دیتا تا کہ کوئی اور اسے استعمال نہ کرے۔

اس کے باپ کو ''ماالسماء'' اس لیے کہا جاتا تھا کہ قحط کے دنوں میں اس کی سخاوت آسمان سے برستے پانیوں کے مانند ہوتی تھی۔

عمرو بن مزیقیاء کا ایک بھائی بھی تھا جو کاہن تھا اور نامرد ہونے کی وجہ سے بے اولاد تھا۔عمرو کی بیوی

کا نام طریفتہ تھا جس سے اس کے ہاں تیرہ بیٹے ہوئے جن میں ثعلبہ بن عمرو بھی تھا اور اسی ثعلبہ کی اولاد کو بعد میں اوس اور خزرج کہا گیا جو اسلام آنے کے بعد انصارِ مدینہ کے نام سے جانے گئے۔

سیل العرم سے پہلے ہی طریفتہ کے کہنے پر عمرو بن مزیقیاء نے یمن کو چھوڑ دیا تھا اس لیے اس کی اولاد اس عظیم تباہ کاری سے بالکل محفوظ رہی۔

تب عمرو بن مزیقیاء کی اولاد نے حجاز کا رخ کیا۔

اس کے بیٹے عربوں کے مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔ چنانچہ بنوخزاعہ بنوغسان اور بنواز د ثعلبہ ہی کی اولاد ہیں۔

جب ثعلبہ کی اولاد مکہ پہنچی تو وہاں بنوجرہم قابض تھے کئی مورخین مثلاً ابن زرین وغیرہ نے لکھا ہے کہ مکہ پہ حملہ کرنے والا عمرو کا بیٹا ثعلبہ نہ تھا بلکہ خود عمرو تھا۔

ثعلبہ بن عمرو نے اہل مکہ کی طرف اپنا قاصد بھیجا۔

جس نے اہل مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

ہم جس شہر میں بھی پہنچتے ہیں لوگ ہمارے لیے اپنے شہروں کے دروازے کھول دیتے ہیں۔

اور خود ہی اپنے شہر کو ہمارے لیے خالی کر دیتے ہیں۔

اس لیے اگر تم ہمارے لیے اپنے دروازے کھول دو تو ہم تم سے نرمی کے ساتھ پیش آئیں گے اور پانی اور چراگاہ کے معاملے میں تم پہ سختی نہیں کی جائے گی لیکن اگر تم نے انکار کیا تب بھی ہم یہیں ٹھہریں گے مگر تب تمھیں وہی کچھ کھانے کو ملے گا جو ہم سے بچ رہے گا اور اگر تم ہم سے لڑنے پہ آمادہ ہوئے تو ہم تمھارے مردوں کو قتل کر کے تمھاری عورتوں کو اپنی کنیزیں بنا لیں گے۔

تاہم بنوجرہم نے ثعلبہ کے قاصد کو ذرا بھی اہمیت نہ دی۔

اس سے کہا تم سے جو بن پڑے کر و ہم تمھارے لیے اپنا یہ شہر کبھی خالی نہیں کریں گے۔

تب ثعلبہ بن عمرو نے بنی جرہم پہ حملہ کر دیا۔

بنوجرہم نے اُن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا مگر تین دن کی شدید جنگ کے بعد بالآخر اِن کو شکست ہوئی اور شہر مکہ عمرو بن ثعلبہ کے قبضے میں چلا گیا۔

عمرو بن لحیٔ انھیں میں پیدا ہوا جس نے عربوں کے لیے دین کے نئے طریقے ایجاد کیے اور دین

ابراہیم کو بدل ڈالا۔

دوسری طرف حارثہ بن عمرو جوثعلبہ ہی کا بیٹا تھا اپنے لشکروں کے ساتھ مدینہ میں جا اترے۔ مدینہ کے یہودی قبائل نے اِن سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی مگر پھر جب انھوں نے حارثہ کی قوت کو جانچا تو مقابلہ کرنے سے گریز کیا۔

حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر کی اولاد ہی اوس وخزرج ہے۔

ابن زرین نے شرقی[30*] سے نقل کرتے ہوئے انصارِ مدینہ کا نصب یوں بیان کیا ہے۔

اس نے کہا کہ اوس وخزرج ہی انصار کی اصل ہیں اور وہ عمرو بن عامر بن ثعلبہ کی اولاد ہیں نسب یوں ہے ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امری القیس بن ثعلبہ بن مازن بن ازد بن غوث بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا بن یعرب بن قحطان۔

زبیر بن بکار نے اسی نسب کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ قحطان دراصل حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد تھا اور انھوں نے اس کی دلیل حدِیث پاک سے بیان کی ہے کہ ایک دفعہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو اسلم کو خطاب کیا تو اُن سے فرمایا کہ تم تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار مدینہ سے فرمایا:

اے بنو ماالسماء یہ تمھاری والدہ ہیں۔

جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی طرف تھا۔

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ؛

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کو لوگ جو ما السماء کہتے ہیں تو یہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے فرزند تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی پیاس بجھانے کے لیے آسمان سے پانی اتارا تھا یعنی زم زم۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا بھی یہی خیال ہے چنانچہ ابن عبدالبر نے حضرت قعقاع بن حدرد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر بنوخزاعہ پر سے ہوا تو وہ اور بنو اسلم خود کو ایک دوسرے سے بڑھا چڑھا کر پیش کر رہے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا۔

تم خود کو بنو اسماعیل کہا کرو۔

جبکہ اسلم اور خزاعہ کا نسب قبائل یمن کے تذکرے میں گزر چکا ہے کہ ان کا نسب قحطان پہ اکٹھا ہو جاتا ہے۔

چنانچہ لوگوں نے اگر چہ اس نسب میں اختلاف کیا ہے اور کئی باتیں نکالی ہیں مگر حقیقت یہی ہے کہ بنو خزاعہ ہو یا بنو ازد بنو جرہم ہوں یا بنو مالک سب کا نسب حضرت اسماعیل علیہ السلام پہ جا کر مل جاتا ہے اور اصلاً عرب چاہے وہ قریش مکہ ہوں یا انصارِ مدینہ سب حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی کی اولاد ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امامت کے قول میں لکھا ہے کہ تمام عرب اولاد اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

اگر یہ شرط پوری نہ ہو تو وہ عرب جنھیں کفو ہونے میں شرعاً شرافت اور اولیت حاصل ہے وہ بنو اسماعیل ہیں۔

چنانچہ اگر امامت کی شرائط پر کوئی قرشی پورا نہ اترے تو اس کی جگہ کنانی کو کھڑا کیا جائے گا اور اگر کوئی کنعانی بھی نہ مل سکے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی کی اولاد سے کسی اور شخص کو کھڑا کیا جائے گا اور اگر کوئی کنانی بھی نہ مل سکے تب کسی عجمی کا انتخاب کیا جائے گا۔

تاہم تہذ تب التہذیب میں امام شافعی علیہ السلام کے اس قول کا رد پیش کیا گیا ہے امام موصوف نے لکھا ہے کہ امامت کے لیے اگر اولاد اسماعیل سے کوئی شخص دستیاب نہ ہو سکے تو پھر سب سے پہلے بنو جرہم کے کسی آدمی کو تلاش کیا جائے گا اور اس کو متولی بنایا جائے گا اس لیے کہ عربوں کو عجمیوں پہ بہر حال فضیلت حاصل ہے جیسے کہ بعض عجمیوں کو بھی دیگر عجمیوں پہ بہ وجہ فضیلت دی گئی ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام تو عربوں کے باپ ہیں جنھیں اشرف الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے شرف حاصل ہے اور یہی بات امامت کے لیے بنیاد کا درجہ رکھتی ہے اس لیے صرف عربی بولنا کوئی کمال نہ ہوگا۔

علاوہ ازیں حاکم کی مستدرک میں یہ حدیث بھی ملتی ہے کہ سب سے پہلے عربی بولنے والے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں جب کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عربی بنو جرہم سے سیکھی تھی اور سب سے پہلے عربی بولنے والا یعرب بن قحطان تھا۔

علامہ شرقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب اوس اور خزرج مدینہ میں اترے تو اس کی اونچی نیچی جگہوں میں بکھر گئے۔

ان میں سے کچھ یہودیوں سے بالکل ملحق آباد ہوئے۔

کچھ ایسے تھے جو الگ تھلگ رہے۔

بنو اسرائیل یعنی مدینہ کے یہودیوں کے پاس دولت تھی ان کے پاس نخلستان تھے، قلعے تھے اور انھوں نے کئی شہر بسا رکھے تھے۔

ان کے قبائل کی تعداد بیس سے کچھ اوپر ہوگی۔

پھر مدینہ کے یہود اور اوس وخزرج میں باہمی حلیف بننے کا معائدہ طے پا گیا۔

جس کا فائدہ اوس وخزرج کو ہوا۔

اور انھوں نے زندگی کے ہر میدان میں اپنے قدم مضبوطی سے گاڑ لیے۔

اپنی قوت میں اضافہ کر لیا۔

مدینہ کے یہودی قبائل بنو قریظہ اور بنو نضیر نے اوس وخزرج کی ترقی وخوشحالی سے حسد محسوس کرنا شروع کیا اور پھر انھوں نے ان کے ساتھ کیے گئے معاہدے کو توڑ دیا۔

اس معاہدے کے ٹوٹنے پر اوس وخزرج نے سوچا کہ وہ الگ الگ بنو اسرائیل کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔

اس لیے انھوں نے آپس میں باہمی حلف کا معائدہ کر لیا۔

اور دونوں قبیلوں کی سرداری مالک بن عجلان کے سپرد کری۔

جس سے یہودی اور بھی برافروختہ ہو گئے۔

تب یہودیوں کے بادشاہ فیطون نے یہ رسم جاری کہ چاہے وہ یہودی ہوں یا عرب اُن کی کوئی عورت اپنے شوہر کی سیج پہ نہیں اترے گی جب تک کہ وہ اس کے پاس ایک رات نہ گذار لے۔

چنانچہ لوگوں کی دلہنیں اپنی پہلی رات فیطون کے محل میں گذارتی تھیں۔

لوگ اس ظالمانہ رسم پہ خاموش ہو رہے۔

مگر جب مالک بن عجلان اُن کا سربراہ ہوا اور اس نے اپنی بہن کی شادی کی۔

اور اس کی بہن فیطون کی قبیح رسم سے آگاہ تھی۔

چنانچہ شادی کے دن اُس نے بھائی کو باہر نکل کے پکارا۔

اور وہ بے پردہ تھی۔

اس کے بھائی مالک بن عجلان نے اسے بے پردگی پہ سرزنش کی تو اس کی بہن نے جواب دیا۔

کل رات تو اس سے بھی بُرا ہونے والا ہے۔

اور اس کا اشارہ یہودیوں کے بادشاہ فیطون کی اس رسم کی طرف تھا جس میں دلہن اپنے شوہر کے پاس جانے سے پہلے اس کے پاس جاتی تھی۔

مالک بن عجلان نے اپنی بہن سے کہا۔

تو غم نہ کر: میں نے اس کا حل بھی سوچ لیا ہے۔

چنانچہ اس شام مالک بن عجلان نے دلہن کے کپڑے خود پہن لیے اور اِن میں اپنی تیز دھار مگر چھوٹی تلوار بھی چھپالی۔

کچھ عورتیں دلہن کے ساتھ گئیں اور اسے فیطون کے محل میں پہنچا دیا گیا۔

شراب کے نشے میں دھت فیطون اس نئی دلہن کی طرف بڑھا تو اس نے اپنی تلوار اس کے پیٹ میں گھونپ دی۔

فیطون وہیں خون میں لت پت ہو کے گر گیا۔

مالک بن عجلان بھی دلہن کے کپڑے وہیں چھوڑ کر اپنے قبیلے کی طرف لوٹ آیا۔

اب مدینہ کے عربوں کو یہودیوں اور فیطون کی فوج کی طرف سے سخت خطرے کا سامنا تھا چنانچہ وہ روپوش ہو گئے۔

تاہم مالک بن عجلان کا رشتے میں ایک بھائی ابوجبیلہ تھا۔

جسے شام میں عزت و بزرگی کے ساتھ ساتھ حکومت بھی حاصل تھی۔

چنانچہ مالک بن عجلان نے اپنا ایک نہایت ہی چرب زبان قاصد ابوجبیلہ کی طرف روانہ کر دیا۔

مالک بن عجلان کے قاصد کا نام رمق بن زید بن امری القیس تھا جو اگرچہ نہایت بدصورت تھا مگر اس کے باوجود اعلیٰ درجے کا شاعر اور فصیح و بلیغ خطیب تھا۔

مالک بن عجلان کا قاصد کئی دن کے سفر کے بعد ابوجبیلہ کے پاس پہنچا۔

اور اُس سے کہا۔

مجھے تمہارے چچا کے بیٹے نے تیری طرف بھیجا ہے کہ یہودی ہم پہ غالب آ گئے ہیں اور ہماری عورتوں کی بے حرمتی کرنے لگے ہیں۔

اے میرے چچا کے بیٹے:

اگر اس برے وقت میں بھی تو ہماری مدد کو نہ پہنچا تو پھر کب پہنچے گا۔

پھر اُس نے بہت سے شعر پڑھے جن سے ابوجبیلہ متاثر ہوا اور اپنے درباریوں سے کہا۔

کیا ہی عمدہ اور ستھرا شہد ہے جسے بُرے برتن میں ڈال دیا گیا ہے۔

رمق نے اس کے جواب میں کہا:

اے بادشاہ:

میرے چہرے کو نہ دیکھ بلکہ میرے دل اور میری زبان کو دیکھ اور یہ میرے لیے کافی ہیں۔

بادشاہ اس کی حاضر جوابی پہ مسکرا دیا۔

اُس نے مالک بن عجلان کے قاصد سے کہا۔

واپس چلا جا:

اور میرے بھائی کو بتا میں عنقریب اڈتے بادلوں کی طرح اس کی طرف روانہ ہو جاؤں گا وہ میرا انتظار کرے۔

رمق بن زید واپس مدینے پہنچ گیا اور اس نے مالک بن عجلان سے جو یہودیوں کے ڈر سے کہیں چھپا ہوا تھا کہہ دیا کہ مدد آ رہی ہے۔

چنانچہ کچھ دنوں بعد ابوجبیلہ کثیر لشکروں کے ساتھ اپنے چچازاد بھائی کی مدد کو آ پہنچا۔

اوس اور خزرج کے لوگوں نے اسے مدینہ بہت سے دور جا لیا اور اس سے کہا کہ۔

وہ یہودں سے کوئی حیلہ کرے۔

کیونکہ اگر وہ اپنے قلعوں میں چھپ گئے تو اُن پہ قابو پانا دشوار ہوگا۔

چنانچہ ابوجبیلہ مالک بن عجلان کے ساتھ ذی حرص میں رک گیا۔

پھر اہل مدینہ میں سے اوس اور خزرج اور بنواسرائیلی قبائل کو پیغام بھیجا کہ جسے انعامات اور عطیوں کی طلب ہو وہ مجھ سے آ کے ملیں۔

پہلے اوس اور خزرج کے لوگ گئے اور ابوجبیلہ نے اِن لوگوں کو بہت سے انعامات اور عطیوں سے نوازا۔

جنھیں دیکھ کر یہودیوں کی رال بھی بہنے لگی۔

یہودیوں کے بھی بہت سے سردار اکٹھے ہو کے ابوجبیلہ کے پاس پہنچے۔

ابوجبیلہ نے اِن تمام یہودی سرداروں کو حیلہ سے قتل کر دیا۔

اس کے بعد ابوجبیلہ کے لشکروں نے مدینہ پہ چڑھائی کی اور یہودیوں کو چن چن کے قتل کیا۔

اس واقعہ کے بعد اوس وخزرج مدینہ منورہ میں عزت دار بن گئے وہ یہودیوں کے مکانات اور باغات پہ بھی قابض ہو گئے۔

چنانچہ ابن زبالہ [*31] نے لکھا ہے کہ ابوجبیلہ کی واپسی کے بعد اوس اور خزرج مدینہ کے بالائی اور زریں علاقوں میں پھیل گئے۔

انھوں نے اپنی جائیدادیں بنالیں اور قلعے تعمیر کر لیے۔

بنوعبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بنوحارثہ بن حارث بن خزرج مشرق میں موجود پتھریلی جگہوں میں دارِ ظفر کی ایک طرف دارِ بنوعبدالاشہل میں ٹھہرے۔

بنوعبدالاشہل نے کچھ قلعے بھی بنائے تھے جنھیں واقم کہا جاتا تھا۔

بعد میں اس پورے علاقے کو واقم کہا جانے لگا۔

اور اسی علاقے میں حضیر بن مالک کے کچھ قلعے بھی تھے۔

حضیر بن سماک کے اِن قلعوں کو "رعل" کہا جاتا تھا اور اس کی وجہ وہ زمین تھی جو واسط کہلاتی تھی علاوہ ازیں حضیر بن سماک کے اور قلعے بھی تھے۔ پھر بنوحارثہ نے بھی کچھ قلعے بنائے جنھیں "مَیْسَرِ" کہا جاتا تھا۔ تاہم بعد میں جب بنوحارثہ اپنے اِن گھروں سے نکل گئے تو یہ قلعے بنوعبدالاشہل کے قبضے میں آ گئے کیونکہ بنوحارثہ ان مکانات کو چھوڑ کر حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی جائے شہادت کے مغرب میں اس مقام پہ آباد ہو گئے جسے یثرب کہا جاتا ہے۔

پھر بہت سا وقت گزرا۔

تب بنواوس اور بنوخزرج مدینہ کے یہودیوں پہ غالب ہی رہے۔

پھر اوس اور خزرج میں جنگیں شروع ہوگئیں جن کا سلسلہ ایک سو پچیس سال سے بھی زیادہ کا بتایا جاتا ہے اور ان دو قبیلوں کے درمیان جو ایک ہی باپ کی اولاد تھے اتنی جنگیں ہوئیں کہ کسی اور قوم میں نہ ہوئی ہوں گی۔

ان دو قبیلوں کے درمیان پہلی جنگ کو حرب سمیر کہا جاتا ہے جس کی وجہ ایک قتل تھی کہ بنو ثعلبہ میں سے ایک شخص جو مالک بن عجلان کا حلیف تھا اسے اوس کے ایک شخص نے قتل کر دیا جس کا نام ''سمیر'' تھا۔

اس لیے اس معرکے کو'' **حربِ سمیر** '' کہا گیا۔

پھر ان کے درمیان'' **حرب کعب** ''ہوئی۔

اس کے بعد اوس و خزرج کے درمیان ہونے والی ایک جنگ کو ''**یوم السرارۃ**'' کہا گیا ۔

پھر ان کے مابین '' **یوم فارع** '' بپا ہوا۔

اس کے بعد وہ '' **یوم فجار** '' کے روز لڑے۔

پھر '' **حربِ حضیر بن اسلت** ''بپا ہوئی۔

اس کے بعد ان کے درمیان '' **حربِ حاطب بن قیس** '' ہوئی۔

اور اِن کی آخری جنگ '' **یوم بعاث** '' کے نام سے جانی گئی۔

جس میں اوس و خزرج کے بہت سے سردار قتل ہوئے۔

اور یہ دونوں قبائل جنگیں لڑ لڑ کر تباہ ہو چکے تھے۔

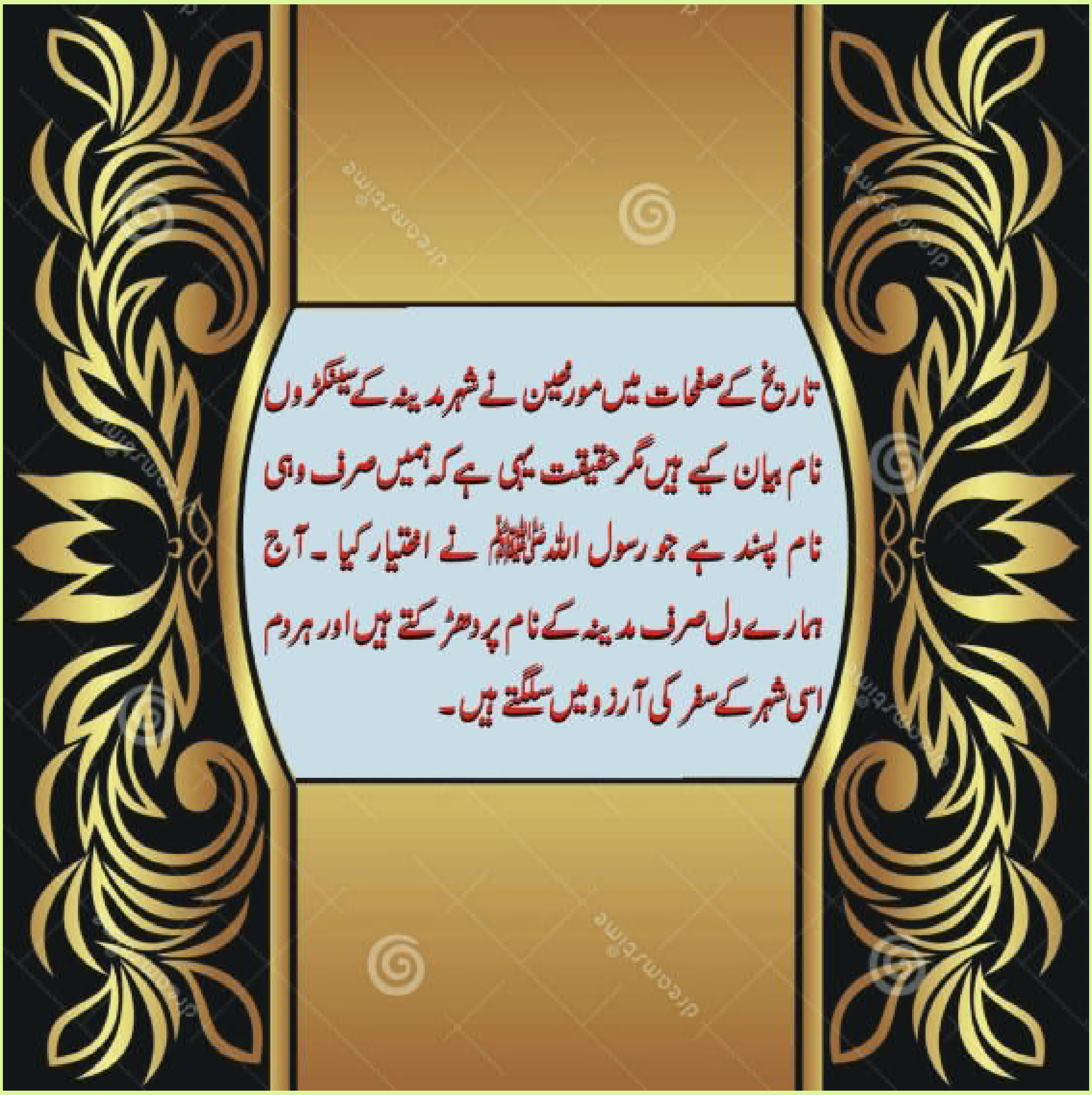
حتیٰ کہ مکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ اور اپنے خاندان قریش کو اسلام کی دعوت دی۔

یوم بعاث ہجرت نبوی سے صرف چار یا پانچ سال پہلے بپا ہوئی تھی۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں لوگوں کو اسلام کی طرف بلا رہے تھے تو مدینہ میں اوس اور خزرج کی حالت بہت بری تھی اور آپس کی جنگوں میں وہ بہت کمزور ہو چکے تھے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ایک روایت بیان کی ہے کہ!

''یہ وہ جنگ بعاث ہے جسے اوس اور خزرج کے اسلام لانے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر بپا کیا تھا'' ۔

اس لیے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اُن میں اختلاف پیدا ہو چکا تھا اور اُن کے سردار قتل ہو چکے تھے جس کا مطلب یہ ہے کہ اُن کے وہ اکابر قتل ہو گئے تھے جو اپنی جہالت میں شدت کی بنا پر اسلام لانے والے نہ تھے کیونکہ وہ تکبر والے تھے اور کسی کے ماتحت ہونا پسند نہ کرتے تھے اِن میں سے صرف عبداللہ بن ابی رہ گیا تھا جس نے بعد میں اپنے خبث باطن کا بھر پور ثبوت فراہم کیا اور ابو عامر راہب رہ گیا تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق قرار دے دیا تھا۔ زمانہ اہل مدینہ کو وقت کی اس دہلیز تک کھینچ لایا تھا جب اُن کے مقدر کا ستارہ چمکنے والا تھا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو قبول کرنے والے تھے۔ چنانچہ حج کے موقع جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف قبائل کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے تب قوم عبدالاشہل کے کچھ جوانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو غور سے سنا اور اُن کے دل اس بات کی سچائی پہ دھڑکے اور یہی وہ ابتدائی بنیاد تھی جس کے بعد اہل مدینہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اختیار کرنے میں جلدی کی اور اُن کے ایک نوجوان ایاس بن معاذ کے منہ سے یہ الفاظ نکلے کی خدا کی قسم یہ دین ہمارے سابقہ دین سے بدرجہا بہتر ہے۔ ایاس بن معاذ مدینہ واپس گیا اور ایک جنگ کے دوران قتل ہو گیا تو لوگوں نے کہا خدا کی قسم یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پہ مرا ہے۔


تاریخ کے صفحات میں مورخین نے شہر مدینہ کے سینکڑوں
نام بیان کیے ہیں مگر حقیقت یہی ہے کہ ہمیں صرف وہی
نام پسند ہے جو رسول اللہ ﷺ نے اختیار کیا ۔ آج
ہمارے دل صرف مدینہ کے نام پر دھڑکتے ہیں اور ہر دم
اسی شہر کے سفر کی آرزو میں سلگتے ہیں۔



شہر مدینہ کی بے شمار خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جتنے نام اور القاب اس شہر کے لیے جاتے ہیں دنیا کے کسی اور شہر کے بیان نہیں کیے گئے۔ یاد رہے کہ اگر کسی چیز کو بہت سے ناموں سے یاد کیا جاتا ہو تو یہ چیز اس کی عظمت کی دلیل گنی جائے گی اور اس کی ناموری اس کی بزرگی کا سبب مانی جائے گی۔ اِن میں کچھ تو وہ القاب ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہر مبارک کے لیے مختلف مواقع پہ استعمال کیے اور کچھ نام اس شہر کی تاریخ اور اُس میں بستی اقوام کی نسبت سے معروف ہیں۔ اسی طرح کچھ نام وہ ہیں جو مدینہ کی مختلف بستیوں کے نام ہیں لیکن بعض مورخین نے اِن کو شہر مدینہ کے اسماء میں شامل کیا ہے۔ اِن میں قناۃ، جرف، برنی اور زبالہ وغیرہ شامل ہیں جنھیں ہم مدینہ کے مختلف محلے بھی کہہ سکتے ہیں۔ مورخین میں اس بات میں اختلاف آیا ہے کہ آیا یثرب اس پوری جانب کا نام ہے جس میں شہر مدینہ بھی شامل ہے یا یہ مدینہ منورہ ہی کا پرانا نام ہے۔ کیونکہ مورخین نے بیان کیا ہے کہ عبیل بن یثرب مدینے کا پہلا باسی تھا جو حضرت نوح علیہ السلام کی نسل سے تھا یا پھر یہ کہ یثرب کے ایک مخصوص حصے ہی کو مدینہ کہا جائے گا۔ پہلا قول حضرت ابو

عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جبکہ دوسرا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے اور امام زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو اپنایا ہے۔ تیسرا قول حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد کا ہے جن کا پورا نام تو محمد بن الحسن ہے تاہم وہ ابن زبالہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معروف ہیں۔ چنانچہ مورخین نے شہر مدینہ کے بہت سے اسماء گنوائے ہیں حصول علم و برکت کے لیے ہم بھی شہر مدینہ کے کچھ ناموں کو بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

****

اَثرِبُ۔

اثرب مدینہ کا پہلا نام ہے۔ جسے لوگ یثرب ہی کی ایک شکل بیان کرتے ہیں مورخین نے کہا کہ طوفانِ نوح کے بعد جب اُن کی اولاد مختلف شہروں میں پھیل گئی تو اس کی اولاد میں سے مدینہ کی طرف اترنے والا شخص یثرب بن عبیل تھا اس لیے ایک مدت تک لوگ اس شہر کو یثرب کہہ کر پکارتے رہے اور تاریخ میں شہر مدینہ کا یہ نام کثرت سے مذکور ہے۔

****

اَرضُ اللہ۔

حضرت مقابل رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ قرآن حکیم میں شہر نبوی کو اللہ تعالیٰ نے ارض اللہ کہہ کر پکارا ہے۔ چنانچہ اس زمین کے اللہ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے اس کی عظمت اور بزرگی میں بہت اضافہ ہو گیا اپنے استدلال میں اِن علماء نے قرآن حکیم کی یہ آیت پیش کی ہے۔

اَلَمۡ تَکُنۡ اَرۡضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوۡا فِیۡھَا O

القرآن الحکیم (سورۃ النساء4/ 97)

ترجمہ؛

''کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس کی طرف ہجرت کرتے''۔

****

اَرۡضُ الھِجرَۃ۔

مورخین نے شہر نبوی کو ارض الہجر کے نام سے بھی پکارا ہے۔اس لیے کہ مدینہ اسلام کا مرکز ہے ۔جس کی وجہ یہ تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہر کی طرف ہجرت فرمائی تھی اور اس ضمن میں بہت سی احادیث مروی ہیں جن کو پیش کرنے کا یہاں موقع نہیں۔

****

اَکَّالَۃُ البُلۡدَان۔

اس نام کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس شہر کو دوسرے تمام شہروں پہ غلبہ عطا فرمایا گیا تھا۔یہ شہر اردگرد کے تمام شہروں سے بلند تھا اور یہاں کے لوگوں نے اسلام کی دولت سے بھی اپنے دامن کو بھرا۔نیز یہاں کے لوگوں نے خوب فتوحات بھی حاصل کیں اور خوب مال غنیمت حاصل کیا۔

****

✍ اَکَّالَۃُ القُرٰی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیحین میں شہر مدینہ کو اس نام سے پکارا ہے۔اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ مجھے اس بستی کی طرف جانے کا حکم ملا جو تمام بستیوں کو کھا جانے والی ہے۔ چنانچہ اس حدیثِ پاک سے شہر نبوی کے غلبے کی اور بزرگی کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

****

✍ اِیمَان۔

حضرت ابن زبالہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے مطابق حضرت عثمان بن عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے شہر مدینہ کا نام ''دار اور ایمان'' رکھا ہے۔علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی تائید میں یہ آیت پیش کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ!

وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ O

القرآن الحکیم (سورۃ الحشر 59/ 9)

ترجمہ:

''اور جنھوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنالیا دوست رکھتے ہیں انھیں جو اِن کی طرف ہجرت کرکے گئے''۔

****

علامہ احمد دینوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "**المجالسہ**" میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس نام کے متعلق ایک طویل قصہ لکھا ہے جس میں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتے ایمان نے کہا میں مدینہ میں ٹھیروں گا تو اس پہ فرشتہ حیا نے بھی اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اسے بھی مدینے میں ٹھیرنے کی اجازت دی جائے۔

چنانچہ امت کا اس بات پہ اجماع ہے کہ ایمان اور حیا تو حقیقتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر ہی میں موجود ہیں۔

پھر یہ حدیث بھی بیان کی گئی جس میں فرمایا گیا کہ!

"ایمان جلد ہی سمٹ کر مدینہ کی طرف آجائے گا جیسے سانپ اپنے سوراخ میں واپس چلا جاتا ہے"

****

اَلبَارَّۃ۔

مورخین نے لکھا کہ اس شہر کو البارہ بھی کہا جاتا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اس شہر میں اس شہر کے رہنے والوں اور اس شہر میں اترنے والوں کو بہت ہی نیکیاں ملتی ہیں۔ عموماً پوری دنیا کو یہیں سے نیکیاں حاصل ہوتی ہیں اور اللہ کے راز اور برکتیں اس شہر سے وابستہ ہیں کہ انوار یہیں چمکتے ہیں خوشگوار زندگی یہیں ہے۔ یہیں سے دنیا کو برکات نبوی حاصل ہوتی ہیں یہیں سے رحمت کی آبشاریں بہتی ہیں اور یہی وہ شہر ہے جس کی محبت مسلمانوں کے دل میں ہر پل موجود رہتی ہے۔

****

اَلبَحِیرَۃ۔

مورخین نے کہا کہ بحر یہاں فراغی اور کشادگی کے معنوں میں ہے اور یوں بھی کہا جاتا ہے کہ " هَـذِهِ بَحْرَتُنَا " یعنی ہماری یہ زمین ہے یا ہمارا یہ شہر ہے اور کہا گیا کہ شہر نبوی کا یہ نام اس لیے

پڑے کہ وہ ایک وسیع جگہ پہ آباد تھا صحیحین میں ابن ابی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے۔

''کہ اُس بحیرہ کے لوگوں نے مشورہ کیا کہ ابن ابی سلول کو تاج پہنایا جائے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب '' **مشارق** '' میں فرماتے ہیں کہ ''بحرہ'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر ہے اُسے بحرہ اور بحیرۃ کہتے ہیں باء پر پیش پڑھیں تو اسم تصغیر ہے اور زبر پڑھیں تو اسم تصغیر نہیں بنتا یہاں یہی مذکور ہے اور یہ لفظ ''بحر'' بھی بولا جاتا ہے یہ قرآن میں آیا ہے اور ہر بستی ہی بحرہ ہوتی ہے۔

****

اَلْبَلَاط۔

یہ بھی شہر مدینہ کا نام ہے جو ابن خالویہ کی کتاب سے لیا گیا ہے۔ لغت میں اس کے معنی وہ کنکر ہیں جو اس زمین پہ بچھائے جاتے ہیں جو ہموار اور چٹیل ہو مدینہ کا یہ نام اس لیے ہے کہ وہاں بہت کنکر ہوتے ہیں یا اس لیے کہ اس میں ایسے مقامات ہیں جہاں بہت کنکر پائے جاتے ہیں۔

****

اَلْبَلَد۔

شہر نبوی کا یہ نام قرآن حکیم میں مذکور ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کی قسم کھائی ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ O

القرآن الحکیم (سورۃ البلد 90/1)

مجھے قسم ہے اس شہر کی۔

****

حضرت واسطی علیہ رحمتہ نے قاضی عیاض سے " **الشفاء** " نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کی قسم اس لیے کھائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شہر میں مرتبہ عطا کر رکھا ہے اور وصال پر اس لیے کہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے برکت حاصل ہو گئی ہے۔
کچھ علماء کا خیال ہے کہ اس شہر سے مراد مکہ ہے۔

****

بَیْتُ الرَّسُوْل۔

بیت الرسول بھی شہر نبوی کا نام ہے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ شہر مدینہ کا یہ نام بھی قرآن حکیم میں مذکور ہے۔
چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے کہ!

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ O

القرآن الحکیم (سورۃ الانفال 8/ 5)

ترجمہ:

جس طرح اے محبوب: تمہیں تمھارے رب نے تمھارے گھر سے حق کے ساتھ برآمد کیا۔

****

مفسرین کرام کہتے ہیں کہ "بَیْتِکَ" سے مراد مدینہ منورہ ہے کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر ہے اور آپ صلی علیہ وسلم کا دارِ ہجرت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مستقل ٹھکانہ ہے اور اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہی خصوصیت اور تعلق ہے جو کسی گھر میں رہنے والے مکینوں کو گھر سے ہوتی ہے۔

****

✍ اَلْجَابِرَہ۔

شہر نبوی کو الجابرہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے۔ صحیحین میں امام مسلم اور امام بخاری نے ان روایات کو لیا ہے کہ یہ نام اس حدیث میں بیان کیا گیا کہ جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ کے دس نام ہیں جس میں انھوں نے الجابرہ کو بھی بیان کیا۔ اور مدینہ کا یہ نام اس لیے لیا گیا کہ مدینہ شکستہ دلوں کو سہارا دیتا ہے۔ مایوس لوگوں کی ہمت بندھاتا ہے۔ شہر مدینہ لوگوں کو اپنی نشانیوں کی بدولت اسلام کی طرف راغب کر دیتا ہے۔ یہ وہ سرزمین ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سانسوں کی مہک ہے اُن کے قدموں کی دھول ہے، اُن کی تلواروں کی جھنکار ہے، اُن کی ہنسی کی آواز ہے اُن کی باتوں کی خوشبو ہے، اُن کے لباس کی سرسراہٹ ہے، اُن کے قدموں کی آہٹ ہے، اُن کی دانش کی مہک ہے، پیغام الٰہی کی صدائیں ہیں، اور کتنی ہی ایسی برکتیں اور رحمتیں ہیں جن کو انسان نہیں جانتا۔ شہر مدینہ انسان کو اسلام لانے پہ مجبور کر دیتا ہے۔ شہر مدینہ کی گلیوں میں وہ بات ہے جس سے دنیا کے باقی تمام شہروں کی گلیاں عاری ہیں اور یہ شہر نبوی ہے جس کی طرف محبتوں سے لبریز قافلے ہمیشہ جاری رہنے والے ہیں۔

****

جَزِیْرَۃُ الْعَرَب ۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ شہر مدینہ کا یہ نام بھی احادیث میں آیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہر کو "جَزِیْرَۃُ الْعَرَب" قرار دیا ہے۔ حضرت ابن زبالہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جزیرۃ العرب تو مدینہ منورہ ہے۔ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی بیان کی ہے، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ!

"کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے نکلا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہر پہ نظر ڈالی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو شرک سے بچا رکھا ہے۔

****

عام طور پہ یہ خیال کیا گیا ہے کہ جزیرۃ سے مراد تمام ملک عرب ہے اور حقیقت بھی یہی ہے مگر حضرت ہروی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو تو اس حدیث میں لفظ جزیرہ سے مراد خاص شہر مدینہ سے تھی۔

****

اَلْجُنَّۃُ الْحَصِیْنَۃ ۔

بیان کیا گیا کہ اس لفظ کے معنی بچانے والا ہے اور اس نام کے رکھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ غزوہ اُحد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا فِیْ جُنَّۃٍ حَصِیْنَۃٍ

میں تو مضبوط حفاظت میں ہوں۔

اور یہ کہ مشرکین سے کہہ دو آئیں ہم اُن سے جنگ کے لیے تیار ہیں اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد مدینہ تھی۔

اور امام احمد بن حنبلؒ نے صحیح رایوں کی روایت سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ!

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

''میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں ایک مضبوط رزہ میں ہوں اور دیکھا کہ گائے ذبح کی جا رہی ہے ۔چنانچہ میں نے مضبوط زرہ کی تعبیر شہر مدینہ سے کی کہ اس سے مراد شہر مدینہ ہے''۔

اور سیرت کی کتابوں میں بھی اس لفظ کے یہی معنی بیان کیے گئے ہیں۔

****

حَرَمُ الرَّسُوْلِ۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ شہر نبوی کا یہ نام بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ ہے۔اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہر میں تشریف لا کر اس شہر کو عزت بخشی۔اس لیے یہ شہر حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔مورخین نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہر کے بارے میں فرمایا ہے کہ!

''جس نے میرے اہل حرم کو خوفزدہ کیا اللہ تعالیٰ اسے خوف میں مبتلا کر دیں گے''

ایک اور جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ!

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم کا حرم مکہ مکرمہ ہے اور میرا حرم مدینہ طیبہ ہے''۔

یہ حدیث ابن زبالہ سے مذکور ہے۔

****

اَلْحَبِیْبَۃِ۔

چونکہ شہرنبوی سے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے اس لیے سب مسلمانوں پہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ شہرنبوی سے محبت کریں اور امت نے ہمیشہ ہی سے شہرنبوی سے محبت کا ثبوت فراہم کیا ہے۔اسی لیے ایک ہزار پانچ سو سال سے اہل محبت کے قافلے اس شہر کی طرف رواں ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہنے والا ہے۔یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شہر سے محبت ہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ اے میرے اللہ: مدینے سے ہمارا پیار ایسا کردے جیسا کہ مکہ کے ساتھ ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ کردے۔

****

دَارُ الْھِجْرَۃ۔

شہرنبوی کو دارِ ہجرت بھی کہا گیا ہے چنانچہ امام محمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ قول درج کیا ہے کہ تم کو دارِ ہجرت پہنچنا ہوگا کیونکہ یہ دارِ الحجرہ ہے اور دار السنہ ہے۔

****

ذَاتُ الْحُجَرْ۔

شہرنبوی کو ذات الحجر بھی کہا گیا کیونکہ یہاں حجرے تعمیر کیے گئے تھے۔چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصارِ مدینہ رضی اللہ عنہم کی مدح میں فرمایا کہ ہماری اور اِن کی یعنی انصارِ مدینہ کی مثال نہیں ملتی۔

طفیل غنویؓ نے بھی اسی ضمن میں کہا کہ وہ ہمیں ملال میں ڈالنے سے انکاری ہیں اور اگر ہماری ماں اُن سے ملے جو ہم سے مل جاتے ہیں تو وہ ملال میں آجائے گی وہ ہمارے نفسوں میں رچ بس گئے ہیں اور اُن حجروں میں داخل ہو گئے ہیں جو خیموں کی طرح سایہ دار ہیں۔

****

ذَاتُ الحِرَار۔

ذات الحرار بھی شہر نبوی کا نام ہے جس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مدینہ کے علاقے میں بہت سے پتھریلے مقامات پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ خنافر بن توام کاہن کے قصے میں بیان ہوا ہے کہ۔

جب اُس کے جن نے اسے دین اسلام کے بارے میں بتایا۔

تو خنافر نے اُس سے کہا:

مجھے بتا کہ میں اس دین کو کہاں تلاش کروں۔

تو اُس کے جن نے جواب دیا۔

کہ ذات الاحرین سے داہنی طرف کے گروہ سے جہاں پانی اور مٹی موجود ہو۔

تب خنافر نے اپنے جن کو جھڑکا اور اس سے کہا کھل کے بات کر۔

پانی اور مٹی تو ہر طرف پائے جاتے ہیں۔

تب خنافر کے جن نے اسے بتایا کہ اُس سرزمین کو تلاش کرو جہاں کھجوریں اور جلے ہوئے پتھر ہوں۔

اتنا کہہ کر جن غائب ہو گیا۔

خنافر نے کہا:

میں تب بھی نہ سمجھا تھا کہ جن کی مراد کس علاقے سے ہے۔

پھر بہت دن اسی طرح گزر گئے۔

اُس دن میں ایک محفل میں بیٹھا ہوا تھا جہاں ایک ایسا شخص بھی تھا جس نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پی رکھا تھا اور وہ لوگوں سے اپنے سفروں کی داستان بیان کر رہا تھا۔

تب خنافر نے اُس شخص نے پوچھا؟

مجھے بتا کہ وہ جگہ کہاں ہے جہاں کھجور کے درختوں کی بہتات ہے اور جلے ہوئے سیاہ لاوے کے پتھر ہیں۔

تو اس شخص نے ایک لمحے کی بھی دیر نہیں لگائی اور فوراً بولا۔

وہ تو یثرب ہے۔

یثرب عرب کی کوئی غیر معروف سرزمین نہ تھی جسے میں نہ جانتا ہوں۔

اس لیے میں فوراً ہی سمجھ گیا کہ یثرب کہاں ہے۔

پھر میں یثرب کو نکلا اور اسلام کی دولت سے اپنا دامن بھر لیا۔

یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ خنافر کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تھی یا نہیں۔

****

ذاتُ النَّخل۔

شہر نبوی کو ذات النخل بھی کہا جاتا ہے اور ذات الحجر بھی اور عرب کے شاعروں نے ذات الحجر کو اختیار کیا ہے اور انھی کے مطلع پہ اشعار لکھے گئے ایک شاعر کہتا ہے کہ!

”میرے دل کی خواہشات بھی ذات النخل اور ذات الحجر سے وابستہ ہیں اور میرا دل دو شہروں میں تقسیم ہو کے رہ گیا ہے۔ چنانچہ شوق کے شعلوں کی وجہ سے آگ میں بھی جدا نہیں ہوسکتا“۔

ہجرت کے بارے میں احادیث میں ہے کہ!

”مجھے میری ہجرت کا مقام دکھایا گیا تھا جہاں کھجوروں کے درخت تھے اور پتھریلی جگہ۔

پھر عمران بن عامر کاہن نے اپنی قوم کے شہروں کا تعارف کراتے ہوئے کہتا ہے کہ جو یہ ارادہ رکھے کہ وہ کیچڑ میں دھنسے مکانات دیکھے اور بے آباد جگہ دیکھے تو اسے حرہ میں جانا چاہیے جہاں کھجور کے

درخت ہیں۔

****

✍ اَلسَّلَقَۃ۔

اور شہرِ نبوی کا ایک نام "**السلقہ**" بھی ہے جسے ابو عبداللہ محمد بن احمد بن امین اقشری رحمۃ اللہ علیہ نے لیا ہے اور انھوں نے خاص طور پہ اِن ناموں کا ذکر کیا ہے جو توارات میں مذکور ہیں اور شہرِ نبوی کا یہ نام بھی تورات میں مذکور ہے اور مدینہ منورہ کو سلقہ کہنے کی وجہ یا تو یہ ہے کہ۔

کہ اس شہر کی فراغی اور پہاڑوں سے دوری ہے۔

یا اس شہر میں درپیش آنے والی مشقتوں کی وجہ سے۔

یا اس شہر میں موجود بخار کی وبا کی وجہ سے۔

یا اس شہر کے دوسرے شہروں پہ غالب ہونے کی وجہ سے۔

یا اِن لوگوں کی وجہ سے جنھیں دوسرے لوگوں پہ غلبہ عطا کیا گیا۔

یا اس وجہ سے کہ یہیں اسلام کو استحکام ملا۔

یا اس وجہ سے کہ یہیں سے نکل کر مسلمانوں کے لشکروں کو فتح حاصل ہوئی۔

یا اس وجہ سے کہ اس شہر کو دارِ ہجرت قرار دیا گیا۔

یا اس وجہ سے کہ اس شہر میں حرم نبوی ہے۔

یا اس وجہ سے کہ اس شہر میں مرقد نبوی ہے۔

****

✍ اَلشَّافِیَہ۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ شہر نبوی کو الشافیہ کہنے سے مراد یہ ہے کہ اس شہر کی مٹی میں امراض کے

لیے شفاء ہے یہاں تک کہ کوڑھ اور پھل بہری تک کے امراض کا ذکر کیا گیا ہے۔ مدینہ کے لوگوں نے بیان کیا ہے کہ بخدا ہم نے بہت سے لوگوں کو اس کی مٹی کی وجہ سے کوڑھ کے مرض سے شفایاب ہوتے دیکھا ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ لوگوں کو شدید بخار کی حالت میں بھی خاک مدینہ کو دوا کے طور پہ استعمال کرتے دیکھا گیا ہے اور لوگوں کو شفایاب ہوتے ہوئے بھی دیکھا گیا ہے۔ یہ بات مشہور ہے اور خاکِ مدینہ کو شافیہ یوں بھی کہتے ہیں کہ اس شہر کی کھجوروں میں بھی اللہ پاک نے شفاء رکھی ہے۔ چنانچہ ابن مسدی نے لکھا ہے کہ مدینہ طیبہ کے اسمائے مبارک کو لکھ کر گلے میں ڈال لینے سے بھی لوگوں کو شفاء ہوتی ہے اور کہا گیا کہ چونکہ شہر مدینہ لوگوں کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ لوگوں کی بیماریوں کو مٹانے صلاحیت نہ رکھتا ہو، اور لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ شہر مدینہ میں آنے سے روحانی اور جسمانی دونوں قسم کے امراض اور کجیوں کی اصلاح ہو جاتی ہے اس لیے شہر نبوی کو الشافیہ بھی کہا جاتا ہے۔

****

طائِب۔

شہر نبوی کو طائب بھی کہا گیا ہے جیسے کاتب کا وزن ہے اور اسی سے ملتے جلتے نام یہ بھی ہیں " **طَابَة ۔ طَیْبَه ۔ طَیِّبَه ۔ طَائِب اور مُطَیَّبَة** جن کو مورخین نے بیان کیا ہے۔

اور اسی ضمن میں نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث بھی بیان کی گئی ہے۔

"جس میں نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے"

ایک اور روایت یہ بھی ہے کہ!

"نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں مدینہ کا طابہ رکھوں"

ابن شبہ کہتے ہیں کہ پہلے لوگ شہر نبوی کو یثرب کہہ کے پکارتے تھے مگر جب رسول اللہ ﷺ اس شہر میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اس شہر کا نام طیبہ رکھا اور حدیث پاک میں یہ بھی مروی ہے کہ!

''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ شہر مدینہ کے دس نام ہیں جن میں مدینہ ہے طیبہ ہے طابہ ہے اور طائب ہے''

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ!

بخدا تورات میں اس شہر کے نام طیبۃ اور طابہ آئے ہیں اور پھر مطیبہ بھی ہے جو تورات ہی سے اخذ کیا گیا ہے۔

مدینہ کے یہ نام یا طیب کے لفظ سے ملتے ہیں جس کے معنی پاکیزہ کے ہیں۔

جو لوگوں کو شرک جیسی پلیدی کو دور کرتا ہے۔

یا پھر یہ اس لفظ سے ملتا ہے بریح طیبۃ ہے۔

یا پھر اس لیے کہ اس میں حضور انور ﷺ کا جسم انور رکھا ہے۔

یا پھر اس لیے کہ مدینہ ایک بھٹی کی طرح ہے جو گندگی کو نکال باہر کرتا ہے۔

یا پھر اس لیے کہ یہ شہر لوگوں کے نفس کو پاک کرتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ یہ لفظ طیب ہے۔

کیونکہ اس میں ہر امر پاکیزہ ہے اور اس کی ہوا پاک ہے۔

یا پھر اس لیے کہ اس کی گلیوں اور دیواروں میں ایک خاص قسم کی خوشبو ہے۔

یا پھر اس لیے کہ اس کی ہوا میں ایک خاص مہک ہے۔

حضرت اشبیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ!

مدینہ کی مٹی پاک ہے اور اس میں ایک خوشبو ہے اور یہ خوشبو ایسی نہیں جیسی کہ دوسری خوشبوئیں ہوتی ہیں اور یہ عجیب خوشبو ہے۔

حضرت یاقوت حموی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ!

مدینہ طیبہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی ہوا میں ایک خوشبو ہے جو کسی اور شہر کی ہوا میں محسوس نہیں کی جاسکتی۔

حضرت عبداللہ عطا رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے کہ!

رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے شہر نبوی کی ہوا میں ایک خاص خوشبو ہے جس کے سامنے کستوری کا فور اور

تازہ عود کی خوشبو کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

****

اَلعَاصِمَہ۔

شہر نبوی کا ایک نام ”العاصمہ “ ہے اور یہ ایسا نام ہے جس کی وجہ سے انصارِ مدینہ نے مہاجرین مکہ جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھی تھے کو ہر قسم کا تحفظ فراہم کیا اور انھیں مشرکین کی طرف سے تحفظ فراہم کیا۔شہر مدینہ نے تاریخ کے ہر دور میں اپنے لوگوں کو بیرونی حملہ آوروں سے پناہ دی ہے جیسا کہ اس سے قبل تبع کے باب میں گزر چکا ہے اور اسی دور میں اس شہر نے اپنے لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کے لشکروں سے بھی پناہ فراہم کی ہے اور پھر اسی شہر نے سردار دو عالم اور نبیوں کے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھی دشمنوں سے پناہ فراہم کی اور پھر یہ شہر حرم یعنی امن والا بن گیا اور اس شہر کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں دجال داخل ہوسکے گا نہ طاعون۔

****

اَلهَذْرَاء۔

ابن نجار نے بیان کیا کہ شہر نبوی کو الھذ رہی کہا جاتا ہے اور یہ وہی نام ہے جو تورات میں عذرا بیان کیا گیا ہے۔پھر مطری اور دوسرے بہت سے لوگوں نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔مورخین نے کہا کہ مدینہ پاک کا یہ نام شدید گرمی کی وجہ سے بیان کیا گیا ہے کیونکہ اہل عرب شدید گرم دن کو ”**یَوْمٌ هَاذِرٌ**“ بولا کرتے۔

یا اس لیے کہ باوجود سخت گرم ہونے کے اس شہر میں پانی کثرت سے پایا جاتا ہے اور اس کے بازاروں میں آواز قدرے بلند آتی ہے۔

چنانچہ عرب اس شخص کے بارے میں جو بلند آواز سے بات کرتا ہو کہتے کہ؛

" **هَذَرَفِیْ کَلَامِہٖ** " سے لیا گیا ہے۔

یا اس بات کا احتمال بھی ہے کہ یہ لفظ " **هَـذَرَ الْحَمَـام**" سے مشتق ہو جس کے معنی چلتے پانی کی آواز یا کبوتروں کی بولی ہے۔

یہ بھی کہا گیا کہ شہر مدینہ کا یہ نام " **هَـذَرَ الْعَشَـب** " لیا گیا ہے اور یہ لفظ تب بولا جاتا ہے جب گھاس لمبی ہو جائے اور اس پہ بہت سی نباتات اُگ آئیں تب اس زمین کو عرب " **اَرْضٌ هَـاذِرَۃ**" کہتے۔

****

اَلْمُسْلَمَۃُ۔

شہر مدینہ کو المسلمہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کے لوگوں کے دلوں میں اسلام نے اپنا گھر بنا لیا تھا اور لفظ اسلام عجز و انکسار اور اللہ ہی کا ہو رہنے کے لیے بولا جاتا ہے۔ شہر مدینہ کو مسلمہ یا تو اس لیے بولا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں تابعداری اور اللہ کا ہو کر رہنے کی صورت بتائی ہے۔

یا اس کی صورت یہ ہے کہ عجز و انکسار یہاں کے رہنے والے لوگوں کے دل میں گھر کر گیا ہے۔

یا پھر اس لیے کہ یہ شہر قرآن کی بنا پر فتح ہوا نہ کہ تیر اور تلوار سے۔

یا پھر اس لیے کہ یہاں کے لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کے ہو کر رہ گئے۔

یا پھر اس لیے کہ انھوں نے خود کو اللہ اور اس کے مہمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا وغیرہ۔

****

اَلْمُؤْمِنَہ‘۔

کہا گیا کہ مدینہ منورہ کو مومنہ کہا جاتا ہے جس کی دو وجہ بیان کی گئی ہیں۔

یا تو اسے اس لیے مومنہ کہا جاتا ہے کہ عقل والوں کی طرح اس شہر نے بھی اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کی۔

اور بعض لوگوں نے کہا۔

کہ یہ بعید از قیاس بھی نہیں اللہ تعالیٰ جمادات کو ایسی قوت عطا کر دے۔

یہ قوت اللہ نے ان کنکریوں کو عطا کی تھی جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کی ہتھیلیوں میں اللہ سبحان تعالیٰ کی تسبیح بیان کی۔

یا اہل حجاز شہر مدینہ کو مومنہ اس لیے کہتے کہ اس شہر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی تصدیق کی۔

یا پھر اس لیے بھی اس شہر کو مومنہ کہا گیا کہ ایمان یہیں سے پھیلا اور پھر مدینہ میں مومن کی صفات پائی جاتی ہیں۔

اس لیے کہ یہ نفع دیتا ہے برکت دیتا ہے۔

نقصان نہیں کرتا مسکین نہیں بناتا۔

یا اس بنا پہ اس شہر کو مومنہ کہا گیا کہ یہ اپنے اندر رہنے والوں کی بیرونی دشمنوں سے مدافعت کرتا ہے۔

یا پھر اس لیے کہ دجال اس شہر کے دروازوں تک آئے گا مگر اسے اندر داخل ہونے کی اجازت نہ ہو گی اور وہ واپس لوٹ جائے گا۔

یا پھر اس لیے کہ طاعون کی وباء کو اس شہر سے دور کر دیا گیا۔

****

اَلْمَجْبُوْرَۃُ۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ شہر مدینہ کا یہ نام حدیث پاک میں بھی موجود ہے اور اسے سابقہ کتابوں میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اُس حدیث سے بیان کیا ہے جس میں مدینہ پاک کے دس نام بیان کیے گئے ہیں۔

یا پھر اس وجہ سے کہ اس شہر میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کامیابی اور ناموری حاصل ہوئی۔

یا پھر اس وجہ سے کہ اس شہر نے آپ ﷺ کو زندگی میں بھرپور رکھا اور اس کے بعد آپ ﷺ کے جسم انور کو سنبھالا۔

یا پھر اس وجہ سے کہ آپ ﷺ نے اس شہر کے بخار کو یہاں سے بھگا دیا تھا۔

یا پھر اس وجہ سے کہ آپ ﷺ نے اپنے لوگوں کو یہاں رہائش رکھنے کا شوق دلایا ہے۔

یا پھر اس وجہ سے کہ نبی پاک ﷺ کی دُعا کی وجہ سے اس شہر کے صاع اور مد میں برکت عطا فرمائی گئی۔

یا پھر اس وجہ سے کہ یہی وہ شہر ہے جو خوش و خرم ہے اور اِن عظیم نعمتوں سے مالا مال ہے اور اس کا دامنِ فخر ہر مقام پہ سایہ کیے ہوئے ہے۔

****

اَلْعَزَّاءُ۔

شہر نبوی کو "العزا" اس لیے پکارا گیا کہ اس میں عظمت اور بزرگی کا ہر نشان پایا جاتا ہے۔

اس لیے کہ یہ لفظ سفید پیشانی والے گھوڑے کے لیے بولا جاتا ہے جس کی عربوں کے ہاں بہت تکریم تھی۔

غرہ ہر شئے کا بہترین حصہ ہوتا ہے جیسا کہ انسان کا چہرہ اس کے جسم کا بہترین حصہ ہے۔

اغر ہر شئے کے سفید حصے کو بھی کہتے ہیں۔
دِنوں میں گرم ترین دن کو اور لوگوں میں سے نیک ترین لوگوں کو بھی غرہ ہی کہتے ہیں۔
غرہ ایک خوشبودار بوٹی کو بھی کہتے ہیں جسے عرب پسند کرتے تھے۔
پورے قبیلے کی بزرگ اور صاحب دانش عورت کو بھی غرہ کہا جاتا۔
چنانچہ شہر مدینہ کو غرا اس لیے کہا گیا کہ اس کا ہر نشان عظمت والا ہے اور اس کی بزرگی مسلم ہے۔ اسے شہرت اور ناموری حاصل ہے اور اس کا علم ہر ایک دل کو منور کر رہا ہے اس کی آب و ہوا خوشبودار ہے۔

****

غَلَبَہ۔

شہر نبوی کے دوسرے شہروں پہ غلبہ حاصل کرنے کی وجہ سے اس کو غلبہ بھی کہا گیا ہے اس لیے کہ یہ شہر تمام شہروں پہ غالب ہی رہا ہے۔
ابن زبالہ [*32] کہتے ہیں کہ اُن کو داؤد بن مسکین انصاری نے اپنے بڑے بوڑھوں سے سن کر بتایا کہ یہ دورِ جاہلیت کا نام ہے۔
لوگ اس شہر کو یثرب کے ساتھ ساتھ غلبہ بھی کہتے تھے۔
اس وجہ یہ ہے کہ جب یہودی لوگ قوم پہ عمالقہ حملہ آور ہوئے تو غالب رہے۔
پھر اوس وخزرج نے یہودیوں پہ حملہ کیا تو اُن پہ غالب آ گئے۔
اور جب عجمی لوگ مدینہ پہ چڑھ آئے تو ناکام رہے۔
قریش نے مدینہ پہ یلغار کی تو ناکام رہے۔
تبع نے مدینہ پہ حملہ کیا تو ناکام رہا۔

عجمی لوگ مہاجرین پہ چڑھ آئے تو غالب ہوئے۔

امام سمہودی نے کہا کہ ابن زبالہ کے جس نسخے کو میں نے دیکھا ہے اس میں یونہی لکھا ہے۔

پھر اس کے راوی ''مجد'' نے زبیر بن بکار سے نقل کیا ہے کہ مہاجرین اوس وخزرج پہ چڑھ آئے تو اُن پہ غالب ہوئے۔

****

اَلْعَرُوْض۔

شہر نبوی کو العروض اس لیے کہا گیا کہ اس میں کئی بستیاں اور وادیاں تھیں۔

اس کو العروض اس لیے بھی کہا گیا کہ یہ دیگر علاقوں سے بلند ہے۔

اس لیے بھی کہ اس میں پہاڑ ہیں جن کی چوڑائی میں میدان ہیں اور راستے ہیں جن کو اس علاقے کی آبرو کہا جاتا ہے۔

جب کوئی مدینہ آتا تو وہ اس کی آبرو بن جاتا۔

کیونکہ یہ نجد میں واقع ہے اور پورا نجد زمین کے طویل خط مستقیم میں واقع ہے اور شہر مدینہ اس کی ایک طرف ہے۔

اور یہ نجد ہی میں واقع ہے۔

****

اَلْفَاضِحَۃ۔

شہر نبوی کو یہ نام اس لیے عطا ہوا کہ یہ شہر دلوں میں چھپے بھید بھی جان لیتا ہے۔

جو کچھ ان کے دل میں ہو وہ لوگوں پہ ظاہر کر دیتا ہے۔
کوئی شخص اس شہر میں اپنا گندہ عقیدہ چھپا کر نہیں رکھ سکتا۔
اور نہ ہی وہ کوئی اور چیز چھپا سکتا ہے۔
شہر مدینہ لوگوں کے دلوں کی گندگی کو دور کر دیتا ہے۔
اور اس شہر میں رہنے والے لوگوں کو نمایاں کر دیتا ہے۔
وہ ہر اس شخص کو جس کی نیت بری ہو رسوا کر دیتا ہے۔
اور یہ کہ کسی اور شہر میں یہ خاصیت نہیں ہے۔
لوگوں نے اِن امور کا بار ہا مشاہدہ بھی کیا ہے۔

****

قَرْيَةُ الْاَنْصَار۔

قریۃ الانصار کے علاوہ شہر نبوی کو قریۃ السلام بھی کہا گیا ہے اور قریہ لوگوں کی بڑی بستی یا شہر کو کہتے ہیں۔

اس بابت بیان کیا گیا یہ لفظ " قَرَيْتُ الْمَاءَ فِى الْحَوْضِ " سے لیا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ فقرہ تب بولا جاتا ہے جب حوض میں پانی جمع ہو جائے۔ یا یہ کہ جب میں نے حوض میں پانی جمع کیا۔

ابو ہلال عسکری ہر چھوٹے اور بڑے شہر کو قریہ کہتے ہیں۔
شہر مدینہ ہی کے معنی میں بیان کیا گیا کہ شہر مدینہ قریہ نہ تھا بلکہ قریہ سے کچھ زیادتی والا تھا۔
اور قریہ مصر سے چھوٹا ہوتا ہے۔
جبکہ بعض نے یہ کہا کہ!
یہ لفظ ہر چھوٹی اور بڑی سب بستیوں کے لیے بولا جاتا ہے۔

جیسا کہ لفظ ناصر انصار کا واحد ہے جس کے معنی مددگار کے ہیں۔

شہر مدینہ کے باسیوں کو انصار اس بنا پہ کہا جاتا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی مدد کی۔

چنانچہ اُن کے اس امر پہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ!

وَالَّذِيْنَ اٰوَوا وَّنَصَرُوْا○

اور جنھوں نے جگہ دی اور مدد کی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اِن کا نام انصار یعنی مددگار رکھ دیا ہر چند کہ اس سے پہلے لوگ انھیں اوس وخزرج کے نام سے جانتے تھے۔

اور حدیث پاک میں بیان کیا گیا کہ!

"غیلان بن جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا؟ مجھے انصار کے لفظ کے بارے میں تو کچھ بتائیں۔آپ نے اپنا یہ نام خود ہی رکھ لیا تھا کہ کسی اور وجہ سے تمھارا نام یہ ہوا تو انھوں نے بڑے فخر کے ساتھ مجھے بتایا کہ یہ نام تو اُن کو اللہ پاک نے عطا فرمایا ہے۔

****

اَلْمُبَارَکَہ۔

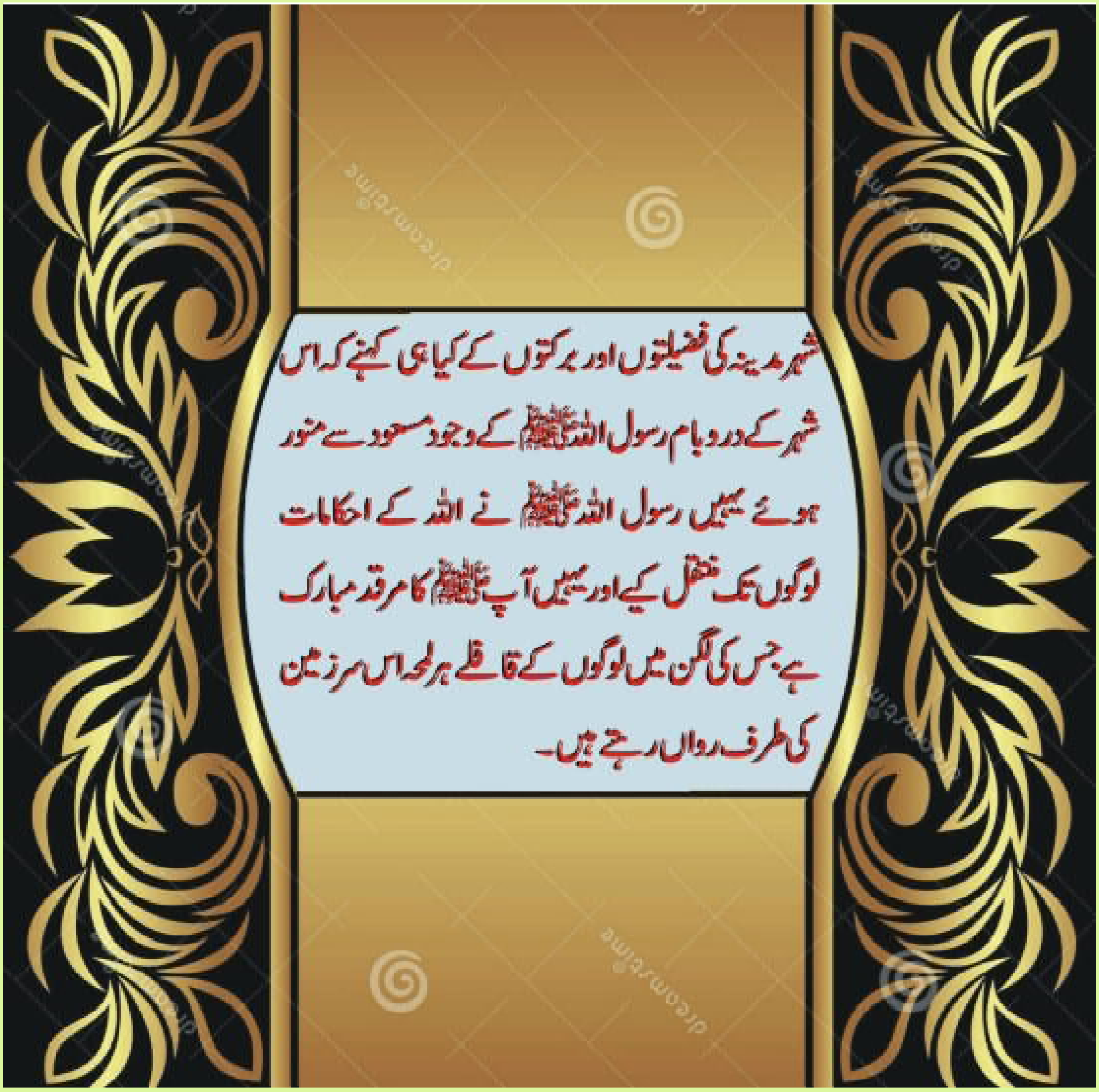
شہر نبوی کو یہ نام اس لیے عطا کیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی دُعا کی برکت سے اسے سرفراز فرمایا ہے یعنی فرمایا کہ:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَافِىْ مَدِيْنِنَاوَبَارِكَ لَنَا فِىْ صَاعِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِى مُدِّنَا اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبراهِيْمَ عَبْدُكَ وَخَلِيْلُكَ وَ نَبِيّكَ وَاِنِّىْ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ وَاِنَّهٗ دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَاَنَا اَدْعُوْكَ لِلْمَدِيْنَةِ بِمِثْلِهٖ مَادَعَاكَلِمَكَّةَ وَمِثْلِهٖ مَعَهٗ۔

اے میرے اللہ! ہمارے لیے مدینہ میں برکت دے ہمارے صاع میں برکت فرما ہمارے مد میں برکت فرما بیشک ابراہیم تیرے بندے تیرے دوست اور تیرے نبی تھے میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں اس نے مکہ کے لیے تجھ سے دُعا کی تھی میں تجھ سے مدینے کے لیے دُعا کرتا ہوں۔

اس سے ملتی جلتی بہت سی روایات ہیں۔

بہت سی دعائیں ہیں جن کی برکت آج بھی شہر نبوی کی فضاؤں میں محسوس کی جاسکتی ہیں۔شہر نبوی کے اور بھی نام ہیں جنھیں طوالت کے خوف کی وجہ سے نظر انداز کیا جارہا ہے۔[33*]


شہر مدینہ کی فضیلتوں اور برکتوں کے کیا ہی کہنے کہ اس
شہر کے در و بام رسول اللہ ﷺ کے وجود مسعود سے منور
ہوئے یہیں رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے احکامات
لوگوں تک منتقل کیے اور یہیں آپ ﷺ کا مرقد مبارک
ہے جس کی لگن میں لوگوں کے قافلے ہر لمحہ اس سرزمین
کی طرف رواں رہتے ہیں۔



نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاطر تعلق کی وجہ سے اس شہر کی فضیلت اور بزرگی کا بیان بہت طویل ہے۔اتنا طویل کہ اس کا تذکرہ ممکن ہی نہیں ۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اس شہر کی باتیں جس میں نبی اکرم ﷺ کے شب و روز بسر ہوئے ،جس میں آپ ﷺ کو سکھ اور دکھ کا سامنا کرنا پڑا ،جس شہر میں آپ ﷺ نے لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دی ،جس شہر میں نبی اکرم ﷺ کو منافقین کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا ،جس شہر میں انصارِ مدینہ کی محبت آپ ﷺ کے ہمرقاب رہی بہت طویل ہیں اور اس شہر کی فضیلتیں جس میں قرآن پڑھا گیا قرآن سیکھا گیا اور قرآن پہ عمل کیا گیا۔جس میں جسم مبارک کی خوشبوئیں ہیں جس کی خاک بھی مقدس ہے ۔اُس کی فضیلتوں کا بیان قلم و قرطاس پہ بہت بھاری ہے۔جس شہر کے لیے وہ مبارک ہاتھ بلند ہوئے جن کو کبھی خالی نہیں لوٹایا گیا اور آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اس شہر میں برکتوں کے نزول کی دعا کی اس شہر کی وبا کو شہر سے نکل جانے کا حکم دیا اور اسی شہر میں آپ ﷺ نے اپنا سفر زندگی تمام کیا اسلام کو غلبہ حاصل ہوا اور مدینہ اس سورج کی طرح روشن ہو گیا جس کی کرنوں سے تمام جہان روشن

ہو گئے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ!

”حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ میری ہجرت کا مقام ہے، اسی میں میری جائے دفن ہے اور یہیں سے مجھے اٹھنا ہے، اس لیے میری امت پہ لازم ہے کہ وہ میرے پڑوسیوں کی حفاظت کریں، جب تک کہ وہ گناہ کبیرہ سے بچتے رہیں جو اِن کی حفاظت کرے گا میں قیامت کے دن اس کا گواہ بنوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا اور جو اِن کی حفاظت نہیں کرے گا اسے دوزخ کی پیپ پلائی جائے گی“ [*34]

****

جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا کہ شہر نبوی کی خصوصیات اور فضیلتیں اتنی بسیط اور طویل ہیں کہ ان کا تذکرہ ممکن نہیں۔ تاہم اس سعادت کو ہم جس حد تک حاصل کر سکے اُس کا بیان ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

****

☜ اس شہر کی سب سے بڑی فضیلت تو یہ ہے کہ اس شہر میں نبی اکرم ﷺ نے زندگی بسر کی اور یہیں مدفون ہیں اور یہیں سے روز قیامت اٹھنے والے ہیں۔

****

☜ مسلم امہ کا یہ اجماع کہ سرزمین مدینہ دنیا کی تمام زمینوں سے افضل ہے۔

****

****

☜ اس لیے بھی کہ یہاں بہترین لوگ بہترین وقتوں میں ٹھہرے اور بہترین اور دوسروں سے افضل لوگ ہی اس شہر میں مدفون ہیں یعنی وہ لوگ جو اصحابِ رسول ﷺ تھے اور آپ ﷺ کے حامی اور مددگار رتھے۔

****

☜ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کے لوگوں کو یہ سعادت عطا کی کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے مددگار بن جائیں۔

****

☜ اور یہ بھی کہ دوسرے سارے شہر تو تلوار چلا کر فتح کیے گئے مگر مدینہ کی فتح کا سبب صرف قرآن بنا یعنی اس کتاب کی برکت سے اِن لوگوں کے دلوں کو منور کر دیا گیا۔

****

☜ اسی شہر کی بدولت دیگر تمام شہر فتح ہوئے حتیٰ کہ مکہ بھی اور اللہ نے اس شہر کو اپنے صحیح دین کا مظہر بنایا۔

****

☜ جیسا کہ قاضی عیاض اور دیگر علماء[*35] نے بیان کیا ہے کہ فتح مکہ سے قبل لوگوں پہ اس شہر کی ہجرت واجب قرار دے دی گئی اور اُن کو حکم دیا گیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی مدد کے لیے اس شہر میں ٹھہریں اور آپ ﷺ کی غمخواری کریں۔

****

☜ زورِ قیامت امت میں سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والے لوگ اسی سرزمین سے اٹھیں گے جیسا کہ قاضی عیاض نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے ''مدارك'' میں لکھا

ہے۔

****

☜ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں مکہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ!

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۝

القرآن الحکیم (سورۃ الانفال 8/ 26)

”اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اور ملک میں دبے ہوئے تھے“۔

****

☜ اور شہر نبوی کے متعلق مزید ارشاد ہوا کہ!

اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً ۝

القرآن الحکیم ۔ (سورۃ النساء 97/4)

”کیا اللہ کی زمین (مدینہ) تمھارے لیے کشادہ نہ تھی“۔

****

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس زمین یا اس شہر کی نسبت اپنے محبوب ﷺ کی طرف فرمائی ہے۔ارشاد ہوتا ہے کہ!

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۝

القرآن الحکیم ۔ (سورۃ الانفال 8/ 5)

جس طرح اے محبوب: تمہیں تمھارے رب نے تمھارے گھر سے حق کے ساتھ برآمد کیا ہے ۔

****

☜ اور اللہ تعالیٰ اس شہر کا نام لے کر قسم کھائی ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝

مجھے اس شہر کی قسم ہے۔

****

☜ اور اس شہر کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ لوگ جب مدینہ کی دیواریں دیکھتے تو اپنے چوپائے کو متحرک کرتے اور جب مکہ سے آتے تو اپنے دونوں کندھوں سے چادر اتار لیتے اور فرماتے کہ کیسی عمدہ خوشبو آرہی ہے۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کی کہ وہ اس شہر کو اِن کے لیے محبوب بنادے اور انھیں اس شہر سے مکہ جیسی محبت عطا فرما بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اس شہر کے صاع اور مد کے لیے برکت کی دُعا کی۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے اس شہر کی مسجد اپنے ہاتھ سے بنائی یعنی اُس کی بنیاد خود رکھی اور اس کی تعمیر میں امت کے بہترین لوگ شامل رہے ہیں جن میں انصار اور مہاجرین شامل تھے۔

****

☜ اور اس کی ایک فضیلت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر اور آپ ﷺ کے منبر کے درمیان جنت کی ایک کیاری ہے۔ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے منبر اور حجروں کے درمیان جنت کی ایک کیاری موجود ہے۔بعض نے یہ کہا کہ پوری مسجد نبوی [36*] ہی جنت کی کیاری ہے۔کچھ علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہی وہ مسجد ہے جس کے بغیر جنت کا کوئی ٹکڑا زمین پہ موجود نہیں۔

****

****

☜ نبی اکرمﷺ نے فرمایا کہ میرا منبر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور میرے منبر کے پائے جنت میں جانے کے لیے سیڑھیوں کی مانند ہیں کہیں اور یہی روایت اس اضافے کے ساتھ بھی بیان کی گئی ہے کہ میرا منبر میرے حوض پہ رکھا ہے۔

****

☜ نبی اکرمﷺ سے روایت کیا گیا کہ مسجد نبوی میں ایک نماز کا اجر پچاس ہزار نمازوں جیسا ہے۔

****

☜ نبیﷺ کی مسجد کے بارے میں نبی اکرمﷺ سے مروی ہے کہ آپﷺ نے فرمایا:
جس شخص نے میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا کرلیں اسے اللہ تعالیٰ عذاب سے نجات عطا فرما دیں گے اور اسے منافق ہونے سے محفوظ کردیا جائے گا [*37]۔

****

☜ مسجد نبوی کی ایک فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ جو شخص پاکیزہ ہو کر اس مسجد میں نماز کے علاوہ اور کوئی ارادہ لے کر نہیں جائے گا تو اس کے لیے حج کا ثواب لکھا جائے گا اور جب نکلنے والا گھر سے نکل کر اس کی طرف آئے گا تو اس کے ایک قدم رکھنے پر ایک نیکی لکھی جائے گی اور اس کا ایک گناہ مٹا دیا جائے گا۔

****

☜ مسجد قباء بھی تو شہر نبوی ہی میں ہے جس کے متعلق ارشاد ہوا کہ جو اس کی طرف آئے گا تو اسے عمرے کا ثواب دیا جائے گا۔

****

****

☜ بیان کیا گیا کہ مدینہ میں ماہ رمضان کے ایک مہینے کے روزے رکھنا کسی دوسرے شہر میں ایسا ہی ہے جیسا کہ اس شخص نے ایک ہزار مہینے کے روزے رکھے ہوں اور مدینہ میں ادا کی گئی جمعہ کی ایک نماز ایسی ہزار نمازوں کے برابر تصور کی جائے گی غرض نیکی کا ہر کام یہاں ایسی ہی حیثیت رکھتا ہے۔ شہر نبوی میں ہر نیک عمل کا ثواب ہزار گنا ہے۔

****

☜ مسجد نبوی کے متعلق یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس کا ادب دوسری مساجد سے بہت زیادہ ہے اس مسجد میں آواز پست رکھنی چاہیے کیونکہ انسان اس وقت نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے جو سارے رسولوں کے سردار ہیں اور بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ مسجد نبوی میں پیاز اور تھوم جیسی اشیاء نہ لے جائی جائیں کیونکہ یہ مسجد فرشتوں کا مقام وحی رہی ہے۔

****

☜ علماء نے کہا ہے کہ اس مسجد میں مقام نماز اور اس کے محراب میں تردد نہ کیا جائے کیونکہ اس کی سمت بالکل درست ہے، چنانچہ نمازی وہاں دائیں یا بائیں ہونے کا وہم نہ کرے۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ تمام مسجدیں اسی حکم میں داخل ہیں جن میں نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا کی کیونکہ ان کے محرابوں کی سمت تو اسی وقت درست ثابت ہوگئی جب نبی اکرم ﷺ نے اس میں نماز ادا کی۔ تاہم مسلمانوں کے دوسرے محرابوں کے بارے میں یہ احتمال ممکنات میں سے ہے۔

****

☜ اس شہر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس شہر میں اُحد کا پہاڑ ہے جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اُحد تو جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پہ ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اُحد ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اُحد سے محبت رکھتے ہیں۔

****

☜ اور یہ بھی کہا گیا کہ وادیٔ بطحا جنت کے ایک دروازے پہ ہے۔

****

☜ وادیٔ عتیق کو مبارک کہا گیا اور بتایا گیا ہے کہ حضور ﷺ کو اس سے محبت تھی ایک اور روایت میں ذکر کیا گیا کہ ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور یہ وادیٔ ہم سے محبت رکھتی ہے۔

****

☜ نبی ﷺ نے لوگوں کو اس شہر میں ٹھہرنے کی ترغیب فرمائی ہے۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو اس شہر میں جینے اور اسی شہر میں مرنے کی ترغیب دلائی ہے۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے یہاں رہنے اور یہاں مرنے والوں کو شفاعت یا شہادت یا دونوں کا وعدہ فرمایا ہے۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے یہاں وصال فرمانے کی خواہش کی ہے۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اہل مدینہ کی شفاعت ہوگی اور روزِ محشر انھیں خصوصی شفاعت اور عزت سے نوازا جائے گا۔

****

☜ بیان کیا گیا کہ روزِ محشر جنت البقیع سے ستر ہزار لوگ چاند کی طرح چمکتے ہوئے اٹھیں گے اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے اور اتنے ہی لوگ بنو سلمہ کے قبرستان سے اٹھائیں جائیں گے، بقیع کے قبرستان پر فرشتے مقرر ہیں اور جب یہ بھر جاتا ہے تو وہ اسے کناروں سے پکڑ جنت میں ڈال دیتے ہیں۔

****

☜ اور بیان کیا گیا کہ سب لوگوں سے پہلے اہل مدینہ کے لوگ قبروں سے نکلیں گے۔

****

☜ شہر مدینہ کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اس شہر کی تکالیف اور مشقتوں پر صبر کرنے والوں کی گواہی خود نبی اکرم ﷺ دیں گے اور اُن کی شفاعت فرمائیں گے۔

****

☜ اور یہ بھی بیان کیا گیا کہ نبی اکرم ﷺ کی قبر کی زیارت کرنے والے کی شفاعت آپ ﷺ پہ واجب ہوگی۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ سے مروی مختلف روایات کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ مدینہ منورہ میں قبر انور کے قریب دُعا قبول ہوتی ہے اور کہا گیا کہ استوانہ جات پر بھی دُعا قبول ہوتی ہے پھر منبر کے قریب، بقیع میں، دارِ عقیل کے گوشے پر اور بدھ کے دن نماز ظہر کے بعد مسجد فتح میں، پھر مسجد اجابہ میں، مسجد سقیا میں اور نبی ﷺ کے جائے نماز پہ بھی دعائیں قبول ہوتی ہیں پھر کہا گیا کہ عید کے دن برکت السوق میں احجارِ زیت اور سوق میں قبولیت دُعا کے بارے میں بھی روایات بیان کی گئیں ہیں۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ کا شہر ایسا شہر ہے جو لوگوں کے گناہ اُن سے ایسے دور کر دیتا ہے جیسے آگ چاندی کی میل اتار دیتی ہے۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ اہل مدینہ پہ ظلم کرتے ہیں اور انھیں ڈراتے ہیں اِن کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شدید ڈانٹ ہے۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کے بارے میں بُرا ارادہ رکھتا ہو اللہ تعالیٰ اسے یوں ڈھال دیتا ہے جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ انھیں دوزخ کی آگ میں پگھلا دے گا۔

****

☜ بیان کیا گیا کہ ایسے لوگوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی ہے جو اہل مدینہ کی عزت نہیں کرتا حالانکہ اِن کی عزت اور حفاظت کرنا تو امت پہ واجب ہے اور حضور ﷺ تو انھیں لوگوں کی شفاعت کریں گے یا گواہی دیں گے جو اہل مدینہ سے محبت کرتے ہیں یا اِن کی حفاظت کرتے ہیں۔

****

☜ اور اس سلسلے میں روایات بہت سی ہیں جیسے یہ کہ اگر کوئی شخص مدینہ منورہ سے مسلسل تین دن غائب ہو جائے تو جب وہ واپس آئے گا تو اس کا دل ظلم کی طرف مائل ہوگا۔[*38]

یا یہ کہ جو شخص شہر نبوی سے منہ موڑ کے چل دے گا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی جگہ اس سے بہتر شخص کو مدینے بلا لے گا۔

یا یہ کہ جس شخص نے اہل مدینہ کو ڈرانے کی کوشش کی تو اس نے گویا مجھے خوف دلانے کی کوشش کی۔

****

☜ بیان کیا گیا کہ اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا کہ یہاں کی وبا کو یہاں سے نکال کر کسی اور شہر (جحفہ) کی طرف روانہ کر دیا۔

****

☜ اور یہ بھی بیان کیا گیا کہ شہر نبوی کی خاک میں شفاء اور یہی بات اس کے پھلوں کی بابت بھی بیان کی گئی ہے۔

****

☜ اور کہا گیا ہے کہ شہر نبوی کو ہمیشہ کے لیے طاعون سے محفوظ قرار دے دیا گیا ہے۔

****

☜ اور یہ کہ شہر نبوی کو دجال سے محفوظ قرار دے دیا گیا اور یہیں سے ایک شخص دجال کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے نکلے گا پھر وہ دجال سے کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تُو ہی دجال ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا کہ دجال اس شخص پہ غلبہ نہ پا سکے گا اور علماء[*38] نے یہ بھی کہا کہ شہر نبوی مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے امتیازی حیثیت رکھتا ہے اور اس بات میں راز یہ ہے کہ سیّد المرسلین ﷺ مدینہ منورہ میں موجود ہیں جو بندوں پہ اللہ عزوجل کی واضح دلیل ہیں۔

****

☜ اور حدیثِ طبرانی میں شہر نبوی کی یہ خصوصیت بھی بیان کی گئی ہے کہ ہر مسلمان پہ لازم ہے کہ وہ اس شہر کی زیارت کرے۔

****

☜ اور یہ بھی بیان کیا گیا کہ یہ شہر نبوی ہی کی خصوصیت ہے کہ یہاں آ کر جب کوئی شخص نبی اکرم ﷺ پہ درود و سلام بھیجے تو آپ ﷺ اسے خود سنتے ہیں اور خود ہی اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔

****

☜ اور یہ بھی کہا گیا کہ شہر مدینہ کو ایمان اور حیا کا مرکز ہونے کی خصوصیت حاصل ہے۔

****

☜ اور یہ بھی کہا گیا کہ آخر کار ایمان یہاں کھینچ کر رہ جائے گا اور کہیں نہیں رہے گا۔

****

☜ اور شہر نبوی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اللہ کے مبارک اور طاقتور فرشتے اس شہر کو سنبھالے ہوئے ہیں اور اس کی حفاظت پہ معمور ہیں۔

****

☜ اور یہ بھی شہر نبوی ہی کی خصوصیت ہے کہ اسی شہر میں اس امت کی خاطر سب سے پہلی مسجد بنائی گئی۔

****

☜ اور اسی مسجد کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ سب انبیاء کی مسجدوں میں سے آخری نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کی آخری مسجد ہے اور یہی وہ مسجد ہے جس کی طرف نیت کر کے سواری لے جانے کی اجازت عطا کی گئی۔

****

☜ اور اسی شہر میں بہت سی مسجدیں اور قابل زیارت چیزیں ہیں اور تاریخی آثار ہیں بلکہ ان کا باعث برکت ہونا ہی اس بات کا پتا دے رہا ہے کہ یہ مقدس سرزمین ہے اور یہاں مقدس مقامات ہیں۔

ایک دفعہ کسی نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا؟

اگر آپ کو رہنے کے لیے دو شہر پیش کیے جائیں یعنی مکہ اور مدینہ تو آپ کس شہر میں رہنا پسند کریں گے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا اسی شہر میں جہاں میں رہتا ہوں اور وہ مدینے میں رہتے تھے

لوگوں نے پھر پوچھا آخر کیوں؟

تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور کہا۔

اس لیے کہ میں نہیں جانتا کہ اس شہر کا ایسا کوئی رستہ ہو جس سے نبی اکرم ﷺ نہ گزرے ہوں۔

اور اس لیے بھی کہ جبرائیل علیہ السلام لمحہ بہ لمحہ اس شہر میں اترتے رہے ہیں۔

****

☜ اور یہ بھی کہا گیا کہ اس شہر سے بہتر خوشبو دنیا میں اور کہیں نہیں پائی جاتی۔

****

☜ علماء نے یہ بھی کہا کہ حضور ﷺ کے مزارِ اقدس میں نقص نکالنے کی غرض سے نہ دیکھنا چاہیے [*40]۔

****

☜ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس شہر میں کوئی شخص جھوٹی قسم نہ کھائے ورنہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی مول لے گا۔

****

☜ مسجد نبوی کے آداب کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی مسجد میں آئے تو وہ آتے ہوئے اور راستہ اختیار کرے اور جاتے ہوئے کسی دوسرے راستے سے واپس جائے۔

****

☜ اور یہ کہ اس کے لیے بہتر ہے کہ وہ مسجد نبوی میں داخل ہونے سے پہلے غسل کر لے اور جب وہ

مسجد میں جائے تو اللہ سے یہ دُعا کرے کہ اسے اسی شہر میں موت آئے۔

****

☜ اور یہ بھی شہر نبوی ہی کی خاصیت ہے کہ یہ شہر ہمیشہ کے لیے دارالاسلام بن چکا ہے اور شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ اس شہر میں کبھی اس کی عبادت ہو سکے گی۔

****

☜ اور یہ بات بھی روایات میں ملتی ہے کہ جب دنیا تبدیل ہو گی اور اللہ کی راہ سے بھٹک جائے گی تب بھی شہر مدینہ ماموں ہی رہے گا اور یہ کہ جب ہر طرف بے چینی ہو گی تب سب سے آخر میں جس اسلامی شہر میں یہ بے چینی داخل ہو گی وہ ہر مدینہ ہو گا۔[*41]

****

☜ اور یہ خصوصیت بھی اسی شہر کو حاصل ہے کہ اس کا میقات طویل فاصلے پر ہے جس میں راز یہ ہے کہ وہ جب میقات کی طرف سفر کریں تو انھیں یعنی شہر مدینہ کے رہنے والوں کو سب سے زیادہ اجر عطا کیا جا سکے۔

****

☜ جب مسلمان اپنے سفر کا آغاز کریں یعنی سفر حج کا آغاز کریں تو انھیں پہلے مدینہ جانا چاہیے یا مکہ اس سلسلے میں علماء کی دو رائیں ہیں جو دونوں ہی اپنے دلائل کے حوالے سے عمدہ ہیں۔

چنانچہ ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب" **منصف** " میں بیان کیا ہے کہ اُن کے دور میں تو لوگ اپنا سفر مدینے سے شروع کیا کرتے تھے۔

اور اس سلسلے میں انھوں نے عقلمہ بن اسود اور عمرو بن میمون کی مثال پیش کی ہے کہ جب وہ سفر حج کو نکلتے تو اپنا سفر مدینہ سے شروع کیا کرتے تھے۔

اور دیگر بہت سے صحابہ کا عمل بھی یہی تھا۔

اور دوسری رائے یہ ہے کہ امام احمد کے بیٹے نے اپنے باپ کی روایت سے اپنی کتاب " **مناسك**

کبیـــر" میں لکھا ہے کہ وہ بہت سے ایسے اکابرین کو جانتے ہیں جو پہلے مکہ کی طرف جاتے وہاں مناسک حج ادا کرتے تب مدینہ کی طرف لوٹتے اور اس ضمن میں انھوں نے عبدالرحمان بن یزید، عطا اور حضرت مجاہد کے نام لیے ہیں۔

ابراہیم نخعی نے کہا کہ بہت سے سارے اصحاب رسول جب حج پہ جانے کا ارادہ کرتے تو پہلے مدینہ منورہ جاتے اور اِن کا کہنا یہ تھا کہ ہم وہیں سے احرام باندھنا چاہتے ہیں جہاں سے رسول اللہ ﷺ نے احرام باندھا تھا۔اس لیے بعد کے بہت سے علماء اور لوگوں نے اس بات کو اولیت دی ہے کیونکہ مدینہ کا میقات بہرحال افضل ہے اور یہ عظمت انسان کو اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب وہ پہلے مدینہ منورہ کا رخ کرے۔

****

☜ مزید براں یہ بھی کہ اس میں روضہ انور اور دیگر مقامات کی زیارت پہلے حاصل ہو جاتی ہے اور شاید یہی بات ہے کہ تابعین حضرات پہلے مدینہ کی طرف سفر کرتے رہے جیسا کہ علامہ سبکی نے علامہ زرکشی اور علامہ عبدی مالکی کے بارے فرمایا کہ اُن کے مطابق نبی اکرم ﷺ کی قبر اور آپ ﷺ کی مسجد کی طرف سفر کرنا کعبہ اور بیت المقدس کی طرف سفر کرنے سے افضل ہے۔

****

☜ شہر مدینہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے علماء نے لکھا کہ شہر مکہ کے مقابل شہر مدینہ میں چھ گنا زیادہ برکت حاصل ہوتی ہے اور اس سلسلے میں واضح اور صحیح احادیث موجود ہیں
(احادیث کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہیں)

****

☜ نسائی بزاز اور حاکم کی حدیث ہے کہ (الفاظ حاکم کے ہیں)
کہ عنقریب جب لوگ عالم کی تلاش میں نکلیں گے تو انھیں عالم مدینہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہ ملے گا۔
اور اس حدیث کی تشریح میں امام ابن عینیہ لکھتے ہیں کہ!

ہمارے خیال میں یہ عالم انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

علامہ زرکشی کہتے ہیں کہ جو کچھ ابن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ نے سفیان ثوری سے نقل کیا ہے یہ محل نظر ہے کیونکہ صحیح ابن حبان میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت اسحاق بن موسیٰ کہتے تھے کہ مجھے ابن جریج کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ہمارے خیال میں تو یہ عالم انس بن مالک ہیں۔ چنانچہ سفیان بن عینیہ کے پاس اس کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا۔

عالم تو وہ ہے جو اللہ کا خوف رکھے۔

ہم تو اولادِ عمر کے ایک شخص کے علاوہ اللہ سے زیادہ ڈرنے والا کسی کو نہیں جانتے۔

اور اُن کی مراد حضرت عبداللہ بن عمر سے تھی۔

اسی کی تائید میں علامہ تورپشتی نے "**شرح المصابیح**" میں لکھا ہے کہ یہ شخص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تھے۔

یہ نہایت نیک دل لوگوں میں شمار کیے جاتے تھے اور مختلف شہروں میں پھرتے پھراتے لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ جنگل میں رہنے والے لوگوں کی خبر گیری بھی کیا کرتے تھے اور اُن لوگوں سے بھی وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے۔

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حدیث پہ بحث کرتے ہوئے ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ بات امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو سب سے بڑا عالم متعین نہیں کرتی کیوں کہ اس دور میں تو ایسے بہت سے حضرات موجود تھے جن میں سے کسی ایک پر بھی امام مالک کو فضیلت حاصل نہ تھی۔

اور یہ بھی کہ اس وقت تو شہر مدینہ میں بھی حضرت سید بن میسّب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے۔ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو پھر اس کا تعلق وقت آخر سے ہوگا جب ایمان شہر نبوی ہی میں سمٹ کر رہ جائے گا اور مکہ اور مدینہ کے علاوہ دجال ہر جگہ غلبہ حاصل کر لے گا۔

****

☜ حضرت ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص مسجد رسول اللہ ﷺ یا بیت اللہ کی طرف

چلنے کی نذر مانتا ہے تو اس پہ لازم ہو گا کہ وہ یہ نذر پوری کرے کیونکہ یہ ایک عبادت ہے اور یہ نذر مانے کہ وہ چل کے بیت المقدس جائے گا تو اسے اختیار ہو گا کہ چاہے تو وہ مسجد اقصیٰ کی طرف جائے اور چاہے تو مسجد حرام کی طرف جائے۔ کیونکہ حدیث میں موجود ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر مکہ آپ ﷺ کے ہاتھ فتح ہو جاتا ہے تو میں بیت المقدس میں نماز پڑھوں گا تو اس شخص سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہیں نماز پڑھ لینا (اور تین مرتبہ یہی فرمایا)۔

****

☜ شہر نبوی کی فضلیت کے بیان میں یہ حدیث پیش گئی کہ اس شہر میں جنگ کی خاطر ہتھیار نہ اٹھائے جائیں گے۔

****

☜ اور اپنے شہر مدینہ منورہ کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ
اگر کسی کی کوئی چیز یہاں گم ہو جائے تو اسے نہ اٹھایا جائے۔

****

☜ بیان کیا گیا کہ شہر مدینہ کی مٹی اور پتھر کہیں لے جانا منع ہے۔

****

☜ اور کہا گیا کہ یہیں وہ آگ ظاہر ہو گی جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے اطلاع دی ہے۔ یہ آگ ڈرانے والی ہو گی اور نذیر یعنی ڈر سنانے والے کے شہر سے تعلق رکھتی ہے اور جب یہ آگ حرم تک پہنچے گی تو صاحبِ حرم کی رحمت کے سبب بجھ جائے گی۔

****

☜ حضور ﷺ نے شہر مدینہ کے بازاروں کے بارے میں دعائے خیر فرمائی ہے۔

****

☜ بئیر غرس (مدینہ کا ایک کنواں) کے بارے میں بیان کیا گیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت کے ایک کنویں پر ہوں صبح کو دیکھا تو میں بئیر غرس پہ تھا اور انبیاء کے خواب سچے ہوتے ہیں۔



یثرب یہودیوں اور عربوں کا شہر تھا۔ پھر یہ شہر مدینہ بن گیا شہر نبوی بن گیا اسلام کا مرکز بن گیا۔ نبی اکرم ﷺ کی جائے اقامت بن گیا پھر یہیں اسلام نے پھلنا پھولنا شروع کیا اور پہلے اسلام پورے عرب پہ غالب ہوا اور پھر اسی شہر سے نکلے لشکروں نے دنیا بھر کے لوگوں کو مغلوب کیا اور اسلام کا ہلالی پرچم بلند کیا۔ یہ شہر ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کا شہر بن گیا۔ اس شہر کے نخلستانوں ، وادیوں باغات ، پہاڑوں ، گلیوں ، بازاروں ، میلوں ، تہواروں ، ناموں ، وباؤں ، موسمی سختیوں وغیرہ پہ بہت سے اشعار کہے گئے جن میں اس شہر کی تاریخ اور جنگوں کے احوال بھی بیان کیے گئے ہیں۔ نیز اوس و خزرج کی عظمت اور بزرگی کے بارے میں اور ایک صدی سے زائد اِن قبائل کی باہمی کشمکش پہ بھی شعرائے عرب نے بہت کچھ لکھا ہے۔ اِن کا تذکرہ بہت طویل ہے اور اشعار کی تعداد انگنت ہے اس لیے ہم محض کچھ اشعار پہ ہی اکتفاء کریں گے۔

کسی شاعر نے ان اشعار میں مدینہ منورہ کے اسمائے مبارک کو عمدگی سے نظم کیا ہے۔

خُذْ جُملةً يَا صَاحِ من اَسْمَاءِ
مَدِيْنةِ الهَادِى مِنْ الأَسْوَاءِ

اے دوست: برائیوں سے نیکی کی طرف راہنمائی کرنے والے نبی ﷺ کے شہر کے تمام نام لے لو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

مُحَمْدٍ نَبِيْنَا المُشَرَّفِ
الهَاشَمِىُّ المُصْطَفٰى البَرُّ الوَفِىّ

یہ ہمارے ہادی محمد ﷺ اور ہمارے شرف والے نبی ہیں ہاشمی، مصطفیٰ نیک اور وفا کرنے والے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَطَيْبَةٌ طَيّبَةٌ وَ طَابَةٌ
وَطَائِبٌ تُعَرفُ بالأطَابَهْ

اور نام یہ ہیں، طیبہ، طیبہ، طابہ، طائب اور اطابہ

۞۞۞۞۞۞۞۞

حَبِيْبَةٌ بِيْتُ الرَّسُولِ والحَرَمْ
وَحَرَمِ الرَّسُوْلِ فَاحْفَظْ مَا انْتَظَمْ

حبیبہ، بیت الرسول، بیت الحرم، حرم الرسول، اس نظم کو حفظ کر لو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

ودارالایمان ودَارَ السُّنَّة
وَدَارُفتحٍ مَعَ دَارِالهِجْرَة
دارالایمان،دارالسنہ، دارالفتح،دارالہجرہ

✡✡✡✡✡✡✡✡

دَ ارُالسَّلَامَۃِ و دَارُ الاَ بْرَار
وَدَارُالأ خیارِ لنفی الأَ شْرَارُ
دارالسلامہ،دارالابرار اور شریروں کو نکالنے والے دارالاخیار،

✡✡✡✡✡✡✡✡

حَسَنَۃٌ مُختارۃٌ مَرْزُوْقَۃٌ
مُؤ مِنَۃٌ مِسْکِیْنَۃٌ مَحفُوظۃٌ
حسنہ،مختارہ،مرزوقہ،مومنہ،مسکینہ،محفوظہ

✡✡✡✡✡✡✡✡

مُدْخَلُ صِدْقٍ قُبْۃُ الاسلام،
شَافِیَۃٌ مِنْ جُملۃِ الآلآمِ،
مدخل صدق،قبۃ الاسلام،شافیہ

✡✡✡✡✡✡✡✡

أَ كَّالَةَ ُ القُرىٰ مع المُقَدَّسَہ
وھی المُبَارَكَۃ ُ خُذْمَا قَبَسَۃْ

اکالۃ القری، مقدسہ، مبارکہ، جو برکت یہاں سے پھوٹے اسے حاصل کرلے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

مِنْ نُور اَسْمَاءِ مَكَانِ المُصطفٰی
نَظْمٌ بہ ارْجُو مَوَا رَدَ الصَّفَا

یہ نظم مصطفیٰ کے گھر کے ناموں کا نور ہے اور اس کی بدولت میں صاف گھاٹ پر وارد ہونے کی امید رکھتا ہوں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اور ایک شاعر مدینہ کی وبا کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

وَمَنْ يَكُ اَمْسٰى فِى بِلَادِ مُقَامَۃٍ
يُسَائِلُ اَطْلَالاً بِهَا لَا تُجَاوِبُ

کون بلادِ مقامہ میں شام کے وقت آئے اور وہاں اِن کھنڈرات سے سوال کرے جو جواب نہیں دیتے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَقَفْتُ بِهَا اَبكىْ و اَشْعَرُ سَخنۃٌ
كَمَا اعْتَادَ مَحمُو ماً بِخَيبَرَ صَالِبٌ

میں روتا ہوا گیا اور مجھے اس قدر گرمی محسوس ہو رہی تھی جس طرح خیبر کے علاقے میں تپ زدہ آدمی کو بخار آلیتا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

أَ خَالِدُ هَلاَّ إِذْ سَفِهتَ عَشيرَةٌ
كَفَفْتَ لِسَانَ السّوءِ أَن يَتَدَعَّرَا

اے خالد : جب تمھارے قبیلے نے بیوقوفی کی تھی تو تُو نے اپنی زبان کو بدخُلقی سے کیوں نہ روکا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَإِنّكَ وَاسْتِبْضَا عَكَ الشِعْرض نَحْونَا
كَمُستَبِضِعٍ تَمرآ الى أ رض خَيْبَرَا

تمھارا شعر لے کر ہمارے ہاں آنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی اہل خیبر کے پاس کھجوریں بیچنے کے لیے آئے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

مِنْ عَجْوةِ الشق نَطُوفٌ بِالَودَق
لَيْسَتْ مِنَ الوإى ولكِنْ مِن فَدَكْ

یہ شق کے علاقے کی عمدہ کھجور ہے جس سے چکناہٹ ٹپک رہی ہے یہ وادئ شق کی نہیں بلکہ فدک کی کھجور ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اور یوم بدر کے مقتولوں میں بدر بن الاسود بن زمعہ بھی تھا اس کے قتل پہ اس کے باپ نے یہ مرثیہ کہا:

اَتبكِى اَن يَضِلَّ لها بَعِيرٌ
وَيَمْنَعُهَا مِنَ النَّومِ السَّهُودُ

کیا یہ اس لیے رو رہی ہے کہ اس کا ایک اونٹ کھو گیا ہے اور بے خوابی اسے نیند سے روک رہی

ہے۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

فَلَا تبکِی عَلَی بَکْرٍ ولٰکِنْ
عَلَی بَدْرٍ تَقَا صَرَت الجَدُوْد

تو اونٹ کے گم ہونے پہ نہ رو بلکہ اس بات کے لیے رو کہ روز بدر ہمارے نصیب کھوٹے ہو گئے تھے۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

اور حجاز و نجد جس میں مدینہ بھی شامل ہے کہ متعلق عرب شعرا کہتے ہیں

اَقُولُ لِصَاحِبِی والعِیْس تَہوِی
بِنَا بَیْنَ المُنِیْفَۃِ فَا لضِمّا رِ

جب اونٹ ہمیں لے کر منیفہ اور ضمار کے درمیان تیز رفتاری سے جا رہے تھے تو میں نے اپنے ساتھی سے کہا۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

تَمَتَّع مِنْ شَمِیمِ عَرَارِ نَجْدٍ
فَمَا بَعْدَ العَشِیَّۃِ مِنْ عَرَار

نجد کی عرار نامی بوٹی کی خوشبو سے فائدہ اٹھا لو ورنہ آج کی رات کے بعد کبھی کوئی عرار نہیں ملے گی۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

أَ لَايَا حَبَّذَا نَفَحسَاتُ نَجْدٍ
وَرَيَّا رَوْضِهِ بَعْدَ القَطار

نجد کی خوشبو اور بارش کے بعد وہاں کے باغات کی مہک کس قدر بھلی معلوم ہوتی ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

وَأَ هْلُكَ اِذْ يَحُلُّ الحَىُّ نَجداً
وَ اَنْتَ عَلَى زَمَا نِكَ غَيْرُزارٍ

اور کیا بھلے لگتے ہیں تیرے گھر والے بھی جب تیرا قبیلہ نجد میں اترے اس وقت تُو خود بھی زمانے کی شکائتیں نہیں کرتا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

شُهُورٌ يَنْقَضِيْنَ وَمَا شَعَرْنَا
بِاَ نْصَافٍ لَهُنَّ وَلَا سِرَارٍ

یہاں مہینوں گزر جاتے ہیں مگر نہ اُن کے نصف کا پتا چلتا ہے نہ ہی آخر کا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

اور عربوں کا ایک اور شاعر عبداللہ بن الدمینہ کہتا ہے کہ۔

اَلَا يَا صَبَا نَجْدٍ هِجْتِ مِنْ نَجْدٍ
لَقَدْ زَادَنِى مَسْرَاكِ وَجداً عَلَى وَجْدٍ

اے نجد: کی بادِصبا تو کب نجد سے پھوٹ نکلی تھی، تیرے رات کے وقت چلنے سے مجھ پر تو غم طاری ہو رہا ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

أ أنْ هَتَفَتْ ورقاء فِی رَوْنَقِ الضحیٰ
علی فَنَنٍ غَضِّ النَّبَات مِنُ الرَّنْدِ

کیا اس لیے کہ ایک کبوتری چاشت کی روشنی میں کیوڑے کی تروتازہ ٹہنی پر چہچہانے لگی ہے۔

بَکَیْتَ کَمَا یَبکِیُ الوَلِیْدُ ولم تَکُنْ
جَلِیْدًا وَأ بْدَیْتَ الَّذِی لَمْ تَکُن تُبْدِی

تو اس طرح رویا جیسے کوئی بچہ رویا ہے اور تو صابر ثابت نہیں ہوا اور تُو نے بے قراری ظاہر کر دی۔

وَقَدْ زَعَمُوا اَنَّ المُحِبَّ إِذَا دَنَا
یَمَلُّ وأنَّ النَأ یَ یَشْفِی مِنَ الوَجْدِ

لوگوں کا خیال ہے کہ جب محبوب قریب آ جاتا ہے تو انسان اس سے اکتا جاتا ہے اور یہ کہ دوری غم سے شفاء بخشتی ہے۔

بِکُلٍّ تَدَا وَیْنَا فَلَمْ یَشْفِ مَا بِنَا
عَلَی ذاك قُربُ الَّدارِ خیْرٌ من البُعدِ

ہم نے ہر طرح کا علاج کیا مگر ہماری بیماری کو شفاء نصیب نہیں ہوئی اس لیے یہی کہا جا سکتا ہے کہ محبوبہ کے گھر کا قریب ہونا دور ہونے سے بہتر ہے۔

عَلَی اَنَّ قُرْبَ الدَّارِ لَیْسَ بِنَا فِعٍ
اِذَا کَانَ مَنْ تَھْوَاہُ لَیْسَ بِذِی وُدٍّ

یہ الگ بات ہے کہ قرب منزل اس وقت تک کوئی فائدہ نہیں دیتی جب تک تیرا محبوب دوست دار نہ ہو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اور الصّمہ بن عبداللہ کے اشعار یہ ہیں۔

حَنَنْتَ اِلَی رَیَّا وَنَفْسُکَ بَاعَدَتْ
مَزَارَکَ مِنْ رَیَّا وشِعْبَا کُمَا مَعَا

تُو ریا سے ملنے کا مشتاق ہے حالانکہ تو خود اس جگہ کو چھوڑ کر چلا آیا تھا جہاں اس سے ملاقات ہوئی تھی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَمَا حَسَنٌ اَنْ تَاْتِیَ الْاَمْرَ طَائِعًا
وَتَجْزَعَ اَنْ دَاعِی الصَّبَا بِہٖ اَسْمَعَا

یہ تو اچھی بات نہیں کہ تو خود اپنی مرضی سے ایک بات کرے اور جب عشق کی دعوت دینے والا تجھے اپنی آواز سنا دے تو تُو گھبرا جاتا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

قِفَا وَدِّعَا نَجداً وَمَنْ حَلَّ بِالحِمٰی
وَقَلَّ لِنَجْدٍ عِنْدَنَا اَنْ یُوَدَّعَا

ساتھیو! ٹھہرو اور نجد اور حمیٰ میں اترنے والوں کو الوداع کہو حالانکہ یہ بات شاذ ہے کہ کوئی نجد کو خیر باد کہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

بِنَفْسِیَ تِلکَ الأرْضُ مَا اَطْیَبَ الرُّبَا
وَمَا أَحْسَنَ المُصْطَافَ والمُتَربَّعَا

اس سرزمین پہ میری جان قربان ہو اس کے ٹیلے کس قدر عمدہ ہیں اور یہاں موسم سرما اور گرما کے اترنے کے مقام کیا ہی خوبصورت ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَلَیْسَتْ عَشِیَّاتُ الحِمٰی بَرواجِعٍ
عَلَیکَ وَلٰکنْ خَلِّ عینیک تَدْمَعَا

اور حمیٰ کی راتیں دوبارہ تیرے پاس نہیں آنے کی ہاں تو اب اپنی دونوں آنکھوں کو آنسو بہانے سے نہ روک۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَلَمَّا رَأَیْتُ البِشْرَا عَرَضَ دُوْنَنَا
وَحَالَتْ بَنَاتُ الشُّوقِ یَحْزِنَّ نُزَّعَا

جب میں نے دیکھا کہ بشر پہاڑ ہمارے درمیان حائل ہو گیا ہے اور یہ کہ محبوب کی یاد دلانے والے آثار زار و قطار اشکبار ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

بَکَتْ عَیْنِی الیُسْرٰی فَلَمَّا زَجَرْتُهَا
عَنِ الجَهْلِ بَعْدَ الحِلمِ اَسْبَلَتَا مَعَا

تب میری بائیں آنکھ رونے لگی میں نے اسے ڈانٹا تب وہ دونوں رونے لگیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

تَلَفَّتُّ نَحْوَ الْحَيِّ حَتّٰى وَجدتّنِىْ
وَجِعْتُ مِنَ الأ صِغاءِ لِيْتًا واَخْدَعَا

میں نے بار ہا قبیلے کی طرف مڑ کر دیکھا حتیٰ کہ میں نے محسوس کیا کہ میری گردن کی رگ دکھنے لگی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاَذْكُرُ اَيَّامَ الحِمٰى ثُمَّ اَنْثَنِىْ
عَلَى كَبِدِىْ مِنْ خَشْيَةٍ اَنْ تَصَدَّعَا

میں ایام حمیٰ کو یاد کرتا ہوں مگر پھر باز آ جاتا ہوں کہ مبادا اس کی فرقت میں میرا جگر نہ پھٹ جائے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

عَلَى الرَّبْعِ الَّذِى بِحُوَيرِثَاتٍ
مِنَ اللّٰهِ التَحِيَّةُ وَاَلسَّلَامُ

اور اللہ کی طرف سے اس مکان کے لیے تحیۃ وسلام ہو جو حویرثات میں ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اَللّٰه نَجّاك مِنَ العَجَالِزِ
وَمِنْ جِبَالِ طَخْفَةَ النواشِزِ

اللہ نے تجھے عجالز سے بھی نجات دلائی ہے اور طخفہ کے بلند پہاڑوں سے بھی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

هِیَ الخَضْرَاءُ فَاسْئَلْ عَنْ رُبَاهَا
یُخَبِّرْك الیَقِیْنَ المُخْبِرُوْنَا

یہ حضراء ہے تو اس کے ٹیلوں کی بابت دریافت کرے تو تجھے بتانے والے یقینی بات بتائیں گے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَیُمْطِرُهَا المُهَیْنُ فی زَمَانٍ
بِہٖ کُلُّ البَرِیَّةِ یَظْمَؤُنَا

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ یہاں اس زمانے میں بارش برساتا ہے جس زمانے میں ساری دنیا پیاسی ہوتی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَفی اَجْبَالِهَا عِزٌّ عَزِیْزٌ
یَظَلُّ لَهُ الوَارٰی مُتَقَاصِرِیْنَا

اور اس کے پہاڑوں میں بڑی عزت ہے جس کے مقابلے میں تمام لوگ چھوٹے معلوم ہوتے ہیں[*42]۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اہل عرب کے مذاہب

مذہب کی تاریخ انسان جتنی ہی قدیم ہے۔ اِدھر انسان نے زمین پہ قدم رکھا اُدھر اِس کو زندگی کے اُس طریق سے آگاہ کیا گیا جس میں خالق کی مرضی شامل تھی اور یہی مذہب ہے۔ پھر دنیا میں لوگوں کی تعداد بڑھی اور انھوں نے زندگی گذارنے کے نت نئے طریقے ایجاد کر لیے۔ چنانچہ جو لوگ تو اس طرح اپنی زندگی گذارتے رہے جس میں خالق کی مرضی شامل تھی اُن کو تو راہ حق کے مسافر قرار دیا گیا اور وہ لوگ جو اپنے نفس کی پکار کے آگے جھک گئے اور خالق کی منشا کو نظر انداز کیا اُن کو کافر کہا گیا یعنی وہ انکار کرنے والے اس گروہ میں شامل ہو گئے جن کو باغی اور گمراہ کہا گیا۔ چنانچہ انسانی تاریخ میں ہمیشہ دو ہی قسم کے لوگ موجود رہے ہیں ایک تو وہ جو خالق کی مرضی کے مطابق زندگی گذارتے ہیں اور مومن یا مسلم یعنی مطیع و فرمانبردار کہلائے اور دوسرے وہ جو گمراہی اور انکار پہ اڑ گئے اور خالق کی تعلیمات کو نظر انداز کیا اُن کو کافر کہا گیا۔ مگر چونکہ وہ بھی اللہ ہی کی مخلوق تھے اور ہیں۔ اس لیے خالق نے اُن کو نظر انداز نہ کیا اور اُن کی راہنمائی کے لیے اپنے انبیاء و رسل اِن کے درمیان اتارے۔ جنھوں نے اُن کو اس آنے والے دن سے

آگاہ کیا جس نے بہرحال آنا ہے۔چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام تک اور حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام تک اللہ کے پیغمبر لوگوں کو راہِ حق کی طرف بلاتے رہے اور پھر ہزاروں انبیاء و رسل قوم بنی اسرائیل کی طرف بھی اترے جنھوں نے لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلایا ۔لوگ اِن انبیاء و رسل پہ ایمان لاتے رہے اور وقت کے ساتھ اُن کی تعلیمات کو بھلاتے رہے۔روزِ ازل سے انسان نے اُس اختیار کا غلط استعمال کیا ہے جو اس کو خالق کی پہچان اور اس کی شکر گذاری کے لیے عطا کیا گیا تھا۔اس نے کجی اختیار کی اور وہ کم ہی شکر گذاری کی راہ پہ چلا ہے۔

چنانچہ ہر دور میں انسانوں کی اکثریت نے اللہ کے انبیاء کا انکار کیا ہے اور فلاح کی راہ پہ جانے کی بجائے اپنے نفس کی آسان راہ پہ چلا۔اس نے اپنے لیے گمراہی کو چنا اور روزِ محشر سے بے خوف رہا۔تاہم اللہ تعالیٰ نے انسان پہ اپنے احسان اور راہِ حق کی یاد دہانی کا سلسلہ ہمیشہ جاری رکھا حتیٰ کہ وہ وقت آ پہنچا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی تکمیل کی اور نبی اکرم ﷺ کو عربوں میں مبعوث کیا نبی اکرم ﷺ اللہ کے آخری نبی تھے اور اُن پر اللہ کی آخری کتاب نازل کی گئی۔اُس وقت تک عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعلیمات کو بھلا چکے تھے اور اُن میں دین کے حوالے سے شدید گمراہی پائی جاتی تھی۔یہاں ہم عربوں کے مذاہب اور اُن کی داستانِ گمراہی کے علل و اسباب پہ کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔عربوں کی تاریخ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ اول اول عرب خواہ وقحطانی عرب ہوں یا عدنانی اپنے دین کو خوب سمجھتے تھے اور وہ سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پہ کاربند تھے جسے انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے حاصل کیا تھا اور یہ وہی دین حنیف تھا جسے لے کر نبی اکرم ﷺ عربوں میں تشریف لائے تھے۔

چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ پہلے عربوں کا عقیدہ یہی تھا کہ اللہ ایک ہے اس کا نہ کوئی شریک ہے اور نہ کوئی وزیر، نہ کوئی مددگار ہے نہ پشت پناہ،اور یہ کہ وہ تمام صفاتِ کمال سے متصف ہے مثلاً حیات قدرت،ارادہ،علم ،سمع،بصر اور کلام وغیرہ۔یا دیگر وہ صفات جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی الہامی کتابوں میں کیا ہے یا اللہ کے رسولوں کی زبان سے بیان ہوا ہے وہ رسول جو خود بھی طریقِ مستقیم پہ چلنے والے تھے اور لوگوں کو بھی اس کی دعوت دیتے تھے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ اُن تمام صفات سے متصف ہے جس کا ذکر اس نے اپنی ذات کے لیے کیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کسی اور ذات سے مشابہ نہیں ہے۔ایسے ہی جیسے کہ اس کی صفات بھی دیگر

صفات سے مشابہت نہیں رکھتیں کہ اس کی صفات ذاتی اور اعلیٰ ہیں۔ جیسے کہ خلق کرنا کہ کوئی اور کسی بھی چیز کو خلق نہیں کر سکتا کہ یہ صریحاً ذاتِ باری تعالیٰ کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے، علیم و خبیر ہے، رحمان و رحیم ہے، جبار و قہار ہے اور یہ بھی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اِن تمام امور سے منزہ ہے جو اِس کی ذات کے شایانِ شان نہیں، مثلاً صفات اجسام و عیانِ و اجسام کے حوادث وغیرہ۔

نیز یہ کہ وہ نفع و نقصان کا مالک ہے وہی کسی کو کوئی چیز عطا کرتا ہے اور وہی اُن تمام خصوصیاتِ خداوندی کا مالک ہے جو ایک خدا میں پائی جا سکتی ہیں اور یہ کہ وہ تنہا و اکیلا ہے۔ چنانچہ عرب جانتے تھے کہ اللہ واحد اور اکیلا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں لہٰذا اسی کے ہاں تمام امور سے پناہ حاصل کی جاتی ہے اور ہر حالت میں اسی پہ بھروسہ کیا جاتا ہے اور وہ رحمان ہے کسی پہ ظلم نہیں کرتا بلکہ وہ ایک عادل بادشاہ ہے اور یہ کہ اس پہ کوئی بات واجب نہیں بلکہ وہی ہے جو اپنی تمام مخلوق پہ اپنا فضل و کرم جاری رکھتا ہے۔ وہ ہر قسم کے عیب اور تمام مخالفتوں سے بہت بلند ہے وہ اپنے عرش پہ متمکن ہے اور اپنے علم کی وجہ سے اپنی مخلوقات کے بالکل قریب ہے اور کائنات کے تمام امور اس کے احاطہ علم کے اندر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے اُن کا مقدر پیدا کیا اُس نے لوگوں پہ اور دیگر مخلوقات پہ اپنی رحمت کا تسلسل ہمیشہ جاری رکھا ہے۔ وہ آنکھوں سے کی گئی خیانتوں اور سینوں میں پوشیدہ رازوں تک سے آگاہ ہے۔ چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ کائنات کی تمام مخلوقات اس کے امر کے مطابق ہی عمل کرتی ہیں چاہے نہ چاہے اسی کی اطاعت پہ مجبور ہیں۔ نہ تو اِن میں اپنے آپ کو نفع پہنچانے کی صلاحیت ہے اور نہ ہی اِن میں یہ قدرت ہے کہ وہ معصیت کو خود سے دور کر سکیں سوائے اُس محدود سے اختیار کے جسے انسان نے شکر گذاری کی بجائے معصیت کی طرف جانے کے لیے استعمال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی مرضی سے پیدا کیا ہے اور کسی ضرورت کے تحت ایسا نہیں کیا اور اس کی مخلوق ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف آتی جاتی رہتی ہے اور اللہ کا حکم اِن پہ نافذ ہوتا رہتا ہے۔ لوگ اس دنیا کی قلیل مدت گذار کر موت کے سے دروازے سے گزر جاتے ہیں اور پھر انھیں روزِ محشر اپنے اللہ کے حضور پیش ہونا ہے۔ یعنی عرب روزِ آخرت پہ ایمان رکھتے تھے اور اُن تمام امور پہ محکم تھے جو اِن کے انبیاء و رسل پہ نازل کیے گئے۔ مثلاً اصول و فروع اور احکام وغیرہ۔ بیان کیا گیا کہ عرب نماز پڑھا کرتے تھے، روزہ رکھتے تھے، حج کرتے تھے اور زکواۃ بھی ادا کرتے تھے۔ وہ صلہ رحمی کے قائل تھے اور دکھ اور مصیبت میں اپنے لوگوں کو تنہا نہ چھوڑتے

تھے۔ وہ اپنے مہمان کی عزت کرتے تھے شجاع تھے اور بخل سے کوسوں دور تھے۔ چنانچہ اخلاق حمیدہ اور درست اعمال جو انسانی شرف کی پہچان ہیں عربوں میں بدرجہ اُتم موجود تھے۔ پھر ایک طویل مدت اسی طرح گزر گئی اور قوم عرب زمانہ نبوت سے دور ہٹتی رہی جس کی وجہ سے اُن میں جہالت کا اندھیرا پھیلنے لگا اور ان کی شریعت جو راہ ہدایت اور دین مبین لے کر آئی تھی ناواقف لوگ اس میں ملاوٹ کرنے لگے اور اپنی نفسانی خواہشات کو دین ابراہیم کا حصہ بنانے لگے جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلنا تھا کہ اُن کی آرا متفرق ہو گئیں اور لوگ مختلف الخیال ہو گئے۔ خبیث اور توہمات پہ مبنی کھوٹے تصورات مذہب کا حصہ بن گئے اور آخر کار اُن میں کلی افتراق پیدا ہو گیا۔ اگر چہ عمرو بن لحیٔ الخزاعی کے پیدا ہونے تک عرب بت پرستی سے دور ہی رہے تھے۔ تاہم عمرو بن لحیٔ الخزاعی نے عربوں کے دین میں افتراق پیدا کر دیا اس نے ادیانِ عرب میں ایسے امور کو رواج دیا جن کی اللہ نے اجازت نہ دی تھی۔ چنانچہ عرب قوم مختلف فرقوں میں بٹ گئے اور اس ضمن میں ان کے کئی گروہ وجود میں آ گئے۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب انتہائی مختلف الخیال تھے اور قسم قسم کے مذہبی تصورات پہ کاربند تھے۔

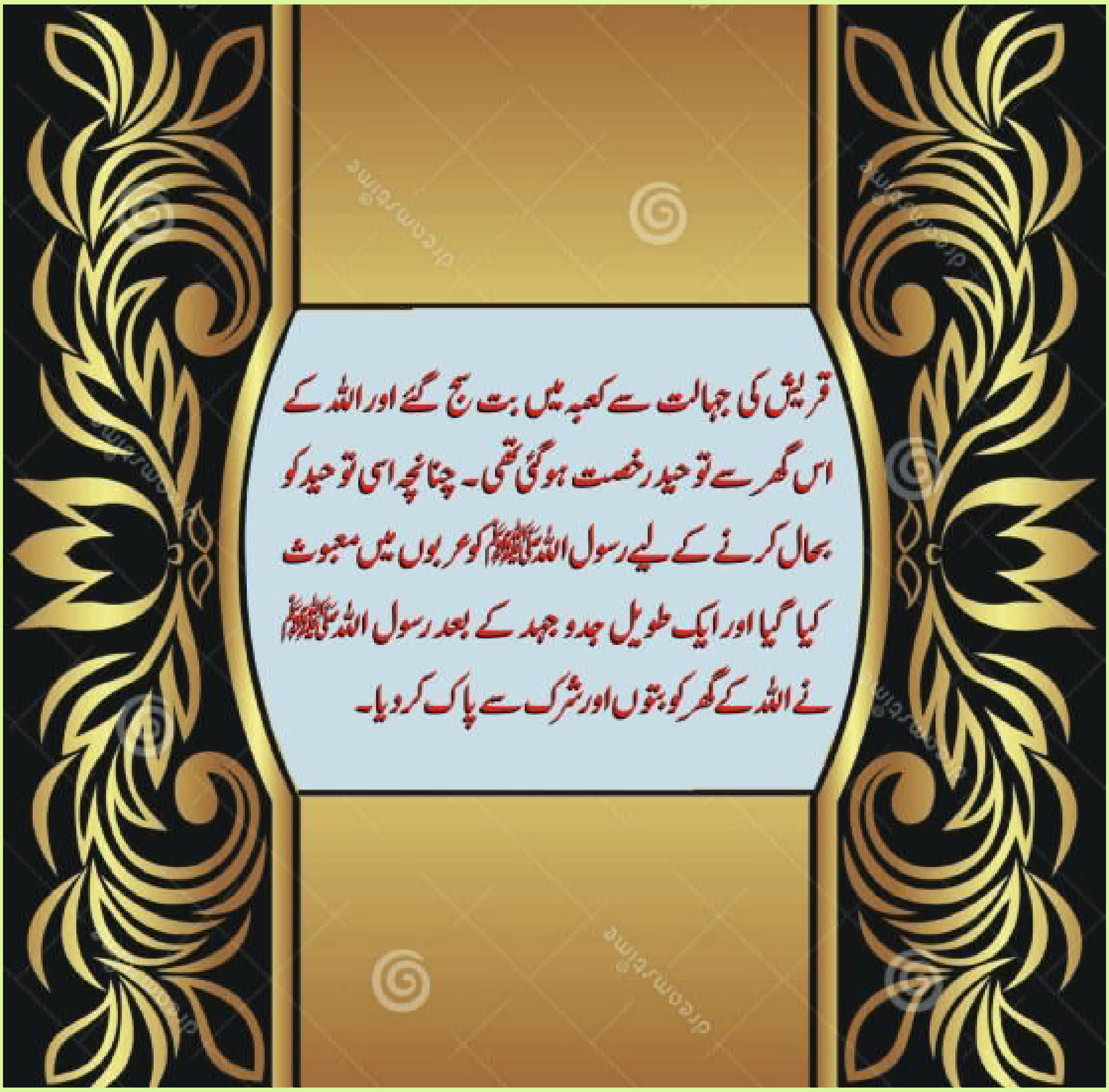
اگر چہ اُن کی اکثریت بت پرستی کی طرف مائل تھی۔ تاہم ان میں موحدین بھی تھے، اور بت پرست بھی، عیسائی بھی تھے تو یہودی بھی، ثنویت کے نظریات پہ حامل کچھ لوگ بھی تھے تو خدا کو سرے سے نہ ماننے والے یعنی ملحد بھی موجود تھے۔ مجوسی یعنی آتش پرست بھی تھے اور جنوں اور فرشتوں کو پوجنے والے بھی موجود تھے۔ اُن میں مزدکی بھی تھے اور زردشت بھی صائبین بھی موجود تھے جو ستاروں کی پوجا کرتے تھے اور آگ کے پجاری بھی موجود تھے۔ تاہم جب بیت اللہ پہ اہل قریش کا تسلط مستحکم ہو گیا اور اہل عرب میں انھیں تقدس کا ایک مقام حاصل ہو گیا تب اسی تعظیم و تکریم کی بنا پر جو انھیں حاصل تھی اور اسی تقدس اور برتری کے تحفظ کے لیے لوگوں نے مناسک حج اور دیگر امور میں نئی نئی باتیں ایجاد کر لیں۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ دین قریشیت کی بنیاد تفاخر دنیا پہ رکھی تھی۔ اہل قریش نے اپنے آپ کو عرب قوم میں بلند اور مکرم قرار دے لیا تھا اور اس امر کو دیگر عربوں سے منوا بھی لیا تھا۔ اسی لیے انھوں نے جزیرۃ العرب کے اطراف میں بسنے والے مختلف قبائل کو اپنے بت بیت اللہ میں نسب کرنے کی اجازت دے دی تھی اور ان کے پوجنے والوں کو بھی اپنا پیرو بنا لیا تھا۔ اگر چہ یہ بھی حقیقت ہے کہ اہل قریش اِن سب بتوں کی پوجا نہ کرتے تھے مگر اُن کی کچھ سیاسی مصلحتیں بھی تھیں جن کی وجہ سے انھوں نے تمام عرب کو بیت اللہ میں جگہ دی ہوئی تھی کہ وہ

اس میں اپنا بت رکھیں۔ قریش مکہ دراصل کسی بھی قبیلے کو ناراض نہ رکھنا چاہتے تھے کہ اسی طرح ان کی برتری قائم رہ سکتی تھی انھوں نے اپنے لیے بہت سی امتیازی مراعات بھی حاصل کررکھی تھیں وہ خود کو حمس کہتے اور خود کو دوسرے لوگوں سے برتر خیال کرتے۔ اس لیے بیرونی قبائل کے اوپر یہ بات لازم تھی کعبہ کے طواف کے لیے وہ اہل قریش کا لباس حاصل کریں اور اگر اس میں ناکام رہیں تو ننگے ہی بیت اللہ کا طواف کریں۔ چنانچہ کہا جاسکتا ہے کہ دین حنیف کے مرکز مکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دو ہزار تین سو تیس سال بعد دین ابراہیم نے جو صورت اختیار کی تھی وہ دراصل مذہبِ قریش تھا۔ قرائن بھی اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں اس لیے کہ تاریخ کے کسی بھی دور میں جزیرۃ العرب میں کسی ایک بادشاہ کی حکمرانی نہیں دیکھی گئی۔ حیرہ اور یمن کی ریاستیں یا اہل غسان کی حکومتیں بھی انھیں کے علاقوں تک محدود تھیں اور اندرون عرب ان کا کوئی اثر ورسوخ موجود نہ تھا جس کے نتیجے میں کوئی بھی حکمران یا سیاسی قوت پورے عرب کو مغلوب نہ کرسکی تھی نہ کبھی کسی حاکم یا حکمران نے جزیرۃ العرب کے تمام لوگوں کو کسی ایک مذہب یا نظریے پہ مجتمع ہونے کی دعوت دی تھی۔

تاہم قریش عرب کے خود ساختہ دین کی عربوں میں مقبولیت سے اس بات کا اشارہ ضرور ملتا ہے کہ تاریخ کے کسی دور میں دین ابراہیم پورے جزیرۃ العرب کا دین رہا ہوگا۔ قریش چونکہ عربوں کے مرکز بیت اللہ پہ قابض تھے اور خاص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے اس لیے عربوں نے دنیاوی اور دینی دونوں حوالوں سے ان کی برتری کو تسلیم کرلیا تھا۔ اس لیے وہ دین ابراہیم میں جو بھی ترمیم واضافہ کرتے تھے لوگ اس کو بلا کسی کراہت کے قبول کرلیتے تھے۔ اِس لیے یہ بات بلا کسی الجھن کے کہی جاسکتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت مکہ مکرمہ میں یا پورے عرب میں دین قریش ہی بالا دست تھا۔ اسی لیے تو جب نبی اکرم ﷺ ان میں مبعوث کیے گئے تو باوجود اس بات کے کہ وہ اہل قریش میں سے تھے، باوجود اس بات کے کہ اہل قریش جانتے تھے کہ آپ ﷺ حق پہ ہیں انھوں نے آپ ﷺ کی شدید مخالفت کی۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت چونکہ عرب بت پرستی اور شرک میں ملوث تھے اور عربوں کی اکثریت اسی مذہب کی پیرو تھی تاہم چونکہ اُن کا آبائی دین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین تھا جس کی تعلیمات قدرے مٹ چکی تھیں مگر اب بھی عرب کا اہل دانش طبقہ خود کو دین ابراہیم ہی کا پیرو بتاتا تھا اور اُن باتوں پہ قائم تھا جن کے متعلق ان کو یقین تھا کہ یہ دین ابراہیم سے متعلق ہیں۔ وہ عربوں کی بہت سی خرافات سے خود کو دور رکھتے

اورعلی الاعلان لوگوں میں بت پرستی کی برائیاں بیان کرتے۔مورخین نے اُن بہت سے عربوں کے احوال بیان کیے ہیں جو بت پرستی سے بیزار تھےاور جانتے تھے کہ اُن کی قوم برائی اور گمراہی کا شکار ہے اس لیے ان میں کئی سے لوگوں نے تو عیسایت قبول کرلی اور کئی لوگ یہودی ہوگئےاور اُن میں سے کچھ نے اسی متاعِ قلیل پہ اکتفاء کیا جو دین ابراہیم سے اُن کے دامن میں بچی تھی۔

ان میں سے بہت سوں نے تو نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی وفات پائی اور کچھ نے آپ ﷺ کا دین قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔اہل عرب خاص طور پہ اشراف مکہ کے کچھ لوگ جو اُس سیاسی مصلحت کے خلاف تھے جسے قریش نے اپنا رکھا تھا اور اپنے اقتدار کو استحکام بخشنے کے لیے دین میں لوگوں کی خواہش کو داخل کررکھا تھا۔چنانچہ اس گروہ نے بت پرستی کے خلاف بھی آواز اٹھائی اور لوگوں کی جہالت پہ بھی نقطہ چینی کی۔مگر چونکہ خود اُن کے پاس بھی حقیقت کا علم نہ تھا اس لیے اُن کا احتجاج موثر ثابت نہ ہوا تھا اور لوگ بدستور اُس دین کے پیرو رہے جسے بظاہر دین ابراہیمی کا نام دیا جاتا تھا اگرچہ دین ابراہیم کی اساس اُن کے توہمات کی راکھ کے نیچے دب چکی تھی۔چنانچہ ادیانِ عرب کی اس بحث میں ہم پہلے انھی دو طبقات پہ روشنی ڈالیں گے۔اس لیے کہ یہ دونوں نقطہ ہائے نظر ایک دوسرے کی ضد ہیں کہ ایک طرف تو عقائدی جہالت سر چڑھ کے بول رہی تھی تو دوسری طرف تلاش حق کی شدید پیاس تھی۔


قریش کی جہالت سے کعبہ میں بت سج گئے اور اللہ کے
اس گھر سے توحید رخصت ہو گئی تھی۔ چنانچہ اسی توحید کو
بحال کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کو عربوں میں معبوث
کیا گیا اور ایک طویل جدو جہد کے بعد رسول اللہ ﷺ
نے اللہ کے گھر کو بتوں اور شرک سے پاک کر دیا۔

بت پرستی اوراس کے اسباب

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ عربوں میں پہلے عقائدی جہالت اور دین میں ملاوٹ نے جنم لیا اس کے بعد وہ بت پرستی اور شرک کی طرف راغب ہوئے۔حقیقت یہ ہے کہ بت پرستی اور شرک کے باوجود اُن کے دین میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی بہت سی باتیں پائی جاتی تھیں۔وہ مرنے کے بعد جی اٹھنے پہ یقین رکھتے تھے،تمام طاقتوں اور رحمتوں کا منبع اسی خدا کو خیال کرتے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خدا تھا۔وہ حج کرتے تھے،عمرہ کرتے تھے،قربانی کرتے تھے بیت اللہ کا طواف کرتے تھے اور یہ سب وہی باتیں ہیں جن کی تعلیم انھوں نے اپنے انبیاء سے حاصل کی تھی۔تاہم وہ کہتے کہ اُن کے یہ بت اللہ سے اُن کے تقرب کا باعث ہیں اسی لیے تو وہ ان کی عبادت کرتے ان کے پاس جا کے اپنی فریادیں پیش کرتے، نذرانے چڑھاتے اور ان کی پوجا کرتے ہیں تا کہ ان کی وجہ سے اُن کو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہو جائے وہ کچھ چیزوں کو حلال خیال کرتے اور کچھ کو حرام جانتے اور عربوں کا جم غفیر اسی عقیدے کا مالک تھا۔وہ اس بات پہ اصرار کرتے کہ اس جہان کا مالک اور خالق اور رزاق اللہ ہی ہے ان کے امور کی تدبیر کرنے والا

اِن کو نفع ونقصان پہنچانے والا وہی ایک خدا ہے جس کے سوا نہ تو کوئی رب ہے اور نہ خالق، نہ رزاق، نہ مددگار، نہ مدبر، نہ نفع رساں اور نہ کوئی پناہ دینے والا۔ اُن کا کہنا صرف یہ تھا کہ ایک خدا انسان کی ہمہ جہت ضروریات کو پورا کرنے پہ قادر نہیں ہے اس لیے اُس نے اپنے اختیارات اِن بتوں کو تفویض کر رکھے ہیں اور وہ اپنی اس بودی منطق پہ قائم تھے۔ چنانچہ اُن کی اس جہالت پر قرآن مجید میں جا بجا تنقید کی گئی اور اُن کو جہالت کے اس خیال سے روکا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عقل کے اِن اندھوں کو سیدھا راستہ دکھانے کی کوشش کی۔

قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ○

القران الحکیم (سورۃ لقمان 25/31)

ترجمہ:

''اگر آپ اِن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو فوراً جواب دیں گے کہ اللہ نے''۔

****

مزید ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔

القران الحکیم (سورۃ الزخرف 43/ 87)

ترجمہ:

''اگر اُن سے سوال کیا جائے کہ اُن کو کس نے پیدا کیا ہے تو جواب دیں گے اللہ نے''۔

****

مزید ارشاد ہوتا ہے کہ:

قُلْ لِمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ○

القران الحکیم (سورۃ المومنون 84/23)

ترجمہ؛

"آپ ﷺ اِن سے کہیں کہ اگر تمہیں معلوم ہے تو بتاؤ کہ زمین اور زمین کے مکین کس کے ہیں تو وہ کہیں گے کہ اللہ کے"۔

****

مزید ارشاد ہوتا ہے کہ:

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۚ

القران الحکیم (سورۃ یونس 10 / 31)

ترجمہ؛

"آپ انھیں کہیے کہ آسمان و زمین سے تمہیں رزق کون دیتا ہے یا سماعت اور بینائی کا مالک کون ہے اور کون ہے جو زندہ کو مردے سے نکالتا ہے اور کون ہے جو معاملات کی تدبیر کرتا ہے تو وہ فوراً ہی کہیں گے کہ اللہ۔

****

عرب کہتے کہ ہم تو بتوں کی پرستش کے ذریعے دراصل اللہ ہی کا قرب تلاش کرتے ہیں۔اُن کے بتوں کو پوجنے کے طریقے اور اعتقاد میں بھی فرق پایا جاتا تھا۔چنانچہ اُن میں سے کچھ کہتے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی وجہ سے انسان میں اس کی عبادت کی بلا واسطہ اہلیت نہیں پائی جاتی۔چنانچہ ہم بتوں کی پرستش اس لیے کرتے ہیں تا کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کے الفاظ کو قرآنِ حکیم میں اس طرح بیان کیا ہے!

ارشاد ہوتا ہے کہ؛

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفَى O

القران الحکیم (سورۃ الزمر 3/39)

ترجمہ؛

”ہم تو اُن کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں تاکہ ہمیں اللہ کا قرب حاصل ہو جائے۔

****

چنانچہ عربوں کے ایک فرقے نے کہا کہ ؛

چونکہ فرشتوں کو اللہ کے ہاں نہایت قدر و منزلت حاصل ہے اس لیے ہم نے اُس کے مقرب فرشتوں کے بت بنالیے ہیں جن کی پوجا ہمیں اللہ کے قریب کردے گی۔

اُن کے ایک اور فرقے نے کہا کہ؛

ہم نے تو اِن بتوں کو اپنے لیے محض قبلہ بنایا ہوا ہے چنانچہ اُن کی عبادت سے ہم ثواب حاصل کرتے ہیں اس لیے کہ بیت اللہ بھی تو اللہ کا قبلہ ہے جس کے گرد طواف کرنے سے ثواب حاصل ہوتا ہے۔

اُن کے ایک اور فرقے نے کہا کہ؛

اُن کے ہر بت پہ اللہ نے ایک نگران مقرر کر رکھا ہے تو جو کوئی اس نگران کو خوش کردے گا اللہ اس کی حاجت پوری کرے گا۔

اور شاید انھیں لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں خبر دی ہے کہ!

وَقَالُوْا مَا لِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًاO

القران الحکیم (سورۃ الفرقان25 / 8-7)

ترجمہ؛

"یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ رسول تو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں آتا کہ وہ اس کے ساتھ مل کر لوگوں کو ڈراتا یا اسے کوئی خزانہ کیوں نہیں دے دیا جاتا۔ یا اس کے پاس کوئی باغ کیوں نہیں جس سے یہ کھاتا رہتا اور ظالم لوگ (مشرک) کہتے کہ تم تو ایک پاگل آدمی کی پیروی کرتے ہو"۔

****

ان کے سوالوں کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن ہی میں دیا ہے، ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَمَا اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمۡ لَيَاۡكُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَيَمۡشُوۡنَ فِى الۡاَسۡوَاقِ ۞

القران الحکیم (سورۃ الفرقان25/ 20)

ترجمہ:

"آپ ﷺ سے پہلے ہم نے جتنے بھی رسول بھیجے ہیں وہ سب بھی تو کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں چلا کرتے تھے"۔

****

عربوں کے شبہات دوبارہ زندہ ہونے اور رسول کو بھیجے جانے سے انکار کی حد تک محدود تھے وہ کہا کرتے کہ ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر ہمیں کون زندہ کرے گا۔ چنانچہ انھیں کے الفاظ کو قرآن نے کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔

ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ ۞

القران الحکیم (سورۃ المومنون 23/ 82)

ترجمہ؛

''کیا جب مرنے کے بعد ہم ہڈیاں ہو چکے ہوں گے تو ہم پھر سے زندہ کیے جائیں گے اور کیا ہمارے آبا کو بھی زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

****

اور اسی طرح کی باتیں اُن کے شعرا نے بھی کی ہیں مثال کے طور پہ شداد بن الاسود کے کچھ اشعار پیش ہیں۔

حَيَاةٌ ثُمَّ مَوْتٌ ثُمَّ نَشْرٌ
حَدِيْثُ خُرَافَةٍ اُمَّ عَمرٍو

زندگی پھر موت پھر اٹھایا جانا، اے عمرو اس قبیل کی ساری باتیں بے معنی ہی ہیں۔

وَمَا ذَا بِا لْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ
مِنَ الِيّشِيْزَى تُزَيَّنُ بِالسّنَامِ

بدر کے کنویں میں کس قدر سخی لوگ ہیں جو بڑے پیالوں والے تھے اور جنھیں کوہان سے مزین کیا جاتا تھا۔

وَمَا ذَا بِالقَلِيْبِ قَلِيْب بَدْرٍ
مِنَ القَيْنَاتِ والشَرْبِ الكِرَامِ

اور بدر کے کنویں میں اہل عرب کے کئی کاہنوں اور بہت سے شراب خور شرفا کا مجمع ہے۔

تُحِیِّنَا السَّلَامَۃَ اَمُّ بکرٍ
فَھَل لِی بَعْدَ قَوْمِی مِنْ سَلَام

ام بکر مجھے سلامتی کا تحفہ دے رہی ہے کیا میری قوم کے لوگوں کے مرجانے کے بعد میرے لیے کوئی سلامتی ہوسکتی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

یُحَدِّثُنَا الرَّسُول بِاَنْ سَنَحْیَا
وَکَیْفَ حَیَاۃُ اَصْدَاءٍ وَھَام

رسول ﷺ ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ ہم پھر زندہ ہو جائیں گے وہ لوگ جو مرنے کے بعد صدا اور ہام بن چکے ہوں گے بھلا کیسے زندہ ہوں گے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

آخری شعر میں صدا اور ہام کا ذکر ہے یہ ہام اور صدا عربوں کے توہمات تھے جن کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ یہ ہندوؤں کے عقیدہ تناسخ سے ملتا جلتا تخیل تھا جس کو اسلام نے شدت سے در کر دیا ۔چنانچہ اسی سلسلے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ!

لَا ھَامَۃَ وَلَا طِیَرَۃَ وَلَا عَدْوٰی وَلَا صَفَرَ

نہ کوئی ھامہ ہے، نہ کوئی بدفالی ہے، نہ چھوت ہے، نہ سانپ ہے۔

(الحدیث)

****

اب رہا اہل کفار کا یہ خیال کہ نبی ﷺ انسانی شکل میں کیوں آئے تو وہ اس پہ شدت سے قائم تھے بلکہ

دراصل ایک بہانہ تھا جو انھیں سوجھ گیا تھا جس کی وجہ سے وہ حق سے انکار پہ تلے بیٹھے تھے۔ چنانچہ قرآن نے اُن کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ؛

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝

القران الحکیم (سورۃ آیات بنی اسرائیل 17 / 94)

ترجمہ؛

"جب لوگوں کے پاس ہدایت دینے والا رسول پہنچ گیا تو اس پہ ایمان لانے سے انھیں صرف اس بات نے روکا کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے"۔

بت پرستی کی ابتدا

ابوالمنذ رہشام بن محمد السائب الکلبیؒ نے "**کتاب الا صنام**" میں لکھا ہے کہ مجھ سے میرے باپ اور دوسرے لوگوں نے روایت کی ہے کہ جب حضرت اسماعیلؑ نے مکے میں سکونت اختیار کر لی اور اللہ نے اِن کی اولاد میں برکت عطا فرمائی اور وہ جزیرۃ العرب میں پھیل گئی تو انھوں نے مکہ سے عمالیق قبائل کو بے دخل کر دیا۔ چنانچہ بنو اسماعیل اور عمالیق عرب میں جنگیں ہوئیں بنو اسماعیل اِن پہ بھاری پڑے جس کی وجہ سے سرزمین عرب اِن پہ تنگ ہوگئی اور وہ خوراک کی تلاش میں جزیرہ کے دوسرے علاقوں کی طرف منتقل ہونے لگے۔ ابتدائی طور پہ جو بات اس قوم کو بت پرستی کی طرف لے گئی وہ یہ تھی کہ جب عمالیق قبائل کے لوگ مکہ سے نکلتے تو حرم مکہ کے ساتھ اپنی تعظیم اور عقیدت کی وجہ سے اپنے ساتھ حرم کے پتھر لے جانے لگے۔ جب وہ کہیں ڈیرہ ڈالتے تو اس پتھر کو رکھتے اور اس کے گرد طواف شروع کر دیتے جس طرح کہ وہ بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اُن کو بیت اللہ سے محبت تھی اور وہ اس وقت بھی حج وعمرہ کی اس وراثت پہ قائم تھے جو انھیں اُن کے باپ حضرت اسماعیلؑ کی طرف سے ملی

تھی۔ پھر رفتہ رفتہ وہ اِن امور سے ہٹ گئے اور اپنی پسند کی چیزوں کی پرستش کرنے لگے۔ پھر سوائے حج اور عمرہ کے انھوں نے دین ابراہیم کی اکثر چیزوں کو بھلا دیا اور اس دین کی جگہ اور ہی دین بنالیا تھا۔ چنانچہ انھوں نے بتوں کی پوجا شروع کردی اور انھیں باتوں میں مشغول ہوگئے جن کو ان سے پہلے کی امتوں نے اپنایا ہوا تھا۔ جیسا کہ قوم نوح علیہ السلام وغیرہ نے۔ مگر اس کے باوجود کہ انھوں نے دین ابراہیم میں بہت سی وہ باتیں شامل کرلیں تھیں جو پہلے اس میں نہ تھیں پھر بھی عربوں کے بہت سے لوگوں نے خود کو اصل دین ابراہیم پہ قائم رکھا۔

چنانچہ وہ شخص جس نے سب سے پہلے دین ابراہیم کو بگاڑا اور اللہ کے گھر میں بت کھڑے کرلیے وہ عمرو بن ربیعہ تھا جو عمرو بن لحیٔ الخزاعی کا باپ تھا۔ جیسا کہ اس سے قبل گزر چکا ہے کہ بنو جرہم کے بعد بیت اللہ کی تولیت اور مکہ کی حکومت بنوخزاعہ کو مل گئی تھی اور قبیلہ خزاعہ کا سردار عمرو بن لحیٔ تھا۔ عمرو بن لحیٔ الخزاعی بنو جرہم کے سردار عمرو بن حرث جرہمی کا نواسہ تھا جو بنو جرہم کی طرف سے مکہ میں آخری حکمران تھا[43*]۔

چنانچہ بنو جرہم کے بعد جب بنوخزاعہ نے مکہ کی حکومت سنبھالی تو عمرو بن لحیٔ نے دورِ جاہلیت کے سرداروں میں ممتاز مقام حاصل کرلیا اس نے مکہ میں وہ عزت وشرف حاصل کیا جو اس سے پہلے کسی اور عرب کو نہ ملا تھا۔

وہ پہلا شخص تھا جس نے مکے کے حاجیوں کو ثرید کے کھانے کے ساتھ اونٹ کی چربی کھلائی تھی جس سے عرب بھر میں اس کا شرف اور نام ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھیل گیا یہاں تک کہ اس کے منہ سے نکلا ہوا ہر لفظ عربوں کے لیے حکم بن گیا، دین بن گیا۔ بعض مورخین[44*] کہتے ہیں کہ عمرو بن لحیٔ الخزاعی عربوں کا ایک ایسا خدا بن گیا تھا کہ دین ابراہیم میں وہ جو بدعت بھی جاری کرتا لوگ اس کو قبول کر لیتے اور یوں اس شخص نے دین ابراہیم کی بنیادوں تک کو ہلا دیا اور لوگوں میں طرح طرح کے نئے طریقے رائج کردیئے۔ اس نے بتوں کے نام پہ سائبہ جانور چھوڑے اور بتوں ہی کے نام پر اونٹوں کے کان کاٹ کراُن کو بحیرہ بنایا۔ وصیلہ اور حامی بنائے اور یہ گمراہیاں عربوں میں پھیلتی چلی گئیں اور لوگوں نے عمرو بن لحیٔ کی بدعات کو دین وشریعت کے طور پہ قبول کرلیا۔ وہ لوگوں کو کھانا کھلاتا تھا اور حج کے دنوں میں ان کو خلعتیں پہناتا۔ بیان کیا گیا کہ کبھی کبھی وہ ایام حج میں اپنے پاس سے دس ہزار اونٹ ذبح کیا کرتا اور دس ہزار خلعتیں لوگوں کو عطا کرتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ بحیرہ چھوڑنے والا پہلا شخص قبیلہ بنی مدلج کا ایک

شخص تھا جس کے پاس دو اونٹنیاں تھیں اُس نے اُن کے کان کاٹے اور اُن کا دودھ خود پہ حرام کرلیا اور اُن کو بحیرہ بنا کے چھوڑ دیا۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس شخص کو دوزخ میں اس حالت میں دیکھا ہے کہ اس کی دونوں اونٹنیاں اس کو اپنے پاؤں تلے روندرہی تھیں اور اپنے دانتوں سے اس کو کاٹ رہیں تھیں۔ عمرو بن لحیٔ ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے عربوں کے لیے مردار جانور کو حلال قرار دیا۔ ہر چند کہ اولادِ اسماعیل اب تک مردار کھانے کو حرام تصور کرتی تھی۔ یہاں تک کہ عمرو بن لحیٔ کا زمانہ آیا اور اس نے لوگوں سے کہا کہ تم اس جانور کو تو کھاتے ہو جس کو تم نے خود ہلاک کیا ہو تو اس کو کیوں نہیں کھاتے جس کو تمھارے لیے اللہ نے ہلاک کیا ہے۔

چنانچہ امام بخاریؒ نے روایت کی ہے کہ نبی اکرمﷺ نے فرمایا:

''میں نے جہنم کو دیکھا کہ اس کی لپٹیں ایک دوسرے سے ٹکرا رہی ہیں اور اس میں عمرو اپنی انتڑیاں کھینچ رہا ہے کچھ اضافے کے ساتھ ایک اور روایت میں ہے کہ عمرو بن لحیٔ کی انتڑیوں کی بو سے اہل جہنم سخت اذیت میں مبتلا ہیں''۔

****

ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ!

''رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ روزِ قیامت ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اس کی آنتیں تیزی سے اس کا پیٹ پھاڑ باہر نکلیں گی اور آگ میں جلنے لگیں گی اور وہ شخص عمرو بن لحیٔ ہوگا''۔

****

اس محفل میں نبی اکرمﷺ کے ساتھ بہت سے صحابہ بیٹھے ہوئے تھے۔

رسول اللہﷺ نے ایک شخص کی طرف اپنی انگلی اٹھا کے اشارہ کیا اور کہا۔

اے اقصم: میں نے عمرو بن لحیؑ کو دوزخ میں اپنی انتڑیاں گھسیٹتے دیکھا ہے اور میں نے تم سے زیادہ اس سے مشابہ اور کوئی شخص نہیں دیکھا۔

اور لوگوں نے کہا کہ وہ شخص اکثم ابن جون الخزاعی عبدالعزی تھا۔

اس پر اکثم ابن جون پریشان ہو گئے۔

انھوں کھڑے ہو کے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا؟

یارسول اللہ ﷺ:

کہیں ایسا تو نہیں کہ میری اس سے یہ مشابہت میرے لیے نقصان کا باعث بنے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

یہ کس طرح ہو سکتا ہے وہ تو کافر ہے اور تم مومن ہو۔

بعض مورخین نے لکھا[*45] کہ؛

یہ اکثم ابو معبد یعنی اُم معبد کے شوہر ہیں اور یہ وہی شخص ہے جن کے گھر نبی اکرم ﷺ ہجرت کے وقت رکے تھے اور اُم معبد نے آپ ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کیا تھا۔

بعض نے بیان کیا کہ؛

یہ وہی اکثمؓ ہیں جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ دجال کے مشابہ ہیں۔

جس کو سن کر اکثمؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا کہ؛

یارسول اللہ ﷺ:

کیا اس کی مشابہت مجھے نقصان پہنچائے گی۔

تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا۔

سبحان اللہ: یہ کس طرح ہو سکتا ہے تم تو مومن ہو اور وہ کافر تھا۔

اور اس حدیث کو ابن عبدالبرؒ نے درج کیا ہے۔

مگر دوسرے لوگوں نے کہا کہ؛

وہ حدیث غلط ہے جس میں دجال کا ذکر کیا گیا ہے درست روایت وہی ہے جس میں اکثم کی عمرو بن لحیؑ سے مشابہت کا تذکرہ ہے۔

****

کچھ اور لوگوں نے[*46] بیان کیا کہ!
عمرو بن لحیٔ معمرین عرب میں سے تھا۔
یعنی وہ طویل عمر تھا وہ تین سو چالیس سال تک زندہ رہا تھا۔
اس نے اپنے بیٹوں اور پوتوں اور قوم کی ایک ہزار موتیں دیکھیں تھیں۔
چنانچہ عمرو بن لحیٔ الخزاعی کے بعد اس کی اولاد پانچ صدیوں تک مکہ کی حکمران رہی حتیٰ کہ قصیٔ بن کلاب کا زمانہ آیا اور مکہ کی حکومت اہل قریش کے ہاتھ میں آ گئی۔

****

علامہ محمود شکری آلوسی نے بلوغ الارب میں اور امام عبداللہ سہیلی نے الروض الانف میں عمرو بن لحیٔ الخزاعی کے بارے میں لکھا ہے کہ جب وہ جوان ہوا تو سخت بیمار ہو گیا تو لوگوں اس سے کہا:
کہ اگر وہ شام کے علاقے بلقاء میں موجود گرم پانی کے ایک چشمے میں غسل کرے تو وہ شفایاب ہو سکتا ہے۔
چنانچہ عمرو بن لحیٔ الخزاعی نے ایسا ہی کیا۔
وہ شام پہنچا اس نے غسل نے کیا اور اسے اُس بیماری سے نجات مل گئی جس کی وجہ سے وہ سخت پریشان تھا۔
اور بلقاء میں اس وقت عمالیق آباد تھے جو عملاق کی اولاد میں سے تھے۔
مورخین[*47]نے اُن کا نسب یوں بیان کیا ہے۔
کہ وہ عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح کی اولاد تھے۔
عمرو نے دیکھا کہ وہ پتھر کے بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔
تب اس نے اُن سے سوال کیا؟
یہ تم کیا کرتے ہو۔
انھوں نے کہا:

ہم اِن بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور ان کی وجہ سے اللہ ہماری حاجات کو پورا کر دیتا ہے، ہم اِن سے بارش مانگتے ہیں تو یہ بارش برساتے ہیں، ہم مصیبت میں ان سے مدد طلب کرتے ہیں تو یہ ہماری مدد کرتے ہیں، جب ہم دشمن کے خلاف نکلتے ہیں تو اِن بتوں کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور اِن سے فتح کی دعا مانگتے اور اللہ ہم کو دشمن پہ غلبہ عطا فرماتا ہے۔

تو عمرو بن لحیٔ الخزاعی نے اُن سے کہا:

کیا اِن میں تم کچھ بت مجھے نہیں دے سکتے تا کہ میں انھیں مکہ لے جاؤں اور عربوں کو اِن کی پوجا پہ راغب کروں۔

انھوں نے اپنے کچھ بت عمرو بن لحیٔ کو دے دیئے جسے لے کر وہ مکہ آ گیا اور اُن کو بیت اللہ کے صحن میں گاڑ دیا۔

سب سے بڑا بت جو عمرو بن لحیٔ شام سے اپنے ساتھ مکہ لایا تھا اس کا نام ہبل تھا اور جسے اُس نے بیت کی اللہ کی چھت پہ نصب کیا اور لوگوں نے عمرو بن لحیٔ کی پیروی میں ان بتوں کی پوجا شروع کر دی۔

اور یہ آغاز تھا جس کے بعد بت پرستی اہل عرب میں کسی وباء کی طرح پھیل گئی اور لوگ دین ابراہیم کو بھولنے لگے۔

حتیٰ کہ پھر ہر قبیلے نے الگ سے اپنا بت بنا لیا اور اس کو بیت اللہ میں نصب کر دیا اور بت پرستی مکہ سے نکلی اور عرب کے دور دراز علاقوں تک پھیل گئی۔ اہل عرب اور ان کے بتوں کی تفصیل عنقریب ہم پیش کریں گے۔ انشاءاللہ

اب گھر گھر اور گلی گلی میں بت پرستی ہونے لگی تھی۔

لوگوں نے اپنے گھروں میں چوپالوں میں چوکوں میں اور بازاروں میں بھی بت نصب کر لیے تھے اور اللہ کے گھر میں تو اس سے پہلے ہی بت رکھے جا چکے تھے۔

عمرو بن لحیٔ الخزاعی نے دین ابراہیم کو مسخ کر کے رکھ دیا حتیٰ کہ ہزاروں سال سے جاری بیت اللہ میں حاضری کے موقع پر ادا کی جانے والے تلبیہ کے الفاظ تک بدل دیئے گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر عمرو بن لحیٔ الخزاعی تک لوگ جب بیت اللہ میں حاضر ہوتے تو

کہتے۔

لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَبَّیْکَ

اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں کہ تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں۔

تاہم عمرو بن لحیٰ الخزاعی نے اِن تلبیہ الفاظ تک کو بدل ڈالا۔

اور اس کے بعد جب بنو کنانہ اور قریش کے لوگ احرام باندھتے تو وہی تلبیہ ادا کرتے جسے عمرو بن لحیٰ الخزاعی نے گھڑا تھا۔

اب انھوں نے تلبیہ کے الفاظ میں اضافہ کرلیا تھا اور وہ کہتے کہ!

لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَبَّیْکَ اِلَّا شَرِیْکَ ھُوَلَکَ تَمْلِکُہٗ وَمَا مَلَکَ ۔

اے مولا: ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں اور تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اُس شریک کے جو تیرے لیے ہے اور تو ہی اس کا مالک ہے اور تو ہر اُس چیز کا بھی مالک ہے جس کا وہ مالک ہے۔[

[*48

تب عرب بت پرستی میں مشہور ہو چکے تھے اور بت پرستی میں ان میں دور گہرائی تک سرایت کر گئی تھی۔صورت حال یوں ہو گئی تھی کہ کسی نے ایک گھر بنالیا، اگر اس کی طاقت میں ہوا تو اس نے اپنے گھر میں ہی بت بھی بنالیا، اگر اس ضمن میں بھی اس نے کمی یا کمزوری محسوس کی تو وہ بیت اللہ گیا اور وہاں سے ایک پتھر اٹھالایا اور اسے اپنے گھر میں نصب کرلیا اور اسی کی پوجا شروع کردی۔

بیان کیا گیا کہ عربوں میں سے کوئی شخص سفر کو نکلتا تو جب وہ راستے میں پڑاؤ کرتا تو اپنے اردگرد دیکھتا اور چار پتھروں کا انتخاب کرتا اِن میں سے جو پتھر سب سے خوبصورت ہوتا اس کو ایک طرف رکھتا اور اس کی عبادت شروع کردیتا اس کے گرد طواف کرتا اور باقی تین پتھروں کو جوڑ کے اس پہ اپنی ہنڈیا چڑھادیتا۔

جب وہاں سے کوچ کرتا تو ان پتھروں کی پوزیشن بدل دیتا اور پھر اپنے اگلے پڑاؤ پہ بھی وہ اپنے اسی عمل کو دہراتا۔

عرب اس پتھر کو جسے وہ اپنی پوجا کے لیے حرم سے اٹھالاتے ''انصاب'' کہا کرتے۔

اُن پتھروں کو جب تراش لیا جاتا اور ان کی کوئی شکل وصورت واضح ہو جاتی تو عرب اپنے اِن

معبودوں کو ''اصنام'' کہتے۔

اور پتھر کے انھیں بتوں کو ان میں سے کچھ لوگ ''اوثان'' بھی کہتے۔

جب وہ اپنے پتھر کے اِن خداؤں کے گرد طواف کرتے تو اس کو ''دوار'' کہا جاتا۔

عرب پتھر کے اِن بتوں کے سامنے قربانی کرتے اور اِن کی خاطر اپنے جانور ذبح کرتے۔

تب وہ ہر لمحہ پتھر کے اِن بتوں کے تقرب کے خواہش مند رہا کرتے ۔

ابو رجاء العطاردی سے مروی ہے کہ جب نبی اکرمﷺ ہم میں مبعوث نہ ہوئے تھے تو ہماری عجیب حالت تھی ہم میں بہت جاہلیت تھی ہم پتھر کے بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے ہم اپنے معبودوں کا یہ حال کرتے کہ اگر ہمیں اپنے پہلے معبود سے کوئی زیادہ خوبصورت پتھر مل جاتا تو ہم اپنے پہلے معبود کو پھینک دیتے اور اس کی جگہ نیا پتھر رکھ کر اس کی پوجا شروع کر دیتے۔

یہی ابو رجاء مزید فرماتے ہیں کہ!

اگر صحرا میں ہمیں پوجا کے لیے کوئی معبود دستیاب نہ ہوتا تو ہم چند مٹھیاں ریت اکٹھی کرتے اور اس پہ اپنی بکری کا دودھ ڈال دیتے تا کہ وہ کچھ سخت ہو جائے، ہوا سے نہ لے اڑے، پھر برسوں ہم اسی کی پوجا کیے جاتے، جب ہمیں اس کے بدلے کوئی اچھا اور سفید پتھر مل جاتا تو ہم خود ہی اپنے سابقہ معبود کو پاؤں سے روند دیتے اور اس کی جگہ نئے معبود کی پوجا شروع کر دیتے۔

ابو عثمان نہدیؒ فرماتے ہیں کہ!

جاہلیت میں ہم کسی پتھر کی پوجا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک رات شور اٹھا اور کوئی پکارنے والا کہہ رہا تھا تمھارا معبود برباد ہو گیا۔

ہم نے دیکھا تو ہمارا معبود غائب تھا۔

یعنی رات کی تاریکی میں اسے کوئی اٹھا کر لے گیا تھا۔

تب ہم سب سخت بے چینی کا شکار تھے۔

اور خود کو بغیر کسی معبود کے ادھورا خیال کر رہے تھے۔

پھر کسی نے کہا:

اب اس وقت ہی سونا جب اپنا نیا معبود تلاش کر لو۔

چنانچہ ہم سے ہر ایک نکل کھڑا ہوا کوئی تو اپنے تند خو جانور پہ سوار ہوا اور کوئی نرم مزاج جانور پہ

اور ہم اسی حالت جستجو میں تھے کہ کسی پکارنے والے نے پکارا:

لوگو میں نے تمھارا رب پالیا ہے۔

اور وہ ایک بڑا اور سیاہ اور بد ہیبت پتھر تھا۔

مگر لوگ اسی پہ مطمئن ہو گئے اور ہم نے اسی وقت اونٹ ذبح کیا اور اس کا خون اس پتھر کو مل دیا۔

اور اب وہ ہمارے لیے کسی مقدس اور برتر معبود کی طرح تھا۔

علامہ ابن قیم نے اپنی ایک کتاب " **اغاثۃ اللھفان** " میں بت پرستی کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ!

''بتوں کی پوجا کرانے میں شیطان نے مشرکین کے ساتھ جو کھیل کھیلا ہے اس کے متعدد اسباب ہیں، اور اس ضمن میں شیطان نے ہر قوم کے ساتھ الگ سے معاملہ کیا ہے اور اُن کی عقل اور رجحانات کو مدِنظر رکھا ہے۔ چنانچہ اس نے کچھ لوگوں کو تو بتوں کی پوجا کرنے کی دعوت اُن مُردوں کی تعظیم کی شکل میں دی جن کی شکل پہ یہ بت ڈھالے گئے تھے۔ جیسا کہ ابن ہشام نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ود ، سواع، یعغوث ، یعوق اور نسر اگلے زمانوں کے نیک لوگ تھے جب وہ یکے بعد دیگرے انتقال کر گئے تو اِن کی قوم کو اس کا سخت دکھ تھا اس پر قابیل کی اولاد میں سے کسی شخص نے کہا کہ اگر تم کہو تو میں تمھارے اِن آباء کے بت بنا دوں تا کہ تم اِنھیں یاد رکھ سکو اور ان کے کارناموں کو یاد بھی رکھ سکو ورنہ تم انھیں بھول جاؤ گے جو سراسر نقصان کا سودا ہے۔ اس پہ یعوق اور نسر کی قوم نے کہا۔ ضرور تم ان لوگوں کے بت بناؤ کہ وہ ہمارے بڑے تھے اور صاحب دانش تھے۔ چنانچہ اس نے ان بزرگوں کے بت بنا دیئے اول اول لوگ ان سے صرف محبت اور عقیدت رکھتے تھے اِن کی پوجا نہ کرتے تھے۔ پھر شیطان نے اِن پہ اپنا جال پھیلایا اور وہ لوگ ان بتوں سے دعائیں مانگنے لگے اور یہ بت برد بن مہلا ئیل بن قینان بن انوش بن شیس بن آدم علیہ السلام کے عہد میں بنائے گئے۔ اس کے بعد سو سال گزر گئے اور وہ لوگ جنھوں نے اپنے آباء کے بت

اُن کی محبت کی وجہ سے بنائے تھے وہ قبروں میں جا سوئے اور اُن کے بعد آنے والی نسل نے ان بتوں کی اور بھی تعظیم شروع کر دی اور اِن کی پوجا کی جانے لگی۔اس سے اگلی صدی کے لوگوں نے پتھر کے اِن بتوں کو خدا مان لیا اور حد سے زیادہ اِن کی تعظیم کی جانے لگی۔لوگوں نے کہا کہ اِن کے آباء نے اِن بتوں کی تعظیم اس لیے کہ تھی کہ وہ اِن سے شفاعت کی امید رکھتے تھے۔لہٰذا انھوں نے اِن کی پوجا کی اِن کا ذکر بڑھا چڑھا کر کیا اور شدید قسم کے کفر و شرک میں مشغول ہو کر رہ گئے۔تب اللہ نے ادریس علیہ الاسلام کو اِن کی طرف مبعوث کیا مگر اِن لوگوں نے اللہ کے نبی کی تکذیب کی اور اپنے کفر و شرک کی روش پہ قائم رہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ الاسلام کو آسمانوں کی طرف اٹھا لیا۔جیسا کہ امام کلبی ﷫ نے ابی صالح ﷫ سے اور ابی صالح ﷫ نے حضرت ابن عباس ﷺ روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اِن کا کفر حد سے زیادہ سخت ہو گیا تھا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان اپنے جلیل القدر پیغمبر حضرت نوح ؑ کو مبعوث کیا۔حضرت نوح ؑ کو جب نبوت سے سرفراز کیا گیا تو اُن کی عمر چار سو اسی سال تھی آپ نے اپنی نبوت کے درمیانی زمانے میں جو کئی صدیوں پہ محیط تھا اِن لوگوں کو کفر و شرک کی راہ سے ہٹانے کی ہر ممکن کوشش کی اور دعوت کا سلسلہ جاری رکھا مگر اُن کی قوم نے اُن کی نافرمانی کی اور اِن کی تکذیب کی وہ اپنے کفر و شرک پہ بضد رہے حتیٰ کہ طوفانِ نوح کی شکل میں اللہ کے عذاب نے انھیں آلیا۔اس سے قبل اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت نوح ؑ نے ایک کشتی تیار کر لی تھی جس میں بیٹھ کر وہ اس مغضوب قوم کے علاقے سے ہجرت کر گئے اُن کی قوم سے جنھیں غرق ہونا تھا غرق ہو گئے۔بلکہ کہا گیا کہ پوری دنیا میں جتنے بھی انسان تھے وہ سب غرق ہو گئے کہ اس زمانے میں آبادیاں محدود تھیں اور قومیں کم تھیں اور طوفانِ نوح سے صرف وہی لوگ محفوظ رہے جو حضرت نوح ؑ کی پیروی کرتے تھے پھر اللہ کی زمین پہ نوح کے بیٹوں کی اولاد نے ترقی کی اور وہ دور دور تک پھیل گئے۔مصر شام عرب اور دیگر علاقوں میں انھوں نے بہت سے اور بڑے بڑے شہر بسائے اسی طرح دو ہزار سال سے زائد کا عرصہ گزر گیا اور حضرت ابراہیم علیہ ؑ دنیا میں تشریف لائے اور اُن کی قوم بھی بت پرستی میں مبتلا تھی۔وہ بت جن کی یہ سابقہ اقوام پرستش کیا کرتی تھیں طوفانِ نوح نے

انھیں اٹھایا اور ایک زمین سے اٹھا کر دوسری زمینوں کی طرف گراتا رہا تا آنکہ یہ جدہ کی سر زمین پہ پھینک دیئے گئے جب پانی خشک ہو گیا تب بھی یہ بت جزیرۃ العرب کے ساحلی علاقوں کی ریت تلے دبے پڑے ہوئے تھے۔

****

امام کلبی[49*] نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ عمرو بن لحیٰ الخزاعی کاہن بھی تھا اور ہر کاہن کی طرح اس کے تابع بھی ایک جن تھا ایک دن عمرو بن لحیٰ الخزاعی کے تابع ہمزاد نے اس سے کہا:

" عجل السیر و الظعن من تهامہ بالسعد و السلامۃ جدۃ تجد اصناماً معدۃ فاوردھا تھامۃ و لا تھب ثم ادع العرب الی عباد ۔

ترجمہ؛

تابع نے کہا تہامہ سے جلدی کوچ کر جاؤ اور روانہ ہو جاؤ سعادت مندی اور سلامتی کے ساتھ ۔جدہ جاؤ وہاں تمیں تیار بت ملیں گے انھیں تہامہ لے آؤ اور خوف نہ کھاؤ پھر عربوں کو اِن کی پوجا کی دعوت دو لوگ تمھاری بات مان لیں گے"۔

****

عمرو بن لحیٰ نے اپنے تابع کی بات کو غور سے سنا اور جدہ کی طرف روانہ ہو گیا وہاں اس نے ریت میں دبے میں ہوئے بت دیکھ لیے وہ انھیں لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گیا اس نے یہ بت بیت اللہ میں نسب کر دیئے پھر حج کا موسم آیا تو عمرو نے عرب بھر کے لوگوں کو اِن بتوں کی پوجا کی طرف بلایا کچھ لوگوں نے فوراً اس کی بات مان لی اور کچھ نے انکار کیا۔

اس کی بات ماننے والوں میں سے عوف بن عدربن زید اللات بھی شامل تھا۔

عمرو نے اسے ''ود'' عطا کیا۔

عوف نے اسے اٹھالیا اور اپنے ساتھ لے گیا۔

پھر اس نے اسے دومۃ الجندل کے مقام پہ نصب کر دیا اور اپنی قوم کو اس کی پوجا کی دعوت دی۔

پھر عوف نے اپنے بیٹے کا نام عبدود رکھا اور عربوں میں یہ پہلا شخص تھا جس نے اپنے بیٹے کو اپنے بت کے ساتھ نسبت دی۔

عوف نے اپنے بڑے بیٹے عامر کو اس بت کا محافظ مقرر کر دیا۔

عامر کے بعد اس کی اولاد اس بت کی محافظت کرتی چلی آئی۔

یہاں تک کہ اللہ نے عربوں کے درمیان نبی اکرم ﷺ کو مبعوث کیا۔

امام کلبیؒ نے کہا کہ مجھے مالک بن حارثہؓ نے بتایا کہ اس نے ود کے بت کو دیکھا ہے کہ میرا باپ مجھ کو دودھ دے کے کہا کرتا تھا جا اسے ود کو پلا آ اور میں یہ دودھ اس بت پہ انڈیلا کرتا تھا۔

مالک نے کہا کہ؛

پھر میں نے وہ منظر بھی دیکھا جب حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس بت کو ریزہ ریزہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو اس بت کے مسمار کرنے کو بھیجا تھا۔

جب حضرت خالد بن ولیدؓ اس بت کو تباہ کرنے کے لیے آئے تب بنو عذرہ اور بنو عامر کے سواروں نے اِن کا راستہ روکا مگر خالد بن ولیدؓ کے سامنے ان کی ایک نہ چلی اور انھوں نے اِن کو تہہ تیغ کر دیا۔

اور اس بت کو مسمار کر ڈالا۔

امام کلبیؒ نے کہا کہ!

میں نے حضرت مالک بن حارثہؓ سے کہا:

ود کے بارے میں مجھے کچھ اور بتاؤ۔

تو مالک بن حارثہؓ نے کہا۔

ودایک بڑے آدمی کی شکل کا تھا جتنا بڑا کوئی آدمی ہو سکتا ہے۔
اس پر دو منقش دوشالے ڈالے گئے تھے۔
جن میں سے ایک تو اس کا تہمند تھا اور دوسرا دوشالہ اس کے کندھوں پہ ڈالا گیا تھا۔
اس کے گلے میں تلوار حمائل تھی اور کندھے پہ ایک کمان جھول رہی تھی اور سامنے کی طرف ایک چھوٹا سا نیزہ تھا جس میں جھنڈا لگا ہوا تھا اور ایک پیالہ تھا جس میں تیر رکھے تھے یعنی ترکش۔
عمرو بن لحیٔ الخزاعی نے جب عربوں کو بت پرستی کی دعوت دی تو بہت سے لوگوں نے اس کی بات کو مان لیا۔
چنانچہ عربوں اور غیر عربوں کی بت پرستی کی تاریخ بہت قدیم ہے۔
جس پہ روشنی ڈالتے ہوئے مشہور عربوں کے مشہور مورخ علامہ جاحظ نے ''**کتاب الاصنام** میں لکھا ہے کہ!

''عرب کے عام لوگ تو یہ کہتے کہ وہ بتوں کی پرستش اس لیے کرتے ہیں تا کہ انھیں خالق حقیقی کا قرب حاصل ہو جائے تاہم ان کے خواص شرک میں راسخ تھے اور انھوں نے اپنے خیال کے مطابق بہت سے بت اور ایسے گھر تعمیر کیے تھے جو اُن ستاروں کے نام پہ تھے جو ان کے خیال میں انسانی زندگی پہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ اُن لوگوں نے ستاروں کے نام پہ معبد تعمیر کرائے، اُن پہ محافظ مقرر کیے۔ لوگوں کو اُن پہ نذرانے چڑھانے کی ترغیب دی، اُن پہ جانوروں کی قربانی کی، اور یہ امور قدیم زمانے میں بھی موجود تھے اور اب بھی موجود ہیں۔ چنانچہ اصفہان میں پہاڑ کی ایک چوٹی پہ ایک گھر تھا جہاں بت ہوا کرتے تھے جنھیں کسی مجوسی بادشاہ نے نکال کر اسے آتشکدہ بنا دیا تھا اور اِن میں سے دوسرا تیسرا اور چوتھا گھر صنعاء میں تھا جسے کسی مشرک نے زہرہ کے نام پہ بنا رکھا تھا جسے حضرت عثمانؓ کے دور میں اسے تباہ کر دیا گیا۔ انھیں میں سے ایک گھر وہ ہے جو جسے بادشاہ قابوس نے سورج کے نام پہ شہر فرغانہ میں بنایا تھا اور اسے اسلامی عہد میں المعتصم کے دورِ حکومت میں مسمار کیا گیا۔ بیان کیا گیا کہ اس ضمن میں جو لوگ بدترین شرک میں مبتلا ہیں وہ ہندوستان کے لوگ ہیں۔ یحیی بن بشر کہتا ہے

کہ ہندوستانیوں کی شریعت کو برہمن نامی ایک شخص نے وضع کیا اس نے اِن کے لیے بت گھڑے اور اِن بتوں کے لیے سب سے بڑا گھر سندھ کے ایک شہر (ملتان) میں تعمیر کیا گیا اور وہاں سب سے بڑا بت رکھا گیا۔ اس دیوہیکل بت خانے کو عہد اسلامی میں حجاج بن یوسف کی طرف سے بھیجے جانے والے مسلم راہنما محمد بن قاسم نے تباہ کیا۔ عربوں میں سے بعض نے سورج کا بت بنالیا تھا ان کا خیال تھا کہ وہ ایک فرشتہ ہے جسے نفس اور عقل حاصل ہے اور یہ چاند اور ستاروں کے نور کی اصل ہے ان کے عقیدے کے مطابق تمام سفلی موجودات اسی سے پیدا ہوتی ہیں اور یہ خود فلک کے ایک فرشتے کے پاس رہتا ہے اسی لیے تو یہ تعظیم سجدہ اور دعا کا مستحق ہے ان کے ہاں اس کی عبادت کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ انھوں نے اس کے لیے ایک بت بنا رکھا تھا جس کے ہاتھ میں آگ کے رنگ کا ایک گوہر تھا اور اس کی ایک خاص عمارت تھی جسے انھوں نے اسی کے نام پہ بنا رکھا تھا اور اس گھر کے لیے انھوں نے کئی ایک شہر اور جاگیریں وقف کر رکھی تھیں اس گھر کی محافظت کے لیے نگران اور دربان مقرر کر رکھے تھے وہ یہاں آتے اور دن میں تین بار اس بت کے سامنے عبادت کرتے مریض لوگ یہاں آتے اور مرض سے نجات کے لیے اس بت کے سامنے دعائیں کرتے نذرانے چڑھاتے منتیں مانتے اور روزے رکھتے۔ جب سورج طلوع ہوتا تو یہ سب کے سب اس کے سامنے سجدے میں گر جاتے۔ اسی طرح جب سورج غروب ہوتا تب بھی یہ اس کو سجدہ کرتے اور جب وہ آسمان کے وسط میں پہنچتا تب بھی وہ اس کو سجدہ کرتے۔ بیان کیا گیا کہ اِن تینوں وقتوں میں شیطان اِن کے ہمراہ ہوا کرتا اور اسی لیے سورج کے ان پجاریوں کی عبادت کو شیطان کی عبادت قرار دیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو اِن اوقات میں عبادت سے منع کیا ہے تا کہ وہ شرک کے ہر شائبے سے پاک رہیں۔ عربوں سے ایک گروہ نے چاند کو تعظیم و عبادت کا مستحق قرار دیا اور کہا کہ اس سفلی جہاں کی تدبیر اسی کے سپرد ہے اور اس کی پرستش کا طریقہ اِن کے ہاں یہ تھا کہ انھوں نے بچھڑے کی شکل کا ایک بت بنا رکھا تھا بت کے ہاتھ میں ایک موتی تھا یہ لوگ اس بت کی عبادت کرتے اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے۔ وہ اس کے لیے ہر ماہ چند مخصوص دنوں کے روزے بھی رکھا کرتے پھر کھانے کی اشیاء پینے کی اشیاء

اور خوشی اور سرور کی اشیاء لے کر اس کے پاس آتے تھے کھانے سے فارغ ہو کر یہ لوگ ناچنے گانے اور ساز کی دھنیں بجانے میں لگ جاتے۔عربوں میں سے بعض لوگ اُن بتوں کی پرستش کرتے جنھیں انھوں نے اپنے خیال کے مطابق ستاروں کی شکل اور روحانیت کے مطابق بنایا ہوا تھا اور انھوں نے اِن کے لیے مندر اور عبادت گاہیں بنائی ہوئیں تھیں۔ ہر ستارے کے لیے خاص مندر اور خاص بت اور خاص عبادت گاہیں تھیں۔

****

بتوں کے ضمن میں عربوں کے توہمات حد سے بڑے ہوئے تھے۔اُن میں سے بہت سے لوگوں کو اس بات کا شبہ تھا کہ اُن کے بت اُن سے باتیں کرتے ہیں اور کسی قدر امورِ غیب سے اِن کو آگاہ کرتے ہیں۔ بعض مخفی چیزوں کی طرف اِن کی توجہ مبذول کراتے ہیں۔مگر جیسا کہ عقلی طور پہ ثابت ہے کہ یہ سب اِن کے توہمات تھے جو شیاطین نے اِن کے دل میں ڈال رکھے تھے اسی وجہ سے اُن کے جاہل اور ادنیٰ درجہ کے لوگ یہ خیال کر لیتے کہ اُن کے بت اُن کے ہمدرد ہیں اور معاملات زندگی میں اُن کی راہنمائی کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔اُن میں سے جو قدرے صاحبِ دانش تھے وہ یہ خیال کرتے کہ یہ بتوں کی روحانی طاقت ہے جو وہ اُن سے باتیں کرتے ہیں اور اُن میں سے کچھ لوگ یہ خیال کر لیتے کہ یہ فرشتے ہیں جو بتوں کے اندر سے اِن سے خطاب کرتے ہیں۔کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ عقل مجردہ ہیں۔انھیں میں سے بعض کا خیال تھا یہ اجرام علویہ کی روحانیت ہیں۔اِن میں سے اکثر لوگ ایسے تھے جو بتوں کے متعلق دوسروں سے جو سنتے اس پہ آنکھ بند کر کے یقین کر لیتے اور اس ضمن میں وہ اپنی عقل کو ذرا بھی تکلیف دینے پہ آمادہ نہ تھے اور یہ لوگ عوام تھے جو ضعیف العقیدہ اور اکثریت میں تھے اور انھی لوگوں کی اندھی عقیدتوں نے بتوں کو عربوں کا خدا بنا دیا تھا۔جیسا کہ اس سے قبل بھی گزر چکا ہے کہ بت پرستی شرک کی وہ صورت ہے جو سب سے قدیم اور سب سے کثیر ہے ہمارے ہمسائے میں ہندوستان کے کروڑوں لوگ آج کی اس جدید دنیا میں بھی بت پرستی کی لعنت میں اسی طرح مبتلا ہیں جس طرح کہ دو تین ہزار سال پہلے کے گمراہ اور جہلا مبتلا تھے۔مورخین نے بتایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے بھی پہلے لوگ بت پرستی

میں مبتلا ہو چکے تھے اور اُن کے مندروں، وقفوں، محافظوں، دربانوں اور پجاریوں کے احوال اور اُن کی عبادات کے طریقوں سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ رہے عرب تو وہ بری طرح اس لعنت میں مبتلا تھے اور اپنے بتوں کے خلاف کوئی بھی عقلی دلیل قبول کرنے سے شدید طور پہ انکاری تھے۔ اسی لیے تو جب نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور انھوں نے بتوں سے اپنی بیزاری اور نفرت کا اظہار کیا تو اہل کفر اور بتوں کی پوجا کے شوقین اہل عرب نے سرزمین مکہ کو اِن پہ تنگ کر دیا تھا اور آپ ﷺ کو دین کی دعوت پھیلانے کے لیے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کے لیے یہ دُعا کی۔

وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الأَصْنَامَ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيراً مِنَ النَّاسِ۔

ترجمہ؛

مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پوجا سے دور رکھ'' اے خدایا: انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔

(الحديث)

****

وہ قومیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف طریقوں سے ہلاک کیا اُن میں سے اکثر بت پرست ہی تھے۔ چونکہ وہ اپنے نظریات پہ نظر ثانی کو تیار نہ تھے اور اللہ کے انبیاء کو اذیت پہنچاتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ کے غضب کا نشانہ بنے اور قرآنِ حکیم میں ایسی قوموں کے احوال پیش کیے گئے ہیں تا کہ آنے والے لوگ اِن سے عبرت حاصل کریں اور اللہ نے ہمیشہ انکار کرنے والوں کو برباد کیا ہے اور اپنے رسولوں کی پیروی پہ آمادہ ہو جانے والے لوگوں کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھا ہے انھیں دنیا میں عزت اور غلبہ عطا کیا ہے تاہم جن لوگوں نے اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی تعلیمات سے انکار کیا ہے وہ ہمیشہ اکثریت میں رہے ہیں اس لیے کہ روایات میں بھی یہ بات موجود ہے کہ جہنم کا پیٹ بہت وسعت والا ہے اور انسانوں کا

بہت بڑا گروہ اس کی خوراک بننے والا ہے۔ آنحضرت محمد ﷺ کی ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ہزار میں سے نوسو ننانوے لوگ جہنم میں بھیج دیئے جائیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جابجا اہل کفر کے خیالات اور نظریات کو بیان کیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ!

فَاَبٰٓی اَکْثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوْرًا O

القران الحکیم (سورۃ بنی اسرائیل 17 /89)

ترجمہ؛

"اکثر لوگوں نے یہی کہا کہ ہم تو ضرور کفر کریں گے"۔

****

اور مزید فرمایا ہے کہ!

وَاِنْ تُطِعْ اَکْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ O

القران الحکیم (سورۃ الانعام 6/ 116)

ترجمہ؛

"اگر تم اہل زمین کی اکثریت کی اطاعت کرو گے تو یہ لوگ تمہیں اللہ کے راستے سے ہٹا دیں گے"۔

****

مزید ارشاد فرمایا کہ:

وَمَآ اَکْثَرُ النَّاسِ وَلَوْحَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ O

ترجمہ؛

القران الحکیم (سورۃ الفرقان 7-8/25)

''اور خواہ آپ ﷺ کتنی ہی خواہش کیوں نہ کریں پھر بھی اکثر لوگ ایمان لانے کے نہیں''۔

****

پھر مزید ارشاد ہوا کہ:

وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ O

القران الحکیم (سورۃ الاعراف 7 / 102)

ترجمہ؛

''اور ہم نے اِن میں سے اکثر لوگوں کو عہد پہ قائم نہ پایا بلکہ ہم نے تو بیشتر لوگوں کو فاسق ہی پایا''۔

****

اس طرح کی بہت سی آیات ہیں جن میں اُن کی بت پرستی سے بیزاری اور نفرت کا اظہار کیا گیا۔ اگر بتوں کی پوجا میں فتنہ نہ ہوتا تو اِن کے پوجنے والے اپنی جانیں اپنے مال اور اپنی اولاد کو اُن کے لیے قربان کر دینے کا جتن کبھی نہ کرتے حالانکہ وہ اپنے بھائیوں کو ہلاک ہوتا دیکھ رہے تھے اور وہ اُن عذابوں سے بھی آگاہ تھے جو لوگوں پہ بت پرستی کی وجہ چھا گئے تھے مگر بتوں سے انسان کی عقیدت ہے کہ وہ ختم ہونے میں ہی نہیں آتی۔ وہ کل بھی دل کی پوری گہرائیوں سے بت پرست تھا اور تختہ ارض پر آج بھی پتھر کی اِن مورتیوں کے آگے سجدہ کرنے والوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ لوگوں کی بت پرستی اور بتوں کی تعظیم میں کچھ اضافہ ہی ہوا ہے اور لوگ ایک دوسرے کو اس عمل پہ ڈٹے رہنے کی تلقین کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور بتوں کی عبادت کرنے کے لیے طرح طرح کی اذیتیں برداشت کرتے ہیں۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ بتوں کی پوجا کا فتنہ صورتوں کے عشق میں مبتلا ہونے اور اُن سے بدکاری کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے اس لیے کہ عاشق کو اپنی مراد سے دنیا اور آخرت کا خوف باز نہیں رکھ سکتا حالانکہ وہ مشاہدہ کر رہا ہے کہ مبتلائے عشق کو دکھ کے بھرے بازار میں رسوا ہونا پڑتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم اور دوسری الہامی کتابیں روزِ اول سے آخر تک صراحتاً یہ بیان کر رہی ہیں کہ یہ دین باطل ہے اس کے پیرو کار کافر ہیں

۔بت پرست اللہ اور اس کے رسولوں کے دشمن ہیں وہ شیطان کے دوست اور پجاری ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جنھیں جب دوزخ میں ڈالا جائے گا تو پھر ان کو نکالا نہ جائے گا۔ چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے فرشتے اور اللہ کے رسول اور خود اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اِن بت پرستوں سے بری طرح بیزار ہیں۔اس لیے نہ تو اِن کا کوئی عمل قبول کیا جائے گا اور نہ ہی انھیں معاف کیا جائے گا اور یہ بات دین حنیف سے آگاہ ہوجانے پر بالیقین واضح ہو جاتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور اس کے تابعداروں کے لیے جو دین حنیف پہ کاربند ہیں اِن کے خون اِن کے مال اِن کی عورتیں اور اِن کی اولاد سب جائز قرار دے دی ہیں اور اللہ نے انھیں حکم دیا ہے کہ وہ جہاں بھی پائے جائیں اللہ کی زمین کو اِن سے پاک کر دیا جائے۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے اِن کی ہر طرح سے مذمت کی ہے اور انھیں بدترین سزاؤں کی خبر دی ہے اور یہ کہا ہے کہ اللہ کے رسول ایک طرف ہیں اور بت پرست ایک طرف۔ بتوں کی پوجا کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ انسان اللہ کی مخلوق میں غلو کرتے ہیں اور انھیں اِن کی حقیقی منزلت سے زیادہ جانتے ہیں یہاں تک کہ وہ اِن میں خدائی اوصاف شامل کر لیتے ہیں۔

وہ انسان کو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے مشابہ کر دیتے ہیں اور یہی وہ تشبیہ ہے جو امتوں میں واقع ہوئی ہے جس کو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے باطل قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ نے اپنے رسولوں کو بھیجا اور کتابوں کو نازل فرمایا جن میں اِن باتوں کا انکار اور اِن کا رد پایا جاتا ہے۔لہٰذا اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے اس بات کی نفی کی ہے اور اس بات سے منع فرمایا ہے کہ غیر اللہ کو اللہ جیسا یا اللہ کا ہمسر یا اس کے مشابہ بنایا جائے اور اس بات سے منع نہیں فرمایا کہ اللہ کو کسی اور سے مشابہت دی جائے کیونکہ عام قوموں میں اس طرح کی کوئی بات نہیں پائی جاتی کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو کسی مخلوق کے مشابہ بنایا ہو اور اس قسم کے لوگ انسانی فرقوں میں کہیں نہیں پائے جاتے۔ جبکہ پہلی قسم کے لوگ مشرکین کے گروہوں میں پائے جاتے ہیں اور انھوں نے اِن لوگوں کی تعریف میں جن کی وہ تعظیم کرتے ہیں یا اِن سے محبت رکھتے ہیں غلو کیا ہے یہاں تک کہ اسے خالق کے مشابہ قرار دے دیا اور اسے خداوندی خصوصیات عطا کر دیں بلکہ اُن میں سے بعض نے تو صراحتاً کہا کہ وہ خدا ہے اور پھر انھوں نے اپنے بنائے ہوئے خداؤں کے عوض ایک خدا پہ ایمان لانے سے نکار کرتے ہوئے کہا کہ!

اِصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِھَتِکُمْ ○

القران الحکیم (سورۃ صٓ 38/ 6)

ترجمہ؛

(اپنے معبودوں کے ضمن میں ڈٹے رہو)

****

اور واضح طور پہ کہا کہ وہ پرستش کے لائق ہیں جن کے ساتھ امید بھی وابستہ کی جاسکتی ہے اور جن سے انسان کو ڈرنا بھی چاہیے جن کی تعظیم بھی کی جاتی ہے اور جس کو سجدہ بھی کیا جاتا ہے جس کے نام پہ قسم بھی کھائی جاتی ہے اور جس کے لیے جانور بھی قربان کیے جاتے ہیں اور عبادت کے ضمن میں شامل وہ تمام امور جو صرف اللہ ہی کے لیے زیبا ہیں انھوں نے بتوں سے منسوب کر رکھے تھے اور اسی کو قرآن میں کھلا ظلم قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس بات میں اب کوئی شک نہیں رہ گیا کہ ہر مشرک اپنے بت یا کسی بھی اور معبود کو اللہ تعالیٰ کے مشابہ قرار دیتا ہے۔ اگر چہ وہ ہر لحاظ سے یہ تشبیہ نہیں دیتا یہاں تک کہ کافر لوگ اللہ تعالیٰ کے نقائص اور عیب بیان کرنے لگتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہے یا اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس جہان کو پیدا کرنے کے بعد آرام کیا یا کچھ مشرک لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ کی اولاد ہے اور بیوی ہے ہر چند کہ اللہ سبحان وتعالیٰ کی ذات اِن امور سے بہت بلند اور بعید ہے۔ اور اِن کا یہ مقصد نہ تھا کہ مخلوق کو اصل بنایا جائے اور پھر خالق کو اِن سے تشبیہ دی جائے بلکہ انھوں نے اللہ کو علیحدہ طور پہ اُن امور سے متصف کیا اور اِن کا یہ مقصد بھی ہرگز نہ تھا کہ غیر اللہ کو اِن امور میں اصل بنائیں اور اللہ کو اِن سے تشبیہ دیں اسی لیے تو اللہ تعالیٰ کو اِن امور سے موصوف کرنا باطل ترین بات ہے کیونکہ یہ امور تو اصلاً نقائص اور عیوب ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اِن امور سے موصوف ہونے کے بطلان کی وجہ تشبیہ و تمثیل نہیں ہے۔ لہٰذا اِن امور کی اللہ سے نفی کرنے کے لیے تشبیہ کی نفی کا اثبات ضروری نہیں۔ جیسا کہ بعض باطل علم کلام کے جاننے والے کرتے ہیں کیونکہ علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے اللہ کی ذات میں نقص وعیوب کی نفی کرنے کے معاملے میں کوئی عقلی دلیل قائم نہیں جاسکتی کہ اس سے تشبیہ و تمثیل لازم آتی ہے۔ ہمارا

مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ تمام قوموں میں سے کوئی بھی ایسا شخص نہیں گزرا جس نے اللہ کو اللہ کی مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی ہو اور پھر مخلوق کو اصل بنا کر اللہ کو اس سے تشبیہ دی ہو اس لیے کہ سابقہ امتوں میں صرف تشبیہ اور تمثیل پائی جاتی تھی، اس لیے بھی کہ انھوں نے اپنے بتوں اور معبودوں کو خدا ہونے کے معاملے میں اللہ سے تشبیہ دی اور یہی تشبیہ بتوں کی پوجا کی اصل بنیاد ہے۔ تاہم قرآن کی تعلیمات نے غور کرنے والے انسان کا سینہ کھول دیا اور اِن امور کو باطل قرار دیا کہ مخلوقات میں کوئی ایسی ہستی بھی ہوسکتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے مشابہت یا مماثلت رکھتی ہو۔ یہی وہ امر ہے جو قرآن کے پیشِ نظر ہے تا کہ مشرکوں اور اِن لوگوں کے عقیدے کو باطل قرار دیا جاسکے جو اللہ کے ساتھ مخلوق کو تشبیہ دیتے ہیں اور غیر اللہ کو اس کے برابر قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ!

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًاوَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

القران الحکیم (سورۃ البقرۃ2/ 22)

ترجمہ۔

”تم اللہ کے مماثل کسی کو قرار نہ دو جبکہ تمہیں اس بات کا علم بھی ہے“۔

****

اور مزید فرمایا کہ:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ○

القران الحکیم (سورۃ البقرۃ2/ 165)

ترجمہ:

”اور بعض لوگ غیر اللہ کو اللہ کا ہم پلہ مان کر ان سے اللہ ہی کی سی محبت کرتے ہیں ۔

****

اِن لوگوں نے مخلوق کو خالق جیسا قرار دے دیا اور '' نّد '' کے معنی مشابہ کے ہیں محاورۃ کہا جاتا ہے کہ ''نَدٌّ فلَانٍ ونَدِیْدُہٗ'' یعنی فلاں فلاں کے مشابہ اور مثل ہے اور اسی معنی میں حسان بن ثابتؓ کے یہ اشعار ہیں۔

أَ تَھْجُوْہُ وَلَسْتَ لَہٗ بِندٍّ
فَشَرُّکُمَا لِخَیْرِکُمَا الفِدَاءُ

کیا تو اِن کی ہجو کرتا ہے جب کہ تو اِن کا ہم پلہ نہیں لہٰذا جو تم دونوں میں سے برا ہو اسے اچھے پر قربان کردیا جائے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

أَ تَیْمًا تَجْعَلُوْنَ اِلَیَّ نِدًّا
وَمَا تَیْمٌ لِذِی حَسَبٍ نَدِیْدُ

کیا تم تمیم کو میرا ہمسر قرار دیتے ہو حالانکہ تیم کسی بھی ذی حسب انسان کا ہمسر نہیں ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

قبائل عرب اوران کے بت

یاد رہے کہ سب سے پہلے بت پرستی میں مبتلا ہونے والی قوم حضرت نوح علیہ السلام کی قوم تھی جس نے بتوں کو بنایا اور اُن کی پوجا کی۔اس کے بعد تاریخ کے ہر دور میں بت پرستی کے شواہد موجود ہیں۔اہل عرب اور دوسری بت پرست اقوام نے بتوں کو اللہ کے نائب قرار دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات اِن کو تفویض کر رکھے ہیں اور یہ کہ اُن کے بت ان کو اللہ کے قریب کرتے ہیں اور اُن کی یہی عقیدت تھی جس کی وجہ سے انھوں نے بتوں پہ نذرانے چڑھائے اُن کی پوجا کی اُن کے لیے جانور ذبح کیے اُن سے بارش مانگی غرض اپنی زندگی کی ہر ضرورت اور ہر تکلیف کے لیے انھوں نے بتوں کی پوجا کی اور بتوں کی پوجا تو دراصل شرک در شرک ہے اس لیے کہ وہ کسی ایک بت کی پوجا پہ قناعت نہ کرتے تھے بلکہ عربوں کا ہر قبیلہ مختلف بت کی پوجا کرتا تھا اور عرب ہمیشہ اپنے بت کی تعظیم اور دوسروں کے بتوں کی مذمت کرتے تھے ۔چنانچہ عرب کے بت پرست معاشرے میں بہت سے بت اور بہت سے طریقہ ہائے عبادات رائج تھے

۔قبائل عرب اور اُن کے بتوں کی کچھ تفصیل یہاں درج کرنا مقصود ہے۔



مورخین[50*]نے لکھا ہے کہ پہلا بت جو عمرو بن لحیٔ الخزاعی نے بیت اللہ میں نسب کیا تھا وہ ہبل تھا۔یہ اہل قریش کا بت تھا جس کی وہ پوجا کیا کرتے تھے۔یہ بت انسانی شکل کا تھا اور عتیق پتھر سے بنا ہوا تھا۔علامہ علی ابن برہان الدین حلبی نے سیرت حلبیہ [51*] میں لکھا ہے کہ ہبل اُن بتوں میں سے ایک تھا جنھیں عمرو بن لحیٔ شام سے لایا تھا۔عربوں میں ہبل کی بہت تعظیم کی جاتی تھی یہ بت بئیر زم زم پہ نصب تھا۔عرب اپنے اہم معاملات کا فیصلہ اسی بت کے پاس آ کر کیا کرتے تھے۔کیونکہ ہبل کے تیروں پہ اُن کا اعتقاد پختہ تھا۔اس لیے وہ اسی بت کے پاس آ کر قرعہ اندازی کیا کرتے تھے۔اگر انھیں سفر درپیش ہو یا وہ کسی سے جنگ کرنا چاہتے ہوں یا کوئی عرب کسی عورت سے شادی کرنا چاہتا تو وہ اسی بت سے مشورہ طلب کرتا اور یہاں موجود تیروں سے قرعہ اندازی کر کے اپنے فیصلے کرتا ۔وہ ہبل کے سامنے جانور بھی قربان کرتے اور اس پہ نذرانے بھی چڑھاتے۔جس طرح ہر بت کا ایک پجاری ہوا کرتا ہے اسی طرح قرعہ اندازی کرنے والے ہر شخص کو بھی ہبل کے پجاری کی مٹھی گرم کرنا پڑتی تھی۔تاہم علامہ ابن الکلبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہبل کعبہ شریف کے اندر تھا اور اس کے پاس فال نکالنے کے سات تیر رکھے تھے۔اور یہ بھی کہا ہے کہ ہبل کو خزیمہ بن مدرکہ نے بیت اللہ میں نصب کیا تھا۔یہ انسانی شکل کا بت تھا جو سرخ یاقوت کا بنا ہوا تھا۔اس کا ایک ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا جس کی جگہ اہل قریش نے سونے کا ہاتھ لگا دیا تھا۔

اساف اور نائلہ

قدیم زمانوں میں جب جاہلیت اپنے عروج پہ تھی تو قبیلہ بنو جرہم کے ایک آدمی اساف نے اسی قبیلے کی ایک عورت نائلہ سے بیت اللہ میں بدکاری کی جس کی بدولت وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا نشانہ بنے اور انھیں پتھر بنا دیا گیا۔علامہ عبداللہ سہیلی نے الروض الانف میں لکھا ہے کہ اساف کے باپ کا نام بغی اور نائلہ کے باپ کا نام دیک تھا۔اِن دونوں نے خانہ کعبہ میں بدفعلی کی جس کی وجہ سے انھیں پتھر بنا دیا گیا۔ابن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے سنا اور انھوں نے عمرہ بنت عبدالرحمان سے اور انھوں نے حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ہم سنا کرتے تھے کہ اساف اور نائلہ کا تعلق قبیلہ جرہم سے تھا اور انھوں نے کعبۃ اللہ میں بدکاری کی جس کی وجہ سے انھیں پتھر بنا دیا گیا۔ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضمن میں حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کا یہ شعر نقل کیا ہے۔

وَحَيْثُ يُنِيخُ الْاَشْعَرُوْنَ رِكَابَهُمْ
بِمُفْضَى السُّيُوْلِ مِنْ اِسَافٍ وَنَائِلِ

اور اس جگہ جہاں اشعری اپنے اونٹوں کو بٹھاتے ہیں جو اساف اور نائلہ کے ساتھ سیلابوں کے بہنے کی جگہ ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

تاہم ایک اور عالم علامہ زرین نے اپنی کتاب "**فضائل مکہ**" میں جو تحقیق پیش کی ہے اس کے مطابق اساف اور نائلہ نے بیت اللہ میں بدفعلی نہیں کی تھی بلکہ محض اس بات کا ارادہ کیا تھا اور جب اساف نے نائلہ کا بوسہ لیا تو وہ دونوں پتھر بن گئے۔ پھر انھیں صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پہ منتقل کر دیا گیا تا کہ لوگ انھیں دیکھیں اور عبرت حاصل کریں۔ تاہم جب عمرو بن لحئ الخزاعی کا زمانہ آیا تو اس نے انھیں پھر سے بیت اللہ میں منتقل کر دیا۔ پھر ایک مدت گزر گئی اساف کا بت کعبہ کے پاس اور نائلہ کا بت زم زم کے پاس رکھا رہا۔ پھر قریش نے انھیں اکٹھا کر دیا کچھ وقت اور گزرا تو لوگ بیت اللہ کا طواف کرتے تو اِن کے گرد بھی چکر لگاتے۔ اس طرح جب بیت اللہ میں اور بہت سے دوسرے بت اکٹھے ہو گئے اور لوگ اِن کی پوجا کرنے لگے تب اساف اور نائلہ کی بھی پوجا ہونے لگی اور یہ جاہلیت کی انتہا تھی۔ امام واقدی نے ذکر کیا ہے کہ فتح مکہ کے روز جب نبی اکرم ﷺ نے نائلہ کے بت کو پارہ پارہ کیا تو اس میں سے ایک سیاہ رنگ کی کبڑی بڑھیا نکلی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ!

مَنْ اَحْدَثَ فِيهَا اَوْ اٰوىٰ مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۔

"یعنی جس نے مکہ مکرمہ میں فسق وفجور کیا یا کسی فاسق کو پناہ دی تو اس پہ اللہ تعالیٰ ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے"۔

****

علامہ محمود شکری آلوسی نے بلوغ الارب میں لکھا ہے کہ فتح مکہ کے بعد نبی اکرم ﷺ غالب آ گئے تو آپ ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے جہاں ابھی تک کعبہ کے گرد عربوں کی جاہلیت کے نشان وہ بت قائم تھے جن کی لوگ پوجا کرتے رہے تھے۔ تب نبی اکرم ﷺ نے اپنی کمان کے خمیدہ حصے کو اِن بتوں کی آنکھوں اور چہروں کو چھوتے اور فرماتے جاتے۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا O

القرآن الحکیم (سورۃ آل عمران)

" حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی والا ہے"۔

****

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کے حکم پر اِن بتوں کو اوندھے منہ کر دیا گیا پھر انھیں مسجد حرام سے نکال کر جلا دیا تب ایک عرب راشد بن عبداللہ السلمی نے یہ اشعار کہے!

قَالَتْ هَلُمَّ اِلَى الحَدِيْثِ فَقَلت لَا
يَا بَى الالٰه ُ عَليْكَ والأ سْلَام ُ

محبوبہ نے کہا: آؤ باتیں کریں: میں نے کہا: ایسا نہ ہوگا کہ اللہ اور اسلام اِن امور سے منع کرتا ہے۔

اَوَ مَا رَاَ يْتِ محمداً وَقَبِيْلَهٗ
بِالفَتْحِ حِيْنَ تُكَسَّرُ الاَ صْنَام ُ

کیا فتح مکہ کے موقع پر جب بتوں توڑا جاتا جا رہا تھا تو تُو نے محمد ﷺ اور اُن کی جماعت کو نہیں دیکھا۔

لَرَاَ يْتِ نُوْرَ اللّٰهِ اَضْحٰى سَاطِعًا
والشِرك يُغْشٰى وَجْهَه ُ الاظْلَام ُ

اگر تو دیکھتی تو تجھے نظر آتا کہ اللہ کا نور بلند ہو رہا ہے اور شرک کے چہرے پہ تاریکی چھائے جا رہی ہے۔



عزیٰ بھی عربوں کا ایک بت تھا۔ جو مقام نخلہ پہ نصب تھا۔ یہ بت قریش اور نبی کنانہ کا بت تھا اس کے متولی اور دربان بنی شیبان سے تھے۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ کوئی بت نہ تھا بلکہ درختوں کا ایک جھنڈ تھا کہ جب لوگ مکہ سے عراق کی جانب سفر کرتے تو درختوں کا یہ جھنڈ اِن کے دائیں جانب ہو تا جس کی وہ لوگ پوجا کرتے تھے۔ بنوشیبان اور بنو ہاشم میں سے خاص طور پہ بنوابی طالب درختوں کے اس جھنڈ کی پوجا کیا کرتے اس لیے کہ یہ قبائل باہم حلیف بھی تھے۔ بنوشیبان کا تعلق سلیم بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان سے تھا جس کی سند ان اشعار میں پیش کی گئی ہے [
*52]

لَقَدْ اُنْکِحَتْ اَسْمَاءُ رَاْسَ بَقَیْرَۃٍ
مِنَ الْاُدْمِ اَھْدَھَا اِمْرَؤُ مِنْ بَنِی غَنْمٍ

اسماء کے جہیز میں ایک کمزور گائے کا سر دیا گیا جو سرخ رنگ کی تھی اور بنوغنم کے ایک شخص نے اسے قربان کیا تھا۔

رَاَی قَدَ عًا فِی عَیْنِهَا اِذْ یَسُوْقُهَا
اِلٰی غَبْغَبِ العُزّٰی فَوَسَّعَ فِی القَسْمِ

وہ گائے کو عزیٰ کے بت کی طرف ہانک کے لے جارہا تھا جب اس نے اِس کی آنکھوں میں عیب دیکھا تو اسے قربان کر کے گوشت میں اضافہ کرلیا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اہل عرب میں رواج تھا کہ جب وہ کسی جانور کو ذبح کرتے تو اس کا گوشت حاضرین میں تقسیم کر دیتے اور وہ لوگ جو کعبہ کے معاملات کی دیکھ بھال کرتے تھے اُن کو " السَّدَنَۃُ " کہا جاتا تھا اور گوشت کے عمدہ ٹکڑے انھیں کے حصے میں آتے تھے۔

چنانچہ روبہ بن عجاج نے اپنے اس شعر میں اُن کا ذکر کیا ہے۔،

فَلَا وَرَبِّ الآمِنَا تِ القُطَّن
یَعْمُرْنَ اَمَنًا بِالحَرَامِ المَاْمِنْ
بِمَحْبُسِ الهُدْیِ وَبَیْتِ المَسْدَنِ

اُن کبوتروں کی قسم جو اس جگہ مقیم ہیں جہاں قربانی کے جانوروں کو روکا جاتا ہے جہاں کعبہ کے متولیوں کے گھر ہیں اور وہ امن و آشتی کے ساتھ حرم شریف میں آباد ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اہل عرب کی بتوں کے پوجا کے ضمن میں اُن کی جاہلانہ عادات اور رسم و رواج پہ تنقید کرتے ہوئے اللہ پاک قرآنِ حکیم میں فرماتے ہیں کہ!

اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی ۝ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ

اَلْاُنْثٰی O تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰی O

(القرآن الحکیم (سورۃ النجم 53 /19-22)

ترجمہ؛

"اے کفار: کبھی تم نے غور کیا ہے لات وعزیٰ کے بارے میں اور مناۃ کے بارے میں جو تیسری ہے کیا تمھارے لیے تو صرف بیٹے ہیں اور اللہ کے لیے نری بیٹیاں مگر یہ تقسیم تو بڑی ظالمانہ ہے"۔

****

فتح مکہ کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ عزی کو تباہ کر دیں۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا:

کہ جب تم وادیٔ نخلہ میں پہنچو تو وہاں تمہیں بیری کے تین درخت نظر آئیں گے اِن میں سے پہلے درخت کو کاٹ ڈالو۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گئے اور بیری کے اِس درخت کو کاٹ دیا۔

اور واپس آ کر نبی اکرم ﷺ کو رپورٹ پیش کی۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے پوچھا؟

کیا تم نے وہاں کچھ دیکھا۔

تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

میں نے اُس درخت کو کاٹ دیا اور میں نے وہاں کچھ نہیں دیکھا۔

تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ؛

واپس جاؤ اور دوسرے درخت کو بھی کاٹ دو۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گئے اور اس درخت کو بھی کاٹ دیا۔

جب وہ واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا؟

کیا تم نے وہاں کچھ دیکھا؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

نہیں کچھ بھی نہیں۔

تب آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا۔

جاؤ اور تیسرے درخت کو بھی کاٹ ڈالو۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ روانہ ہو گئے۔

چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نخلہ پہنچے اور آپ نے بیری کے تیسرے درخت کو بھی کاٹ دیا۔

جب انھوں نے اس تیسرے درخت کو کاٹا تو آپ نے دیکھا کہ اس میں سے ایک عورت نکلی ہے جو انتہائی بدشکل اور بوڑھی ہے جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور دانت آگے کو نکلے ہوئے ہیں۔

تب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں نے دیکھا کہ!

اس بدصورت عورت کے پیچھے ایک شخص بھی کھڑا تھا۔

اور عرب اس شخص کو جانتے تھے۔

اس کا نام دبیہ سلمٰی تھا اور وہ عزیٰ کا محافظ تھا۔

اس نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو اپنی دیوی عزی کو پکار کے کہا:

اے عزی:

اِن پہ حملہ کرو ورنہ کل کو تیری کوئی پوجا نہ کرے گا۔

اور اس نے یہ اشعار بھی کہے!

فَیَا عِزُّ شَدِّیْ شِدَّةً لَا تَکْذِبِیْ
عَلٰی خَالِدٍ اَلْقِیْ الْخِمَارُ وَشَمِّرِیْ

اے عزیٰ: خالد پر اپنی قوت سے بھرپور حملہ کر اپنی اوڑھنی کو پھینک دے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَإِنَّكِ إِنْ لَا تَقْتُلِي الْيَوْمَ خَالِدًا
تَبُوئِي بِذُلٍّ عَاجِلاً وَتُنَصَّرِي
اگر آج تو خالد کو قتل نہیں کرے گی تو بہت جلد تجھے ذلیل ورسوا کر دیا جائے گا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

سلمی دبیہ کے جواب میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے کہا:

يَا عَزُّ كُفْرَانَكِ لَا سُبْحَانَكِ
إِنِّي رَأَيْتُ اللّٰهَ قَدْ أَهَانَكِ
اے عزی: میں تیری تسبیح بیان نہیں کرتا بلکہ میں اعلانیہ تیری خدائی کا انکار کرتا ہوں اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ خدا نے تجھے ذلیل ورسوا کر دیا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اس کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی تلوار سے اس بد بخت بڑھیا پہ وار کیا اور اس کے سر کے دو ٹکڑے کر دیئے جس کے بعد وہ جلے ہوئے کوئلے کی طرح ہو گئی اور زمین پہ گر گئی۔تب حضرت خالد بن ولیدؓ نخلہ سے واپس آئے اور آنحضرت ﷺ سے یہ سارا واقعہ بیان کیا۔



عربوں کا ایک بت مناۃ تھا جس کی وہ پوجا کرتے تھے۔یہ اوس وخزرج کا بت تھا۔اہل مدینہ اس کی پرستش کرتے تھے اور مناۃ کا یہ بت ساحل سمندر پہ مثلل کی سمت قدید میں نصب تھا مثلل مکہ اور مدینے کے درمیان ایک مقام ہے جہاں مثلل نامی پہاڑ ہے اور یہاں پانی کے بہت سے چشمے ہیں۔ یثرب کا ہر فرد اس کو معبود خیال کرتا تھا۔ابن ہشام کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے مناۃ کو گرانے کے لیے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور بعض علماء[53*] نے یہ بھی لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مناۃ کو گرانے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔علامہ محمود شکری آلوسی[54 *]نے لکھا ہے کہ مناۃ عربوں کا قدیم ترین بت تھا اور عرب اپنے بچوں کا نام اس بت کے نام پہ رکھا کرتے جیسے کہ عبد مناۃ اور زید مناۃ وغیرہ۔بیان کیا گیا کہ مناۃ عام طور پہ سارے عرب میں مقبول تھا اور سب ہی اس کی تعظیم کرتے تھے اور اس کے گرد جانور ذبح کیا کرتے تھے مگر اوس وخزرج کے لوگ سب سے بڑھ کے اس کی تعظیم کرتے تھے۔تاہم معد کی اولاد ابھی تک بچے کھچے دین ابراہیم پہ قائم تھی اور ربیعہ اور مضر کے بھی بہت سے خاندان ابھی دین اسماعیل پہ قائم تھے اور یہ وہی مناۃ بت ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں اس طرح کیا ہے۔

وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی ۔۔۔

القران الحکیم (سورۃ النجم 53/ 20)

ایک اور ھے مناۃ ، جو تیسرا بت ھے۔

****

بنواوس اور بنوخزرج کے علاوہ ہذیل اور بنوخزاعہ کے دلوں میں بھی مناۃ کی کافی تعظیم موجود تھی اور وہ اس کی پوجا کرتے تھے تا آنکہ نبی اکرم ﷺ نے آٹھ ہجری میں مکہ فتح کیا۔ تب آپ ﷺ مدینہ کی طرف نکلے جب آپ ﷺ چار یا پانچ راتیں دور جا چکے تھے تب آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مناۃ کو مسمار کردیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کا ایک دستہ ساتھ لیا اور جا کے مناۃ کے بت کو تباہ و برباد کردیا اور اس بت کے مقام پہ موجود تمام مال و دولت سمیٹ کر آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہاں سے جو مال و متاع سمیٹا تھا اِن میں دو تلواریں بھی تھیں جو بہت قیمتی تھیں کہا گیا کہ یہ تلواریں عربوں کے ایک غسانی بادشاہ الحارث بن ابی شمر نے مناۃ کی نذر کیں تھیں۔ مورخین [55*] نے عربوں کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اِن تلواروں کے نام لکھے ہیں اِن میں سے ایک کا نام '' مخذم '' تھا اور دوسری کو '' رسوب'' کہا جاتا تھا۔ چنانچہ آنحضرت محمد ﷺ نے یہ دونوں تلواریں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا کردیں بعد میں انھیں تلواروں میں سے ایک نے '' ذوالفقار '' کے نام سے شہرت حاصل کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس تلوار سے اسلام دشمنوں کے خلاف جنگیں کیں۔ ابن ہشام نے کہا کہ کمیت بن زید جو بنی اسد بن خزیمہ بن مدرکہ میں سے ایک شخص تھا اس نے مناۃ کے بارے میں یہ شعر کہا!

وَقَدْ اٰلَتْ قَبَائِلُ لَا تُوَلّٰی
مَنَاۃَ ظُهُوْرُهَا مُتَحَرِّفِيْنَا

حالانکہ چند قبیلوں نے قسمیں کھا کھا کر اقرار کیا تھا کہ وہ مڑ کر بھی اپنی پیٹھیں مناۃ کی طرف نہ کریں گے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡



اہل طائف نے لات کا بت بنا لیا جو روایتی طور پہ پوجے جانے والے بتوں سے قدرے مختلف تھا۔اس لیے کہ وہ پتھر یا لکڑی سے تراشی ہوئی کوئی مورتی یا بت نہ تھا بلکہ ایک بڑی اور مربع شکل کی چٹان تھی جسے انھوں نے اپنے معبود کے طور پہ مان لیا تھا اور اس کی پوجا کرنے لگے تھے۔ طائف میں قبیلہ ثقیف کے لوگ مکین تھے۔ لات کے مجاور بنی ثقیف ہی سے بنی معتب تھے۔اُن کے اس پتھریلے معبود یعنی اس بڑی چٹان کے سائے میں ایک یہودی ہر وقت ستو بھگوتا رہتا تھا۔ بنو ثقیف کے لوگوں نے اس چٹان پہ ایک عمارت قائم کر دی تھی۔ چنانچہ قریش اور باقی اہل عرب بھی اس بت کی پوجا کیا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ عرب بھر کے لوگ اپنے بچوں کے نام اس بت کے نام پہ رکھا کرتے تھے۔ جیسے کہ زید اللات اور تیم اللات وغیرہ۔

چنانچہ قرآنِ حکیم میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

وَاللّٰتِ والعُزّٰی وَمَنٰاۃَ الثّٰالِثَۃَ الاُخْرٰی ۔۔

القران الحکیم (سورۃ النجم 53 / 20)

ترجمہ؛

”لات اور عزّٰی کی قسم اور تیسرے ایک اور مناۃ کی کیونکہ یہ بلند کونجیں ہیں اور اِن کی سفارش

کی امید کی جاسکتی ہے۔

****

مزید ارشاد ہوتا ہے کہ:

اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی O وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی O اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْاُنْثٰی O تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰی O

القران الحکیم (سورۃ النجم 53 / 19-22)

ترجمہ؛

اے کفار: کبھی تم نے غور کیا ہے لات وعزیٰ کے بارے میں اور مناۃ کے بارے میں جو تیسری ہے کیا تمھارے لیے تو صرف بیٹے ہیں اور اللہ کے لیے نری بیٹیاں مگر یہ تقسیم تو بڑی ظالمانہ ہے۔

****

اور عربوں کا ایک شاعر کہتا ہے کہ [56*]

تَرَكْتُ اللَّاتَ وَالعُزّٰی جَمِیْعًا
كَذَالِكَ یَفْعُلُ الجَلَدُ الصَّبُوْر

میں نے لات وعزیٰ سب کو چھوڑ دیا ہے۔اس لیے کہ مضبوط وصابر انسان اسی طرح کیا کرتے ہیں۔

فَلَا العُزّٰی اُ دِیْنُ وَلا ابْنَتَیْھَا
وَلَا صَنَمَیْ بَنِیْ غَنَمٍ اَزُوْرُ

لہٰذا میں نہ تو عزیٰ کی تابعداری کرتا ہوں اور نہ اس کی دو بیٹیوں کی اور نہ میں بنی غنم کے بتوں کی پوجا کرتا ہوں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَلَا ھَبلاً اَزُوْرُ وَکَانَ رَبًّا
وَلَا فِیْ الدَّھْرِاِذْ حِلْمِیْ صَغِیْرُ

اور نہ ہی میں ہبل کی زیارت کو جاتا ہوں حالانکہ ایک عرصے تک میری عقل کے فتور نے اِن کو ہمارا رب بنائے رکھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فتح مکہ کے بعد اللہ کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کے حکم سے لات کے اس بت کو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے تباہ کیا بعض نے کہا کہ اسے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے تباہ کیا۔



عربوں کے قبیلے دوس، خثعم اور بجیلہ نے ذوالخلصہ کی پوجا کی اور یہ بھی ایک سفید پتھر تھا جس کے اوپر تاج کی سی شکل نقش کی ہوئی تھی۔ یہ مکے اور مدینے کے مابین مکہ سے سات میل کے فاصلے پہ نصب تھا۔ یہ ایک پتھر تھا جس کے ساتھ ایک عمارت بنادی گئی تھی۔ مورخین[57*] نے بیان کیا ہے کہ عربوں کے مشہور شاعر امرا القیس الکندی کے باپ کو قتل کر دیا گیا تو وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اپنے باپ کا بدلہ لینے کے نکلا تو اس نے ذوالخلصہ پہ پڑے ہوئے تیروں سے قرعہ ڈالا جو اس کی مرضی کے خلاف نکلا یعنی تیروں نے اس سے کہا کہ وہ اپنے باپ کے قتل کا بدلہ نہ لے اس پہ امراؤ القیس نے اس بت کو گالیاں دیں اور یہ شعر کہے۔

لَوْ کُنْتَ یَاذَا الخُلَص المَوْتُورا
مِثْلِی وَکَانَ شَیْخُکَ المَقْبُورا
لَمْ تَنْہَ عَنْ قَتَلِ العُدَاۃِ زُورا

اے ذوالخلصہ : اگر تیرا کوئی عزیز قتل کر دیا گیا ہوتا اور اس کا بدلہ نہ لیا گیا ہوتا تو جس طرح میری حالت ہے تو اس کو جانتا اور تیرا بوڑھا باپ دفن کر دیا گیا ہوتا تو تُو دشمنوں کو قتل کرنے سے ناحق نہ روکتا۔

پھر جب نبی اکرمﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کفار قریش اور دوسرے دشمنوں پہ غلبہ عطا فرمایا سارے عرب جوق در جوق اسلام کی طرف لپکے۔ تب ذوالخلصہ کو پوجنے والے قبائل نے بھی ذوالخلصہ پہ لعنت بھیجی اور اسلام قبول کر لیا۔ چنانچہ علامہ عبداللہ سہیلی نے [*58] لکھا ہے کہ نبی اکرمﷺ نے حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ سے کہا:

جریرؓ کیا تم مجھے ذوالخصلہ کی طرف سے راحت نہ پہنچاؤ گے۔

جریر بن عبداللہ بجلیؓ نے کہا۔

ضرور! کیوں نہیں یارسول اللہ مگر۔

اس کے بعد وہ خاموش ہو گئے۔

تو رسول اللہﷺ نے جریرؓ پوچھا؟

جریرؓ کیا بات ہے۔

تو جریر بن عبداللہ بجلیؓ نے رسول اللہﷺ کو بتایا کہ اُن کی کمر میں تکلیف ہے جس کی وجہ سے وہ گھوڑے پہ سوار نہیں ہو سکتے۔

تب رسول اللہﷺ نے دعا کے لیے اُٹھائے۔

اور جریر بن عبداللہ بجلیؓ کے لیے یہ کلمات ادا فرمائے۔

اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا

اے اللہ : اسے ثابت فرما اور اسے راہنما بنا اور ہدایت یافتہ بنا۔

****

تب حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ نے فرمایا کہ اُن کی کمر کا درد جاتا رہا اور وہ کسی شہ سوار کی طرح گھوڑے پہ سوار ہوئے۔ اُن کے ساتھ ایک سو پچاس سوار تھے جن کو لے کر وہ احمس سے ذوالخلصہ کی طرف روانہ ہوئے۔ انھوں نے عربوں کے اس قدیمی بت کو تباہ کر دیا جسے نہ جانے کب سے اہل عرب اپنی عقیدتوں کا مرکز بنائے ہوئے تھے۔ مکہ کے بعد طائف میں لات کے گرد اور ذوالخلصہ

کے گرد حج اور طواف کیا جاتا تھا۔اسی لیے کئی مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ عرب مکہ کو کعبہ شامیہ اور ذوالخلصہ کو کعبہ یمانیہ کہا کرتے تھے۔ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ دوس اور خثعم کی آہ زاری کرنے والی عورتیں ذوالخصہ کے ارد گرد ماتم نہ کرلیں۔جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کو ذوالخصہ گرانے کا حکم دیا تو اس کے دو ماہ بعد ہی آپ ﷺ نے وصال فرمایا۔



ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے سیرۃ ابن ہشام میں لکھا ہے کہ بنی ملکان بن کنانہ اور بنی مدرکہ کا ایک بت تھا جس کا نام سعد تھا۔ وہ پتھر کی ایک تکونی سی چٹان تھی جو ایک طرف سے کافی لمبی تھی۔ اہل عرب اپنی روایتی جہالت کی وجہ سے اس کی پوجا کرتے تھے۔ بعض نے لکھا کہ وہ بت کنانہ کے دو بیٹوں مالک اور ملکان کی ملکیت تھا جسے انھوں نے جدہ کے ساحل پہ نصب کر رکھا تھا۔

ایک دن بنی ملکان کا ایک تاجر اونٹوں کی لمبی قطار لیے سعد کے بت کے پاس اترا تاکہ وہ اس سے برکت حاصل کر سکے۔ تاہم جب اس کے اونٹوں نے سعد کو دیکھا جس پہ جانوروں کو ذبح کرنے کی وجہ سے خون کے جابجا دھبے تھے اور اس کی شکل خوفناک ہو رہی تھی تب اُس کے اونٹ ڈر کے بھاگے اور منتشر ہو گئے۔ یہ دیکھ کر وہ تاجر غضبناک ہو گیا اس نے زمین سے ایک پتھر اٹھایا اور اسے زور سے سعد کے بت کو دے مارا اور کہا:

"لابارك الله فيك الها انفرت ابلى"

اے جھوٹے خدا: اللہ تعالیٰ تجھ کو کبھی برکت عطا نہ فرمائے تو نے میرے اونٹوں کو منتشر کر دیا۔

اس نے بڑی مشکل سے اپنے اونٹوں کو جمع کیا اور یہ شعر کہتا ہوا وہاں سے روانہ ہو گیا۔

اَتَیْنَا اِلَی سَعْدٍ لِیَجْمَعَ شَمْلَنَا
فَشَتَّتَنَا سَعْدٌ فَلَا نَحْنُ مِنْ سَعْدٍ

ہم سعد کی طرف آئے تھے کہ وہ ہماری پراگندگی کو دور کرکے ہمیں جمع کردے گا مگر سعد نے تو ہمیں منتشر کردیا اس لیے آج سے سعد کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَهَلْ سَعْدُ اِلاَّ صَخْرَةٌ بِتُنُوفَةٍ
مِنَ الْاَرْضِ لَا یَدْعُو لِغَیٍّ وَلَا رُشْدٍ

سعد تو جنگل کی طرف صرف ایک چٹان ہے نہ وہ گمراہی کی طرف دعوت دے سکتا ہے نہ بھلائی کی طرف۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

منات

اگرچہ اسی نام کے ایک بت کا ذکر پہلے بھی گزر چکا ہے جو اوس اور خزرج کا بت تھا شاید یہ اسی کا عکس ہو جو بنی سلمی کے ایک شخص کے گھر پہ تھا۔

جس کا نام عمرو بن الجموع بیان کیا گیا ہے۔

اس کا واقعہ یوں ہے کہ جب اہل مدینہ کے کچھ نوجوانوں نے اسلام قبول کر لیا تب وہ لوگ بت پرستی پہ اڑے ہوئے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے لگے۔

اور انھیں میں ایک عمرو بن الجموع بھی تھا۔

جس کا اپنے بتوں پہ پختہ اعتقاد اسے اسلام سے روکے ہوئے تھا۔

وہ بنی سلمی کے سرداروں میں سے ایک سردار تھا۔

وہ ایک عمر رسیدہ شخص تھا اور شاید اسے بت پرستی کی عادت ہو گئی تھی۔

اس نے اپنے گھر ہی میں لکڑی کا ایک بت رکھا ہوا تھا جس کا نام منات تھا۔ عمرو اس کی پوجا کرتا تھا۔

چنانچہ جب بیعت عقبہ اولیٰ ہوئی اور مدینے کے کئی نوجوانوں نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھوں پہ اسلام قبول کیا۔

تو اِن میں معاذ بن جبل اور اُن کا بیٹا معاذ بن عمرو اور کئی دوسرے لوگ بھی شامل تھے۔

جب وہ مدینہ واپس پہنچے تو انھوں نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا شروع کی۔

اس معاملے میں خاص طور پہ اہل مدینہ کے نوجوان پیش پیش تھے۔

وہ عمرو بن جموع کے پاس بھی گئے اور اسے اسلام کی دعوت دی اور بت پرستی سے باز رہنے کی تلقین کی۔

تاہم عمرو بن جموع نے اِن کی دعوت کو سختی سے رد کر دیا۔

اور اپنے بت منات کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

میں تو مرتے دم تک اسی کی پوجا کروں گا۔

اِن نوجوانوں کو عمرو کی بات بری لگی اور انھوں نے ایک منصوبہ ترتیب دیا۔

چنانچہ رات کی تاریکی میں وہ عمرو بن جموع کے گھر میں داخل ہوئے اور اس کا بت چرالیا۔

پھر اسے آبادی سے باہر اس جگہ ڈال آئے جہاں لوگ گندگی پھینکتے تھے۔

اگلی صبح جب عمرو بن جموع بیدار ہوا اور اس نے اپنے بت کی پوجا کرنا چاہی تو اس نے جانا کہ اس کا بت تو غائب ہے۔

چنانچہ وہ بے تابی سے اپنے بت کی تلاش میں گھر سے نکلا۔

کافی دوڑ دھوپ کے بعد اس کو پالیا۔

اس کا بت کوڑے پہ پڑا تھا اور اس کو گندگی لگ چکی تھی۔

اس نے جلدی سے اپنے بت کو اٹھایا اور اسے گھر لے آیا۔

اس نے بت کو پانی سے دھویا خوشبو لگائی اور اس کی پوجا کی۔

اس کے بعد اسے قدرے اطمینان ہوا۔

تاہم مدینہ کے نوجوانوں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ وہ عمرو پہ بتوں کی بے چارگی اور بے بسی ثابت کر کے رہیں گے۔

چنانچہ وہ اس کی نگرانی کر رہے تھے اور اس کی ایک ایک حرکت پہ نظر رکھے ہوئے تھے۔

اگلی رات پھر وہ چپکے سے عمرو کے گھر میں داخل ہوئے اور اس کے بت منات کو پھر سے اغوا کر لیا۔

اسے پھر سے خوب گندا کیا اور کوڑے دان میں ڈال دیا۔

اگلے دن صبح عمرو پھر پریشان تھا کیونکہ اس کا بت ایک دفعہ پھر غائب تھا۔

وہ پھر اس کی تلاش میں نکلا اور اسے نہایت گندی حالت میں تلاش کر لیا۔

اس نے بت کو اٹھایا اور اسے کہا۔

اگر میں جان جاؤں کہ تیرے ساتھ یہ ناروا سلوک کس نے کیا ہے تو میں اسے ضرور رسوا کر کے رہوں گا۔

وہ بت کو اپنے گھر لایا اور اسے پاک صاف کر کے اس کی جگہ پہ رکھ دیا۔

اب اس میں کچھ تبدیلی بھی پیدا ہو گئی تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ اس کا معبود ہے تو اس کو بتاتا کیوں نہیں کہ اس کے ساتھ اتنا برا سلوک کن لوگوں نے کیا ہے اور اگر یہ اپنی حفاظت پہ بھی قادر نہیں تو میری حفاظت کیا خاک کرے گا۔

چنانچہ اس رات اس نے سونے سے قبل اپنے بت سے مکالمہ کیا۔

اس نے منات کو پکارا اور کہا۔

سن اے میرے معبود۔

وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَا اَعْلَمُ مَنْ یَصنَعُ بِکَ مَاتَرَا

فَاِنْ کَانَ فِیْکَ خَیْرٌ فَا مْتَنِعْ فَھٰذَا

السَّیْفُ مَعَکَ۔۔۔

بخدا میں نہیں جانتا کہ تیرے ساتھ ہر شب یہ زیادتی کون کرتا ہے تاہم اگر تجھ میں کوئی طاقت ہے تو اب اپنی حفاظت خود کرنا میں اپنی تلوار تمھارے پاس چھوڑے جا رہا ہوں۔

اس کے بعد وہ اطمینان سے سو گیا۔

اس لیے کہ اس نے اپنے خیال میں بت کی اطاعت کا حق ادا کر دیا تھا۔

مدینہ کے نوجوان بھی عمرو کی اِس تبدیلی سے آگاہ تھے اور جانتے تھے کہ اب اس گرتی ہوئی دیوار کو صرف ایک دھکے کی ضرورت ہے۔

چنانچہ اس رات بھی انھوں نے عمرو بن جموع کے بت منات کو اس کے گھر سے اٹھا لیا اور ساتھ ہی اس کی تلوار بھی لے اڑے۔

راستے میں انھیں ایک مرا ہوا کتا ملا۔

تو انھوں نے بت کو اس کتے کے ساتھ باندھ دیا اور ایک اندھے کنویں کی طرف لے گئے۔

وہاں پہنچ کر انھوں نے بت کو اس طرح لٹکایا کہ مرا ہوا کتا اس کے ساتھ جھول رہا تھا۔

عمرو بن جموع اگلی صبح بیدار ہوا تو اس نے دیکھا کہ اس کا بت غائب ہے۔

وہ اس کی تلاش میں نکلا اگر چہ اس کے انداز میں اب پہلے سی وارفتگی نہ تھی۔

اس نے اسے اندھے کنویں کے پاس مرے ہوئے کتے کے ساتھ بندھا پایا۔

اور آج اس نے اپنے بت کو مرے ہوئے کتے سے کھولنے کی کوشش نہ کی۔

بلکہ اس پہ ایک نگاہ حقارت ڈالی اور کہا۔

خدا کی قسم اگر تو میرا معبود ہوتا تو اتنی بری حالت میں کبھی نہ پایا جاتا۔

مدینہ کے نوجوان بھی اسے دیکھ رہے تھے۔

چنانچہ انھوں نے ایک بار پھر اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جسے قبول کرنے میں عمرو نے ایک پل بھی نہ لگایا اور اُن سے کہا۔

خدا نے میری عقل پہ پڑے ہوئے پردے کو چاک کر دیا ہے اس لیے مجھے اپنے دین میں شامل کر لو۔

مدینہ کے نوجوانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

اور اسے اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کرنے لگے

اس موقع پہ عمرو بن جموع نے یہ اشعار پڑھے۔

وَاللّٰہِ لَو کُنْتَ اِلٰھًا لَمْ تَکُنْ
اَنْتَ وَکَلْبٌ وَسْطَ بِئْرٍ فِی قَرَنْ

اللہ کی قسم اگر تو خدا ہوتا تو تُو اور ایک مرا ہوا کتا ایک ہی رسی میں نہ بندھے ہوتے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اُفٍّ لِمُلْقَاكَ اِلَہٌ مُسْتَدَنُ
اَلْآنَ فَتَّشْنَاكَ عَنْ سُوْءِ الْغَبَنْ

اے دیوتا: جو ہم سے اپنی حفاظت چاہتا ہے تجھ پر افسوس ہے، اور تجھ سے بری طرح دھوکا کھانے کے بعد ہم نے اب تیرے متعلق تحقیق کر لی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

الحَمْدُ لِلّٰہِ العَلَیِّ ذِی المِنَنْ
اَلْوَاھِبِ الرَّزَّاقِ دَیَّانِ الدِیَنْ

خدائے تعالیٰ اور احسان والے کی تعریف ہے جو عطیے دینے والا رزق دینے والا اور اہل ادیان کو جزا دینے والا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

ھُوَالَّذِیَ انْقَذَنِیْ مِنْ قَبْلِ اَنْ
اَکُوْنَ فِیْ ظُلْمَۃِ قَبْرٍ مُرْتَھَنْ

وہی خدا ہے جس نے مجھے قبر کی تاریکی میں چلے جانے سے پہلے ہی نجات عطا کر دی ہے [59*]۔

۞۞۞۞۞۞۞۞



امام کلبیؒ نے لکھا ہے کہ اگلے زمانوں میں قوم نوح جن بتوں کی پوجا کیا کرتی تھی انھیں کو بعد میں عربوں نے بھی اپنا لیا تھا اور یہ بت دراصل قوم نوح کے صالحین کے نام پہ وضع کیے گئے تھے۔ تاہم جب بہت سا وقت گزر گیا تو لوگوں نے اِن کی تعظیم وعقیدت کو پرستش سے بدل دیا اور یوں انھوں نے بت پرستی اور شرک کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا۔ امام بخاریؒ نے بھی حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ عربوں نے بہت سے اُن بتوں کی پوجا بھی کی ہے جو حضرت نوحؑ کے زمانے سے چلے آرہے تھے اور انھیں میں ایک سواع بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اِس کا تذکرہ یوں فرمایا ہے۔

لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ○ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا۔

القران الحکیم (سورۃ نوح 71 / 24)

ترجمہ:

’’اور اُن کے رئیسوں نے کہا: اے لوگو (نوح کے کہنے پر) ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو (اور خاص طور پہ) ودا ور سواع کو مت چھوڑنا اور نہ یغوث، یعوق اور نسر کو اور اس طرح انھوں نے

گمراہ کردیا بہت سے لوگوں کو"۔

****

امام ابن جریر طبریؒ نے لکھا ہے کہ سواع کا بت ابن شیث کے نام پہ نصب کیا گیا تھا۔ یغوث ابن سواع کے نام پہ نصب کیا گیا اور یعوق ونسر بھی اِن کے صالحین ہی تھے۔ علامہ ابن کثیر نے اپنی کتاب" **النہایہ و لبدایہ** "[*60] میں لکھا ہے کہ عربوں میں بنی ہذیل بن الیاس نے سواع کی پوجا کی اور انھوں نے سواع کا بت رباط میں نصب کر رکھا تھا۔



عربوں میں سے قبیلہ طے کے کچھ خاندان یغوث کے پرستار تھے اور طے سے مراد بنو طے بن ادد بن مالک ہیں۔ عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی نے[61*] اِن کا نسب یوں بیان کیا ہے۔ طیٔ بن ادد بن زید بن کہلان بن سبا۔ اور یغوث کی پوجا کرنے والوں میں بنی انعم اور کئی دوسرے خاندان بھی شامل تھے۔ اور قبیلہ مذحج سے اہل جرش نے بھی اس بت کی پوجا کی۔ یہ بت جرش ہی میں نصب تھا۔

یعوق

ہمدان کی اولاد میں سے خیوان نے سرزمین ہمدان میں یعوق کو اپنا معبود بنالیا تھا۔ابن ہشام [62 *]نے بنو ہمدان کا نسب یوں بیان کیا ہے۔اوسلہ بن مالک بن زید بن ربیعہ بن اوساتہ بن خیار بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا۔بعض اہل نسب نے ابن ہشام سے اختلاف کرتے ہوئے اسے اوسلۃ بن زید بن اوساتہ بن خیار بھی لکھا ہے۔چنانچہ یعوق یمن کے علاقہ ہمدان میں نصب تھا اور بنی خیوان کا معبود تھا۔پھر جب اسلام کی روشنی سے بت پرستوں کی آنکھیں خیرہ ہونے لگیں اور انھوں نے اسلام کے دامن عافیت میں پناہ لی تب اُن کے بہت سے شاعروں نے اپنے ہی سابقہ معبودوں کی ہجو کہی۔چنانچہ بنو ہمدان میں سے مالک بن نمط الہمدانی نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے ہی سابق معبود کی مذمت میں یہ اشعار کہے:

يرِيْشُ اللّٰه ُفِى الدُّنْيَا وَيَبْرِى
وَلَا يَبْرِى يَعُوْقُ وَلَا يَرِيْشُ

دنیا میں نفع اور نقصان پہنچانے والا اللہ ہے اور یعوق تو کسی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

لَکَ الحَمْدُ وَالْمَنُّ رَبَّ العِبَا
دِاَنْتَ المَلِيْکُ وَاَنْتَ الحَکَمْ

اے بندوں کے مالک رب تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے تمھارہی احسان ہے تو ہی مالک اور تو ہی فیصلہ دینے والا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اَطِیْعُواالرَّسُوْلَ عباد الأِلٰہ
تَنْجُوْن مِن شَرِّ یَوْم اَلَمْ

اے بندگانِ خدا: رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کروتم آنے والے دن کے ہر شر سے نجات پا جاؤ گے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

تَنْجُوْن مِن ظُلُمَاتِ العَذَابِ
وَمِنْ حَرّنَارٍ عَلَی مَن ظَلَمْ

تم عذاب کی ظلمات سے نجات پاؤ گے اور دوزخ کی گرمی سے بچ جاؤ گے جو مشرکوں پہ نازل ہونے والی ہے۔ [*63]

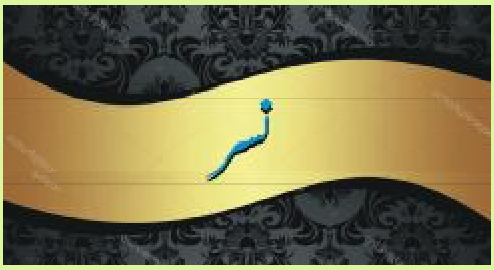
۞۞۞۞۞۞۞۞



پس اولاد اسماعیل نے اور اُن کے علاوہ دوسرے جن قبائل نے بھی دین اسماعیل کو چھوڑا اور بتوں کی پوجا کو اختیار کیا تو انھوں نے بتوں کے نام اولادِ اسماعیل ہی کے نام پہ رکھ لیے۔ جیسا کہ ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر نے سواع نامی بت لیا اور رباط میں نصب کیا۔ اسی طرح کلب بن وبرہ نے جو بنو قضاعہ کا ایک قبیلہ تھا انھوں نے بھی دومۃ الجندل نامی مقام پہ ود نامی بت رکھ لیا تھا۔ ود بنی کلب بن مرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ کا معبود تھا جسے انھوں نے دومۃ الجندل میں نصب کیا تھا۔ عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی نے کہا کہ [64*] دومۃ الجندل نامی شہر کا نام دومی بن اسماعیل کے نام پہ رکھا گیا تھا۔ اس شہر کا پرانا نام دومہ ہی تھا۔ دومہ بن اسماعیل کا گزر اس شہر سے ہوا تھا۔ چنانچہ کعب بن مالک انصاری نے ودمہ کے بارے میں یہ شعر کہا تھا:

وَنَنْسَى اللَّاتَ وَالْعُزٰى وَوَدًّا
وَنَسْلُبُہَا الْقَلَائِدَ وَالشُّنُوفَا

ہم لات عزی اور ود نامی بتوں کو بھول جائیں گے اور جو کچھ اُن سے چھین سکے چھین لیں گے۔



نسر کی پوجا قوم حمیر نے کی۔ان میں سے قبیلہ ذوالکلاح نے نسر کو اپنا معبود بنا رکھا تھا۔اس بت کا شمار بھی انھیں قدیم بتوں میں کیا جاتا ہے جن کو لوگ حضرت نوح علیہ السلام سے بھی پہلے پوجا کرتے تھے۔یا کئی ایک نے لکھا کہ طوفان نوح کے بعد اِن کی پوجا رائج ہوئی۔تاہم یہ حقیقت ہے کہ عربوں میں دور دور تک بت پرستی رائج ہو چکی تھی اسی لیے تو سارے عرب نے اس وقت تک اسلام قبول کرنے سے اعراض کیا جب تک کہ نبی اکرم ﷺ اہل قریش پہ غالب نہ آ گئے۔تب سارے عربوں نے اسلام قبول کر لیا اور جلد ہی عربوں سے بت پرستی رخصت ہو گئی اور وہ دین توحید کے جھنڈے کے سائے تلے آ گئے۔

عمیانس

خولان کی سرزمین پہ اہل خولان نے عمیانس کی پوجا کی۔ یہ بت بھی قدیمی بتوں میں شامل تھا۔ مور خین نے بیان کیا ہے [*65] کہ فصل کٹنے پر وہ قوم اپنے صدقات اور تبرکات اللہ تعالیٰ اور عمیانس بت میں برابر تقسیم کیا کرتی تھی۔ تاہم اُن کے عمل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے بتوں کی اہمیت زیادہ تھی۔ کیونکہ تقسیم کے وقت اگر بت کے حصے کا کچھ اناج اللہ تعالیٰ کے حصے میں چلا جاتا تو اسے اٹھا کر فوراً ہی بت کو واپس لوٹا دیتے۔ تاہم اگر اللہ تعالیٰ کے حصے کا کچھ اناج بت کی طرف چلا جاتا تو اس کی پرواہ نہ کرتے اور اسے یونہی رہنے دیتے۔ مفسرین نے بتایا کہ اُن کے اسی طرز عمل پہ تنقید کے لیے قرآن حکیم میں یہ آیات اتریں:

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ O

القران الحکیم (سورۃ الانعام 6 / 136)

ترجمہ؛

”جو کچھ خدا نے کھیتی اور مویشیوں میں سے پیدا کیا ہے اس میں سے ایک حصہ یہ اپنے زعم باطل کے مطابق خدا کے لیے ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کے لیے ہے اور ایک حصہ بتوں

کے لیے ٹھہرا کر کہتے ہیں کہ یہ اِن کے لیے جنھیں ہم نے خدا کا شریک ٹھہرایا ہے پس جو کچھ اِن کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کے لیے ہے وہ تو خدا کی طرف پہنچتا نہیں لیکن جو کچھ خدا کے لیے ہے وہ اِن کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو پہنچ جاتا ہے کیا ہی برا فیصلہ ہے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔



رضا نام کے اس بت کو بھی عربوں کا معبود مانا جاتا تھا۔ یہ زید مناۃ بن تمیم کا بت تھا۔ جب اسلام کا آفتابِ جہاں تاب طلوع ہوا تو لوگوں نے اس بت کو گرا دیا۔ بتایا گیا کہ رضا بنو ربیعہ بن کعب بن سعد بن زید بن مناۃ کا بت تھا۔ تب مستوغر بن ربیعہ نے یہ شعر کہا:

وَلَقَدْ شَدَدْتُ عَلٰی رُضَاءٍ شَدَّۃً
فَتَرَكْتُهَا قَفْرًا بِقَاعٍ اَسْحَمَا

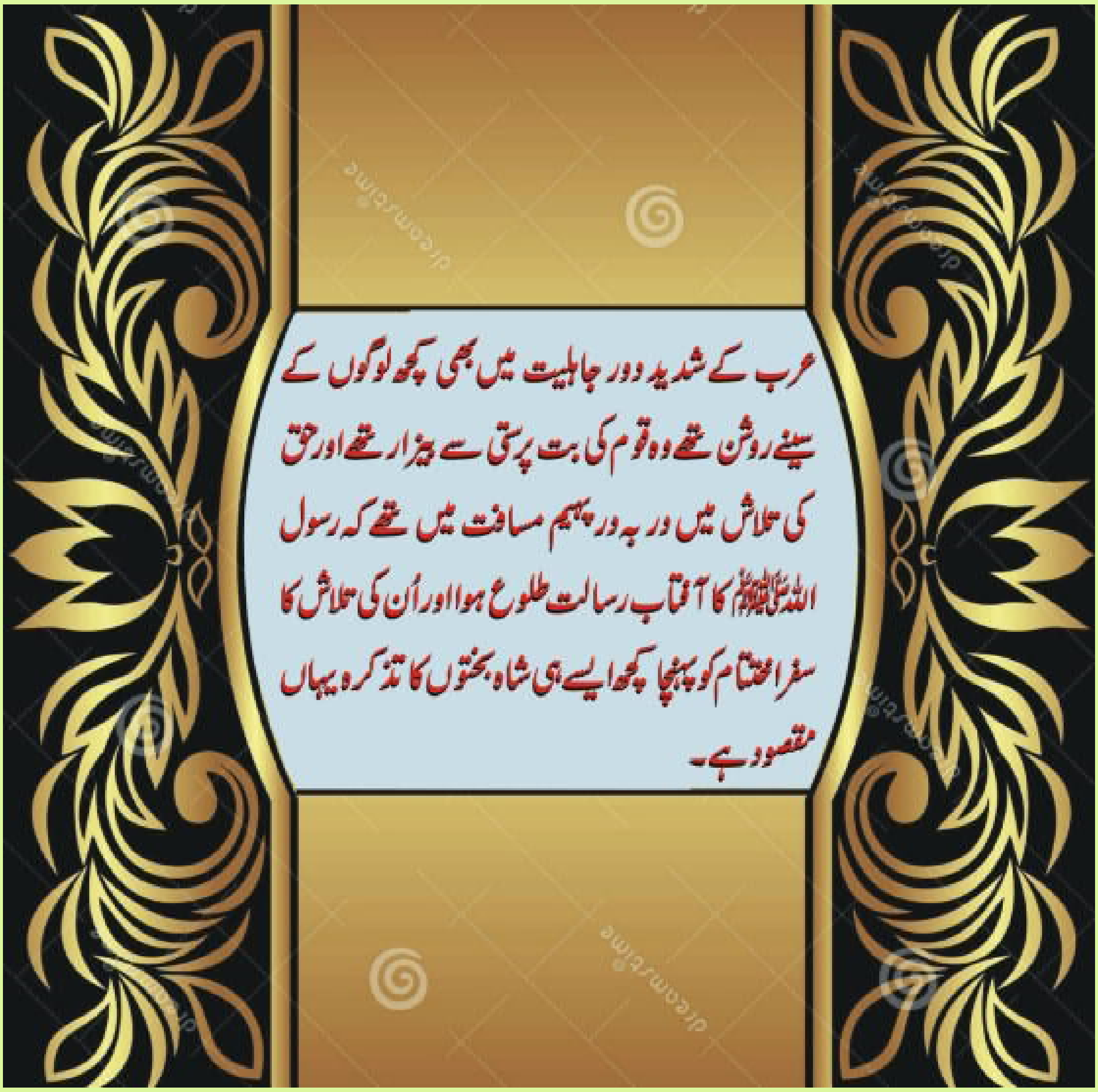
میں نے رضا پہ شدید حملہ کیا اور اسے ایک وسیع میدان میں عریاں کر دیا۔



بنی ازد کی شاخ بنی الحرث بن یشکر کا بھی ایک بت تھا جسے ذوالشری کہا جاتا تھا اور قضاعہ، لخم، جذام، عاملہ اور غغطان کا مشارف شام میں ایک بت تھا جسے اقصیر کہتے تھے۔ مزنیہ کا بھی ایک بت تھا جسے نہم کہا جاتا تھا۔ اسی کے نام پہ عربوں نے عبدنہم جیسے نام رکھے۔ اس کا محافظ خزاعی بن عبدنہم سے تھا جو قبیلہ مزنیہ سے تھا۔ جب اس نے نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے متعلق سنا تو اُس نے اِس بت پہ حملہ کر کے اسے توڑ دیا۔

اَبَیْتُ فَدِیْنِی الْیَوم دِینُ مُحمَّدٍ
اِلٰہ السَّماءِ المَاجِہ المُتَفَضَّلِ

میں انکار کرتا ہوں لہٰذا آج سے میرا دین محمد ﷺ کا دین ہے اے آسمان کے خدا، اے بزرگی والے اور مہربان خدا۔


عرب کے شدید دورِ جاہلیت میں بھی کچھ لوگوں کے
سینے روشن تھے وہ قوم کی بت پرستی سے بیزار تھے اور حق
کی تلاش میں در بہ در پیہم مسافت میں تھے کہ رسول
اللہ ﷺ کا آفتابِ رسالت طلوع ہوا اور اُن کی تلاش کا
سفر اختتام کو پہنچا کچھ ایسے ہی شاہ بختوں کا تذکرہ یہاں
مقصود ہے۔

عرب کے مواحدین

جب جہالت آدھی رات کی ظلمت کی طرح عرب بھر کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی تب اس معاشرے میں کچھ لوگ چمکتے ستاروں کی مانند تھے۔ جو تمام مشکلات کے باوجود بہاؤ کے خلاف بہنے کی کوشش کر رہے تھے۔ انھوں نے جہالت کے اس تمام دستور کو رد کر رکھا تھا جس کو عرب دین کے طور پہ اپنائے ہوئے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے اپنے نورِ باطن کے ذریعے معلوم کر لیا تھا کہ کوئی ایسی طاقت کہیں موجود ہے جو کائنات کے تمام نظام کو سنبھالے ہوئے ہے اور وہ یک و تنہا ہے۔ کیونکہ اس پیچیدہ نظام کو کئی خدا کسی بھی طرح نہیں چلا سکتے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ حکم کسی ایک ہی جگہ سے نافذ ہوتا ہو۔ یہ عربوں کے اہل دانش تھے جن کا تعلق مختلف قبائل اور مختلف علاقوں سے تھا۔ مگر ان میں جو بات مشترک تھی وہ یہ تھی کہ وہ خود کو بتوں کی پوجا سے روکے ہوئے تھے وہ خود کو دین ابراہیم کا پیرو بتاتے تھے۔ یہ اُن لوگوں کی باقیات تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عہد سے سختی کے ساتھ اُس دین کے پابند تھے جو اِن کے پیغمبروں نے اِن تک پہنچایا تھا۔ عہد جہالت میں بھی وہ اِن تمام امور پہ استقلال کے ساتھ کاربند تھے

جن کا علم اِن کو اپنے آباء سے حاصل ہوا تھا۔اُن میں بیت اللہ کا حج کرنا،کعبہ کا طواف کرنا، عرفات کے مقام پر ٹھہرنا،قربانی کے جانور ساتھ لے کر جانا،احرام باندھنا،کعبہ کی تعظیم کرنا، بتوں کی پوجا سے دور رہنااور اللہ کی واحدنیت پہ یقین رکھنا شامل تھا۔

پھر یہ لوگ دوگروہوں میں منقسم ہوگئے اُن میں سے کچھ لوگ تو حقیقی توحیداوراس فیضان پہ قائم رہے جو صرف اللہ کی عبادت سے حاصل ہوتا ہےاور جس کے ضمن میں تمام رسولوں نے ایک دوسرے کی تائید کی ہے۔اُن لوگوں میں سے کچھ لوگ وہ بھی تھے جنھوں نے اِن رسولوں کی پیروی کی جن کی شریعت ابھی تک باقی تھی۔مثلاً عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام وغیرہ۔مگر ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم تھی اور ہر زمانے میں ایسے لوگوں کی تعداد قلیل ہی رہی ہے۔جب عمرو بن لحیٔ الخزاعی کا دور آیا تب بھی عربوں میں سے اہل عقل و دانش کی ایک جماعت نے اُن امور میں عمرو بن لحیٔ الخزاعی کی مخالفت کی جو اس نے اختراع کر لیے تھے۔اس طرح ان لوگوں نے اپنے دامن کو شرک سے آلودہ ہونے دیا اور خود کو دین ابراہیم کا پیرو بتایا اور توحید پہ قائم رہے۔

اس کے برعکس انھوں نے لوگوں کی اس کج روی اور جہالت کی مخالفت کی جس میں عمرو کے نفس نے انھیں پھانس رکھا تھا۔مواحدین کی اس جماعت کے افراد فقط اِن چیزوں کی پرستش کرتے تھے جنھیں عقل پسند کرے اور مقررہ شریعتیں جن کی تائید کریں۔یہ لوگ مختلف قبیلوں سے تعلق رکھنے والے بعض ایسے افراد تھے جو طبقے اور حکم کے اعتبار سے بھی مختلف تھے۔اِن میں سے کچھ خوش قسمت تو وہ ہیں جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ پایا اور کئی ایسے بھی ہیں جو حق کی جستجو دل میں سجائے اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ہم یہاں اِن لوگوں میں سے کچھ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جن کا تذکرہ ہمیں معتبر کتابوں میں ملا ہےاور سارا نہیں تو چلو کچھ ہی سہی کہ اللہ ہی ہے جو انسان کو اپنی رضامندی کی طرف راغب کرنے والا ہے کہ اس کے حکم کے سوا تو درخت سے ایک پتہ تک نہیں گرتا۔آئندہ صفحات میں جن لوگوں کے کچھ حالات درج کیے گئے ہیں اُن کے دل روشن تھے،اُن کی روح پیاسی تھی اور وہ اپنی تشنگی کے ہاتھوں در بہ در رہے اللہ اُن لوگوں کی آرزو کو قبول فرمالے۔آمین



عرب کے مواحدین میں سے ایک زید بن عمرو بن نفیل بھی تھے جس نے نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے وفات پائی۔ زید بن عمرو عہدِ جاہلیت میں دین ابراہیم کی تلاش میں تھے۔ زید نہ تو بتوں پہ جانور ذبح کرتا اور نہ ہی مردار اور خون کھاتا تھا۔ علامہ محمود شکری آلوسی نے بلوغ الارب [66*] میں زید کا نسب یوں بیان کیا ہے۔ زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر القرشی۔ علماء کے درمیان اس امر میں اختلاف آیا ہے کہ زید بن عمرو کو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں شامل کیا جائے یا نہ کیا جائے کیونکہ زید بن عمرو کی بنی اکرم ﷺ کے ساتھ ملاقات اور اُن کا نبی اکرم ﷺ کو دیکھنا تو ثابت ہے مگر اس وقت تک نبی اکرم ﷺ پہ وحی نازل نہ ہوئی تھی۔ تاہم زید بن عمرو کا یہ دعویٰ کہ وہ دین توحید پہ ہیں کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

چنانچہ اس ضمن میں ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''**اصابہ**'' میں لکھا ہے کہ:

''بغوی اور ابن مندہ جیسے لوگوں نے زید بن عمرو کا ذکر صحابہ میں کیا ہے۔ مگر یہ سوچنے کا مقام ہے کیونکہ زید بعثت نبوی سے پانچ سال پہلے انتقال کر جاتے ہیں۔ مگر دو احتمالوں میں سے ایک احتمال کی بنا پر اُن کو صحابی کہا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر چہ وہ نبی اکرم ﷺ پہ ایمان نہیں لائے مگر جس طرح دین ابراہیم کی کسک اُن کے دل میں موجود تھی اور وہ حق کی تلاش میں رہا کرتے اور یہ کہ وہ بتوں کی پوجا اور اہل عرب کی دیگر جہالتوں سے دور تھے تو اغلب یہی ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ عربوں کو اسلام کی دعوت دیتے تو وہ فوراً ہی اسلام قبول کر لیتے۔ علماء

کے درمیان بحث یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ پہ ایمان رکھنے والے پر یہ شرط لازم ہے کہ وہ اِن کو بعثت کے بعد دیکھے اور ایمان لے آئے یا یہ کہ وہ پہلے ہی حالت ایمان پہ ہو اور اس کی نبی اکرم ﷺ سے ملاقات بھی ہوئی ہو یا اسی قدر کافی ہے کہ وہ آنحضرت محمد ﷺ کے عنقریب معبوث ہونے پہ ایمان رکھتا ہو وغیرہ وغیرہ۔

****

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

یقیناً میں نے زید بن عمرو بن کو کعبے کے ساتھ اپنی پیٹھ لگائے ہوئے دیکھا ہے اور وہ کہہ رہے تھے۔

اے قوم قریش:

قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔

میرے سوا کوئی نہیں جو دین ابراہیم پہ قائم ہو۔

امام فاکہی نے اپنی سند سے عامر بن ربعیہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے۔

کہ عامر بن ربعیہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں زید بن عمرو سے ملا اور وہ حرا کی طرف جا رہے تھے۔

میں نے اُن سے پوچھا؟

کہ اُن کا کیا ارادہ ہے۔

تو زید بن عمرو نے جواب دیا۔

اے عامر جان لے میں تو اپنی قوم سے الگ ہو چکا ہوں اور ملت ابراہیم پہ ہوں اور اسی خدا کی پرستش کرتا ہوں جن کا ذکر ہمارے باپ اسماعیل علیہ السلام سے منقول ہے۔

پھر زید نے کہا:

میں اسماعیل علیہ السلام پھر عبدالمطلب کی اولاد سے ایک نبی کا منتظر ہوں مگر میرا نہیں خیال کہ میں اُن کا زمانہ پاؤں گا اگر تم اُن کا زمانہ پاؤ تو اس بات پہ گواہ رہنا کہ میں نے اُن کی تصدیق کی ہے اور اُن پہ

ایمان لایا ہوں۔

واقدی نے بھی اسی سے ملتی جلتی حدیث بیان کی ہے جس میں کچھ اضافہ بھی ہے اور وہ یہ کہ:

عامر نے کہا:

کہ میں نے نبی اکرمﷺ کا زمانہ پالیا اور اسلام کے دامن عافیت میں بھی آ گیا تو میں نے نبی اکرم ﷺ سے زید بن عمرو بن نفیل کا ذکر کیا اور اس بات پہ گواہی پیش کی کہ وہ آپ ﷺ پہ آپ کی بعثت سے پہلے ہی ایمان لا چکا تھا۔

میں زید بن عمرو بن نفیل کا سلام بھی نبی اکرمﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔

جس کے جواب میں نبی اکرمﷺ نے زید بن عمرو کے سلام کا جواب دیا اور اور اُن کے لیے دعائے رحمت بھی فرمائی۔

پھر یہ بھی فرمایا کہ:

زید کے بیٹے کو بتا دینا کہ میں نے عمرو بن زید بن نفیل کو جنت میں اپنا دامن گھسیٹ کر چلتے دیکھا ہے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ زید بن عمرو بن نفیل کے بیٹے تھے جو نبی اکرمﷺ کے جلیل القدر صحابہ میں شامل کیے جاتے ہیں اس لیے کہ وہ سابقون الاولون میں شامل تھے۔ چنانچہ سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے بارے میں فرمایا کہ میرا باپ اس وقت فوت ہوا جب قریش مکہ بیت اللہ کو تعمیر کر رہے تھے۔

تعمیر کعبہ کا واقعہ کا بعثت سے پانچ سال پہلے پیش آیا تھا۔

اور یہ کہ زید بن عمرو بن نفیل کعبے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔

سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے متعلق واقدی نے بیان کیا ہے کہ!

وہ تو اسلام کی طرف سبقت لے جانے والوں میں سے تھے انھوں نے نبی اکرمﷺ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی وہ جنگ احد اور بعد کی جنگوں میں بھی شریک تھے تاہم مدینہ سے باہر ہونے کی وجہ سے وہ جنگ بدر میں شرکت نہ سکے تھے جس کا اِن کو بہت افسوس تھا۔

اس کے باوجود نبی اکرمﷺ نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو عشرہ مبشرہ میں شامل کیا۔

وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام لائے تھے انھی کے گھر سے حضرت عمرؓ کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی جب انھوں نے اپنی بہن سے تلاوت قرآن سنی۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن عمرو بن نفیل کے متعلق کہا:

کہ زید وہی شخص ہیں جن کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ روزِ محشر اُن کو تنہا ایک امت کے طور پہ اٹھایا جائے گا۔

علامہ ذہبی مزید کہتے ہیں کہ!

''زید دین ابراہیم کا پیرو تھا اس نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا مگر آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی وفات پا گیا تھا۔دین کی تلاش میں وہ شام اور بلقاء بھی گیا تھا۔اس کے ساتھ قریش کے کچھ دوسرے لوگ بھی بتوں کی مذمت کرتے تھے جن میں ورقہ بن نوفل،عثمان بن الحرث اور عباد بن جحش شامل تھے۔وہ اہل قریش کو اُن کی بری عادات ورسومات پہ ٹوکا کرتے تھے۔خاص طور پہ وہ لوگوں کو بتوں کی پوجا سے دور رہنے کی تلقین کیا کرتے تھے اور اُن کو بتاتے کہ یہ جو تم اپنے ہی ہاتھوں کی بنائی ہوئی مورتیوں کو پوجتے ہو تو یہ تمہیں نہ تو نفع پہنچانے پہ قادر ہیں اور نہ ہی نقصان۔یہ لوگ اہل قریش کے ذبیحہ کے کھانے سے بھی اعراض کرتے تھے۔ذہبی کے علاوہ دیگر کئی مورخین نے بھی اس بات کا اثبات کیا ہے کہ عمرو بن زید بن نفیل نبی اکرم ﷺ سے ملے تھے جب نبی اکرم ﷺ پہ وحی نہ آئی تھی تب زید نے نبی اکرم ﷺ سے کہا: کہ میں عیسایت کے قریب بھی گیا ہوں اور یہودیت کو بھی سونگھا ہے مگر جو بات میں چاہتا تھا وہ میں نے اِن مذاہب میں نہیں پائی۔تب شام میں ایک راہب نے مجھ سے پوچھا تم سے کہاں سے آئے ہو تو میں نے اسے جواب دیا کہ میں مکہ سے آیا ہوں تب اس راہب نے مجھے بتایا کہ جس مذہب کو تم تلاش کر رہے ہو اسے لے کر تو اللہ کا نبی تیرے ہی دیس میں کہیں اترنے والا ہے اس لیے جس قدر جلد ہو سکے تو واپس اپنے وطن چلا جا۔

****

زید بن عمرو بن نفیل کے متعلق متقدمین میں سے علامہ دوانی نے ایک کتاب "**العقائد العضدیہ**" کی شرح میں یہ لکھا کہ زید بن عمرو اللہ کے نبی تھے۔ مگر ہم نے اُن کی بات کو چنداں اہمیت نہیں دی اس لیے کہ اُن کے اس استدلال کے خلاف درجنوں دلائل پیش کیے جا سکتے ہیں مگر ہم خود کو اس بحث میں ملوث نہیں کرنا چاہتے۔ اس لیے اب ہم زید بن عمرو بن نفیل کے اُن اشعار کا ذکر چاہتے جو انھوں نے تب کہے جب انھوں نے اپنی قوم کا دین چھوڑا اور قوم نے اس بات کا برا منایا اور اُن سے برا سلوک کیا۔

اَرَبًّا وَاحِداً اَمْ اَلْفَ رَبٍّ
اَدِیْنُ اِذَا تَقَسَّتِ الْاُمُوْرُ

جب تمام امور کی تقسیم کی جا چکی ہے تو کیا میں اب ایک خدا کی اطاعت کروں یا ہزار کی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

عَزَلْتُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰی جَمِیْعاً
کَذٰلِکَ یَفْعَلُ الْجَلَدُ الصَّبُوْرُ

میں نے لات اور عزیٰ دونوں سے علیٰحدگی اختیار کر لی ہے اس لیے کہ طاقتور اور صابر انسان ایسا ہی کرتا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَلَا عُزّٰی اَدِیْنُ وَلَا ابْنَتَیْهَا
وَلَا صَنَمَیْ بَنِیْ عَمْرٍو اَزُوْرُ

لٰہذا نہ میں عزیٰ کی اطاعت کرتا ہوں اور نہ اس کی دو بیٹیوں کی اور نہ ہی میں بنی عمرو کے دو بتوں کی زیارت کے لیے جاتا ہوں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَلَا غَنَمًا اَدِیْنُ وَکَانَ رَبًّا
لَنَا فِی الدَّھْرِ اِذْ حِلْمِیْ یَسِیْرٌ

میں غنم کی اطاعت بھی نہیں کرتا اگرچہ یہ ایک زمانے تک ہمارا رب رہا مگر اس وقت میں کم عقل تھا۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

عَجِبْتُ وَفِی اللِّیَالِی مُعْجِبَاتٌ
وَفِی الْاَیَّامِ یَعْرِفُھَا الْبَصِیْرُ

مجھے تعجب ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ دنوں اور راتوں میں تعجب انگیز باتیں ہوتی ہے جنھیں صاحب بصیرت انسان جانتے ہیں۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

بِأَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَفْنٰی رِجَالاً
کَثِیْراً کَانَ شَانَھُمُ الْفُجُوْر

کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے ایسے لوگوں کو فنا کر دیا ہے جن کی عبادت ایک طرح کی بدکاری تھی۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

وَ اَبْقٰی اٰخَرِیْنَ بِبِرِّ قَوْمٍ
فَیَرْبَلُ مِنْھُمُ الطِّفْلُ الصَّغِیْرُ

اور کچھ لوگوں کی نیکی کی وجہ سے دیگر لوگوں کو باقی رکھا تاکہ اُن کے چھوٹے بچے جوان ہو جائیں۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

وَبَیْنَا المرءُ یَعثُر ثَابَ یَوْمًا
کَمَا یَتَرَوَّحُ الغُصْنُ المَطِیْرُ

جب کوئی شخص لغزش کھاتا ہے تو ایک نہ ایک دِن حقیقت کی طرف لوٹ ہی آتا ہے جس طرح اس ٹہنی کے پتے دوبارہ نکل آتے ہیں جس پہ بارش پڑی ہو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

ولٰکن اَعْبُدُ الرَّحمٰنَ رَبِّی
لِیَغْفِرَذَنْبِی الرَبُّ الغَفُوْرُ

لیکن میں اپنے رب رحمٰن کی پرستش کرتا ہوں تا کہ ربِ غفور میرے گناہ کو معاف کردے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَتَقْوَی اللّٰہِ رَبِّکُمُ احْفَظُوْھَا
مَتٰی مَا تُحفِظُوْھَا لَا تَبُوْرُ

لہٰذا تم اپنے رب کے تقویٰ کی حفاظت کرو کیونکہ جب تم اسے محفوظ کرلو گے تو یہ تباہ نہ ہوگا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

تَرَی الاَبْرَارَدَارَھُمُ جَنَانٌ
ولِلکُفّارِ حَامِیَۃٌ سَعِیْرٌ

تو دیکھتا ہے کہ نیکوکاروں کا گھر جنت میں ہے اور اہل کفار کے لیے جہنم کی آگ ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اِلَی اللّٰہِ اَھْدِی مِدْحَتِی وَثَنٰئِما

وقَولاً رَضِیّا لَا یَنَی الدَّھْرَ بَاقِیَا

میں اپنی مدح وثنا کا تحفہ اللہ کی طرف بھیجتا ہوں اور اس پسندیدہ قول کا تحفہ بھیجتا ہوں جو ہمیشہ کے لیے باقی رہے گا [*67]''

✡✡✡✡✡✡✡✡

اِلَی المَلِکِ الأ عَلی الَّذِی لَیْسَ فَوقَہٗ

اِلٰہٌ وَلَا رَبٌ یَکُونُ مُدَانیاً

اس بہت بلند بادشاہ کی طرف جس کے اوپر کوئی اور خدا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی رب ہے جو اس کے قریب ہی پہنچ سکے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

أَ لَا اَیُّھَا الأ نسَان اِیَّاکَ وَالرَّدٰی

فَاِنَّکَ لَا تَخفٰی مِنَ اللّٰہِ خَافِیَا

اے انسان: موت اور اس کے بعد کے معاملات سے ڈر کیونکہ اللہ سے تو کوئی بھی بات مخفی نہیں رہتی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

واِیَّاکَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰہِ غَیْرَہٗ

فَاِنَّ سَبِیْلَ الرُّشْدِ اَصْبَحَ بَادِیَا

خبردار: اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بنانا کیونکہ ہدایت کا راستہ واضح ہو چکا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

حَنَانَیْکَ اِنَّ الجِنَّ رَجَاءُ هُمْ
وَ اَنْتَ اِلٰهی رَبُّنَا وَرَجا ئِیاَ

خدا تو بار بار اپنی رحمت ہم پہ نازل فرما۔ اِن کی امید جنتوں کے ساتھ وابستہ ہے اے ہمارے رب تو ہی میرا خدا اور میری امید ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

رَضِیْتُ بِکَ اللّٰهُمَّ رَبّاً فَلَنْ اُرٰی
اَدَیْنُ اِلٰهاً غَیرَكَ اللّٰهُ ثَا نیاً

اے میرے اللہ میں تیرے رب ہونے پہ راضی ہوں اے خدا اب میں کبھی کسی دوسرے خدا کی اطاعت کرتا ہوا نہ پایا جاؤں گا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاَنْتَ الَّذِی مِنْ فَضْلِ مَنٍّ وَّرَحْمَةٍ
بَعَثْتَ اِلَی موسٰی رَسولاً مُنَا دِیًا

اے خدا: تو نے ہی اپنے احسان ورحمت سے موسیٰ کی طرف اپنا نِدا دینے والا فرشتہ بھیجا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَقُلْتَ لَهُ اَذْهَب وَ هَا رُوْنُ فَا دْعُوا
اِلَی اللّٰہِ فِرعَوْنَ الَّذِیْ کَا نَ طَاغِیاً

اور تو نے اس سے کہا: تو اور ہارون دونوں جا کر سرکش فرعون کو اللہ کی طرف آنے کی دعوت دو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَقُولَا لَهُ أَأَنْتَ سَوَّيْتَ هٰذِهِ

بِلَا وَتَدٍ حَتَّى اطْمَأَنَّتْ كَمَا هِيَا ؟

اوراُس سے کہو: کیا تو نے اسے (یعنی کائنات کو) میخوں سے بغیر بنایا ہے تا آنکہ اسے سکون ہو گیا ہو۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَقُولَا لَهُ أَأَنْتَ رَفَّعْتَ هٰذِهِ

بِلَا عَمَدٍ أَرْفِقْ إِذاً بِكَ بَانِياً ؟

اوراس سے کہو: کیا تو نے بغیر ستونوں کے اسے بلند کیا ہے اور اگر ایسا کیا ہے تو تُو کیا ہی مہربانی والا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَقُولَا لَهُ أَأَنْتَ سَوَّيْتَ وَسطَهَا

مُنِيْراً إِذَا مَا جَنَّهُ اللَّيْلُ هَادِيَا؟

اوراس سے کہو: کیا تُو نے اس کے وسط میں روشن چاند بنایا ہے جب رات آ جاتی ہے تو یہ راہنما ہوتا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَقُولَا لَهُ مَنْ يُرْسِلِ الشَّمْسَ غُدْوَةً

فَيُصْبِحُ مَا مَسَّتْ مِنَ الأَرضِ ضَاحِيَا؟

اوراس سے کہو: صبح کے وقت کون سورج کو بھیجتا ہے چنانچہ جس قدر زمین کے حصے کو سورج چھوتا ہے وہاں دھوپ ہو جاتی ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وقُولاَ لَہ' مَن یُنْبِتُ الحَبَّ فِی الثَّرٰی
فَیُصبِحُ مِنہ' البَقْلُ یَھتَزُّ رااَبِیاً؟

اوراس سے کہو: زمین میں سے دانا کون اگاتا ہے جس سے سبزی بڑھتی ہے اور لہلہاتی چلی جاتی ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَیَخْرُجَ مِنہ' حَبُّہ' فہ رُءُوسِہٖ
وَفِیْ ذَاکَ اٰیَاتٌ لِمَنْ کَانَ وَاعِیا

اور پھراس کے سروں میں سے دانہ نکلتا ہے اوراس معاملے میں اہل بینش کے لیے واضح نشانیاں موجود ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

واَنْتَ بِفَضْلٍ مِنْکَ نَضَّیْتَ یُونُسًا
وَقَدْ بَاتَ فِی اَضْعَافِ حُوْتٍ لَیَا لِیَا

اے خدا: تُو نے اپنی مہربانی سے یونس کونجات دی درآنحالیکہ وہ کئی راتوں تک مچھلی کے اندر پڑا رہا تھا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

واِنِّی وَ لَوْ سَبَّحْتُ بِاسمِکَ رَبَّنَا
لَاُکْثِرُ اِلَّا مَا غَفَرْتَ خَطَائِیاَ

اے ہمارے رب: میں اگرچہ تیرے نام کی تسبیح بیان کرتا ہوں اور بار بار یہ دُعا مانگتا ہوں کہ تُو میری خطائیں معاف کردے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَرَبَّ الْعِبَادِ اَلْقِ سَيْبًا وَرَحْمَةً
عَلَیَّ وَبَارِكْ فِیْ بَنِیَّ وَمَا لِيَا

اے بندوں کے رب: مجھ پہ اپنے عطیے اور رحمت نازل فرما اور میرے بیٹوں اور مال میں برکت دے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ :

مجھے زید بن عمرو بن نفیل کے گھرانے کے کسی شخص نے بتایا کہ جب زید مسجد حرام میں داخل ہوتا تو کعبے کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جاتا اور کہتا:

میں حقیقی طور پہ بار بار اطاعت گذاری کے لیے حاضر ہوں۔

بندگی اور عبودیت کے لیے حاضر ہوں۔

اور میں اسی خدا کی پناہ چاہتا ہوں جس کی پناہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لی تھی۔

پھر وہ کعبے کی طرف مڑتا اور اشعار پڑھتا۔

اِنِّی لَکَ اللّٰهُمَّ عَانٍ رَاغِمٌ
مَهْمَا تُجَشِّمْنِیْ فَاِنِّیْ جَاشِمٌ

اے خدا : میں تیرے سامنے عاجزی کرنے والا ہیچ مقدار فرد ہوں تو مجھے جو حکم بجالانے کو کہے گا میں اس کی تکلیف برداشت کروں گا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاَسْلَمْتُ وَجْهِی لِمَنْ اَسْلَمْتُ
لَہُ الأرض تَحْمِلُ صَخْراً ثِقَالاً

میں اُس خدا کا اطاعت گذار ہوں زمین جس کی فرمانبردار ہے جو بھاری پتھر اٹھاتی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

دَحَاهَا فَلَمّا رآهَا اسْتَوَتْ
عَلَى الْمَاءِ اَرْسَى عَلَيْهَا الجِبَالاَ

اللہ نے زمین کو پھیلایا اور جب یہ قرار پکڑ گئی تو اللہ نے اس پہ پہاڑوں کو مضبوط گاڑ دیا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاَسْلَمْتُ وَجْهِی لِمَنْ اَسْلَمْتُ
لَہُ اَلْمُزْنُ تَحْمِلُ عَذْبًا زُلَالَا

اور میں اس ذاتِ پاک کا مطیع ہوں جس کے مطیع بادل ہیں اور وہ میٹھا اور مقطر پانی اٹھائے ہو ئے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اِذَا هِیَ سِيْقَتْ اِلَى بَلْدَةٍ
أَطَاعَتْ فَصَبَّتْ عَلَيْهَا سِجَالاَ

اور جب اُن بادلوں کو ہانک کر کسی شہر کی طرف لے جایا جاتا ہے تو یہ اطاعت کرتے ہیں اور وہاں ڈولوں پانی بہا دیتے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

علامہ محمود شکری آلوسی[68*] نے بلوغ الارب میں لکھا ہے کہ اہل مکہ خاص طور پہ قریش زید اور اِن کے ساتھیوں کے خیالات اور افکار سے بے زار تھے اور اُن کو اس بات پہ ایذا پہنچایا کرتے کہ وہ اِن کے دیوتاؤں کو برا کیوں کہتے ہیں۔

چنانچہ خطاب نے زید کو مکہ سے نکال دیا تھا اس لیے کہ وہ اِن کے معبودوں کو برا بھلا کہا کرتے تھے۔

تب زید مکے سے اوپر کی جانب حرا کے بالمقابل ایک پہاڑ پہ جا اترا تھا۔

خطاب نے زید کی نگرانی پہ قریش کے چند نوجوانوں اور بے وقوفوں کو لگا رکھا تھا جو اس کی نگرانی کرتے اور جب وہ دیکھتے کہ زید پہاڑوں سے اتر کر بیت اللہ کی طرف جا رہا ہے تو وہ اس کی اطلاع خطاب کو کرتے۔

جو اِن کو اذیت پہنچاتے اور مکہ سے پھر نکال دیتے۔

زید اُن سے چھپ کر رات کی تاریکی میں اترا کرتے تھے۔

اہل مکہ اس بات سے خائف تھے کہ مبادا وہ لوگوں کو اپنی باتوں سے متاثر نہ کرلیں۔

اور لوگ اِن کی موافقت نہ اختیار کرلیں اس لیے کہ زید کی عقلی باتوں سے متاثر ہو کر پہلے ہی کئی لوگ بتوں کی پوجا سے گریزاں ہو چکے تھے۔

اس لیے اہل مکہ زید کو کسی صورت برداشت کرنے کو تیار نہ تھے اور زید کے بعد اُن کے بیٹے سعیدؓ بن زید کو بھی انھوں نے اسلام قبول کرنے کی پاداش میں بہت اذیت پہنچائی تھی۔

زید جب مکے میں اترتے تو اِن کے دین پہ بہت تنقید کرتے اور اِن لوگوں کے سامنے جنھوں نے اللہ کی حرام کی ہوئی بہت سی باتوں کو حلال قرار دے رکھا تھا وہ اِن کے سامنے اصل حقیقت کو بیان کرتے۔

وہ لوگوں کو دین ابراہیم کی طرف دعوت دیتے۔

اور اُن کے بتوں کی بے بسی اور بے اختیاری کو بیان کرتے۔

وہ لوگوں کو بتاتے کہ عمرو بن لحیٔ الخزاعی نے دین ابراہیم کو بگاڑ دیا ہے۔

اس لیے اُن کی نجات اسی میں ہے کہ وہ خود کو دین ابراہیم پہ قائم کرلیں۔

وہ لوگوں کو حضرت اسماعیلؑ کی یاد دلاتے۔

وہ اُن سے کہتے اپنے باپ سے بے وفائی مت کرو۔

اور اس دین کو اختیار کرو جو دین ابراہیم ہے اور جسے عربوں کے سامنے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پیش کیا تھا۔

وہ لوگوں کو بیت اللہ کی حقیقی تعظیم کی بلاتے اور خود بھی بیت اللہ کی تعظیم کرتے بعض اوقات وہ یہ اشعار پڑھتے۔

لَا ھُمَّ اِنِّیْ مُحْرِمٌ لَا حِلَّہٗ

وَ اِنَّ بَیْتِی اَوْسَطُ المَحَلّہٗ

خدایا : میں اہل حرم میں سے ہوں۔حرم سے باہر رہنے والوں میں سے نہیں ہوں۔میرا گھرانہ بھی اعلیٰ درجے کا گھرانہ ہے۔

عِنْدَ الصَّفَا لَیْسَ بِذِی مَضَلَّہٗ

میرا گھرانہ صفا کے پاس ہے اور سارے لوگ جانتے ہیں کہ یہ گمراہوں کا گھرانہ نہیں ہے۔

جب اہل مکہ نے زید پہ اللہ کی زمین تنگ کردی تو اس نے مکہ کو چھوڑ دیا۔

دراصل وہ دین حق کی تلاش میں نکلنا چاہتا تھا۔

چنانچہ وہ جزیرۃ سے موصل پہنچا اور وہاں سے اس نے شام کا رخ کیا۔

اس نے دین حق کی تلاش میں بہت سفر کیا۔

وہ سارا شام گھوما اور بلقاء پہنچا۔

وہ بلقاء میں میفعہ کے علاقے میں موجود ایک راہب کے پاس گیا۔
زید نے اس راہب سے دین حنیف کے متعلق دریافت کیا۔
تو اُس راہب نے اس کی راہنمائی مکہ کی طرف کی۔
کہ اپنے وطن واپس چلا جا۔
وہیں فاران کی پہاڑیوں میں وہ سورج ابھرنے والا ہے جس کا تُو انتظار کر رہا ہے۔
زید تیزی سے مکہ کی طرف روانہ ہوا۔
مگر اسے راستے ہی میں انھیں لخم کے مقام پر قتل کر دیا گیا۔
اُن کے ایک ساتھی اور ہم عقیدہ عرب ورقہ بن نوفل نے اُن کا مرثیہ لکھا۔
جس کے کچھ اشعار یہاں پیش کیے جا رہے ہیں[69*]۔

رَشَدتَّ وانَعَمْتَ ابن عَمْرٍو واِنَّمَا
تَجَنَّبْتَ تَنُّوراً مِنَ النَّارِ حَامِیَا

اے زید بن عمرو: تم نے خوب ہدایت پائی اور تُو نے خوب غور کیا اور بالآخر دوزخ کی آگ سے دوری اختیار کر لی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

بِدِیْنِکَ رَبًّا لَیسَ ربٌّ کَمِثْلِہ
وَتَرْکِکَ اَوْثَانَ الطَّوَاغِیْ کَمَا ھِیَا

کیونکہ تُو نے ایسے رب کی اطاعت کی ہے جس جیسا کوئی رب نہیں نیز اس لیے کہ تُو نے بت خانے کے بتوں کو اُن کی حالت پہ چھوڑے رکھا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاِذْ دُرِکَتْ الدِّیْنَ الَّذِی قَدْ طَلَبْتَہٗ
وَلَمْ تَکُ عَنْ تَوْحِیْدِ رَبِّکَ سَاھِیاً

اوراس لیے بھی کہ تُو نے جس دین کو تلاش کیا اسے پالیا اور تُو اپنے رب کی توحید سے غافل نہ تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَاَصْبَحْتَ فِیْ دَارٍ کَرِیْمٍ مَقَامُھَا
تُعَلَّلُ فِیْھَا بِالْکَرَامَۃِ لَاھِیَا

لہٰذا اب تو اس گھر میں چلا گیا ہے جہاں قیام کرنا عزت کا سبب ہے تجھے اس گھر میں بار بار اعزاز دیا جاتا ہے اور وہاں تو ہر غم سے آزاد رہے گا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

تُلَاقِیْ خَلِیْلَ اللّٰہِ فِیْھَا وَلَمْ تَکُنْ
مِنَ النَّاسِ جَبَّارًا اِلَی النَّارِ ھَادِیَا

تو اس گھر میں خلیل اللہ سے ملاقات کرتا ہے اور تو اِن زبردستوں میں سے نہ تھا جو لوگوں کی دوزخ کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَقَدْ تُدْرِكُ الْاِنْسَانَ رَحْمَۃُ رَبِّہٖ
وَلَوْ کَانَ تَحْتَ الْاَرْضِ سَبْعِیْنَ وَادِیَا

انسان کو خواہ وہ ستر وادیاں زمین کے نیچے ہی کیوں نہ ہو اللہ کی رحمت آن لیتی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

امام محمد عبداللہ بخاریؒ نے بھی اپنی صحیح میں زید بن عمرو بن نفیل کا ذکر کیا ہے۔

انھوں نے لکھا ہے کہ!

زید بن عمرو بن نفیل نے دین ابراہیم کی تلاش میں بہت سفر کیا۔

وہ شام بھی گیا اور موصل بھی اور بلقاء بھی گیا۔

جہاں اس کی ملاقات ایک یہودی عالم سے ہوئی۔

زید بن عمرو نے اس راہب سے دین حنیف کے متعلق دریافت کیا۔

مگر اس نے زید سے کہا:

کہ وہ یہودیت قبول کر لے۔

زید نے جواب دیا:

میں اس سے بالا ہوں کہ تمھارا دین قبول کروں۔

اگر تم کچھ دین ابراہیم کے متعلق جانتے ہو تو مجھے بتاؤ۔

یہودی عالم نے زید کو جواب دیا۔

اب تو اس وقت تک ہمارے دین میں شامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تُو اللہ کے غضب میں سے اپنا حصہ نہ پا لے۔

زید نے جواب دیا۔

میں اللہ کے غضب سے ہی ڈر کے تو تیرے پاس آیا ہوں۔

اور اس وقت تک اللہ کے غضب سے ڈرتا ہی رہوں گا جب تک کہ میں اللہ کو پہچان نہ لوں۔

زید نے اس یہودی راہب سے پھر پوچھا؟

دین حنیف کیا ہے۔

تو اس یہودی عالم نے جواب دیا۔

ابراہیم علیہ السلام کا دین، اور ابراہیم نہ یہودی تھے نہ عیسائی اور وہ ایک خدا کی پرستش کرتے تھے۔

اور اسی یہودی عالم نے زید سے پوچھا؟

کہ تُو کہاں سے آیا ہے۔

مکہ سے۔زید نے جواب دیا:

کیافاران کی وادیاں وہیں ہیں۔

یہودی عالم نے پوچھا؟

ہاں وہیں ہیں۔

تو پھر واپس چلا جا: یہودی عالم نے زید سے کہا:

اس لیے کہ وہیں تو آخری نبی نمودار ہونے والا ہے جو دین ابراہیم کی تجدید کرے گا۔

اور دنیا کو اللہ کی طرف سے آخری کتاب پیش کرے گا۔

چنانچہ زید واپس چلے آئے مگر انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا زمانہ نہ پایا۔



امیہ بن ابی صلت بھی اُن لوگوں میں شامل ہے جو عہد جاہلیت میں بتوں کی پوجا سے بیزار تھے اور اپنی قوم کے دین پہ نہ تھے۔ مورخین نے اس کا پورا نام عبداللہ بن ابی ربیعہ بن عوف الثقفی بیان کیا ہے۔ [70*] امیہ نے اپنے اشعار میں آخرت کا بہت ذکر کیا ہے۔ اس کے برعکس عربوں کے مشہور شاعر عنترہ نے اپنے اشعار میں صرف جنگی معرکوں کا ذکر کیا ہے۔ امیہ کے اشعار خود نبی اکرم ﷺ کو بہت پسند تھے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں رشید بن سوید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھا تو آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کیا تمہیں امیہ بن ابی صلت کا کوئی شعر یاد ہے۔ تو میں جواب دیا۔

بہت، یارسول اللہ ﷺ۔

تب آپ ﷺ نے فرمایا اچھا مجھے اس کے کچھ شعر سناؤ۔

تب میں نے آپ ﷺ کو امیہ کے کچھ شعر سنائے۔

آپ ﷺ نے کہا اور سناؤ۔

میں نے امیہ کے کچھ اور اشعار آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا اور سناؤ۔

اور میں نے امیہ کے مزید اشعار پڑھے۔

حتیٰ کہ میں نے آپ ﷺ کو امیہ کے سو شعر سنائے۔

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا وہ تو مسلمان ہوتے ہوتے رہ گیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ!

اس کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان ہوتے ہوتے رہ گیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ!

اس کے اشعار تو مومن ہیں مگر اس کا دل کافر ہی رہا۔

ابن قتیبہ نے امیہ بن ابی صلت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ [*71]

امیہ بن ابی الصلت لوگوں کو بتایا کرتا تھا کہ عنقریب ایک نبی آنے والا ہے اور وہ یہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ وہ خود نبی ہوگا۔ مگر جب نبوت محمد ﷺ کو عطا کر دی گئی تو اس نے حسد کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کا انکار کیا۔

اگرچہ امیہ بن ابی صلت سے اشعار سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صاحبِ دانش شخص تھا اور اسے دنیا کی بے ثباتی کا ادراک حاصل تھا۔

مگر اسے اسلام کی دولت نصیب نہ ہو سکی۔

اس کے اشعار بہت سے ہیں جن کا احاطہ بہت مشکل ہے ہم یہاں اس کے صرف وہی اشعار پیش کر رہے ہیں جو اس کے عقائد اور خیالات کو ظاہر کرتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مُمْسَا نَا وَ مُصْبَحْنَا

بِالخیرِ صَبَّحَنَا رَبِّی وَمَسَّانَا

صبح وشام کرتے ہوئے ہم اللہ ہی کی تعریف کرتے ہیں اور میرے رب نے ہمیں صبح وشام نیکی کے ساتھ رکھا ہے۔

رَبٌّ الحَنِیْفَۃِ لَمْ تَنْفَدْ خَزائنھَا
مَمْلُوَّۃٌ طَبَّقَ الآفاق اَشْطَانًا

وہ دین حنفی کا مالک ہے جس کے خزانے ختم نہیں ہونے والے یہ خزانے بھرے ہوئے ہیں اوراسکی رسیاں سارے جہان پہ مسلط ہیں۔

اَلَا نَبِیٌّ لنا مِنَّا فَیُخْبِرَنَا
مَا بَعْدَ غَایَتِنَا مِنْ رَأْسِ مَجْرَانًا

کیا کوئی ہمارا نبی نہیں ہے جو ہمیں بتائے کہ ہماری ابتدا سے لے کر انتہا تک کے بعد کی کیا خبریں ہیں۔

بَیْنَا یُرَبِّبُنَا آبَاؤُنَا ھَلَکُوْا
وَبَیْنَمَا نَقْتَفِیْ الأولاَ دَ اَبْلَانَا

ابھی ہمارے والدین ہماری پرورش ہی کرر ہے ہوتے ہیں کہ مرجاتے ہیں،اور ہم اپنی اولاد کی دیکھ بھال کرر ہے ہوتے ہیں کہ ہمیں مصیبت میں ڈال دیا جاتا ہے۔

وَقَدْ عَلِمْنَا لَوَاِنّ العِلْمَ یَنْفَعُنَا
اَنْ سَوْفَ تَلْحَق اُخْرَانا باُ وْلاَنَا

اور ہمیں معلوم ہے بشرطیکہ یہ علم ہمیں نفع پہنچا سکتا ہو کہ ہمارے آخر میں آنے والے پہلے لوگوں سے عنقریب جاملیں گے۔

وَقَدْ عَجِبْتُ وَمَا بِالْمَوْتِ مِنْ عَجَبٍ
مَا بَالُ اَحْيَا ئِنَا يَبْكُوْنَ مَوْتَانَا

مجھے تعجب ہوتا حالانکہ موت میں کوئی تعجب انگیز بات نہیں ہے، یہ کیا بات ہے کہ ہمارے زندہ لوگ مردوں پہ روتے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

يَا رَبِّ لَا تَجْعَلَنِّي كَافِراً أَبَداً
وَاجْعَل سَرِيْرَةَ قَلْبِي الدَّهْرَا اِيْمَانَا

اے میـــــرے رب : مجھے کبھی بھی کافر نہ بنانا اور میرے دل کے باطن کو ہمیشہ سراپا ایمان رکھنا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاخْلُطْ بِهِ بِنْيَتِي وَاخْلُطْ به بَشرِي
وَا لَّلحْمَ وَالدَّمَ ما عَمَّرتَ اِنْسَانَا

اے خـــــدا : جب تک کوئی انسان زندہ ہے اس ایمان کو میرے پیکر میری کھال میرے گوشت اور میرے خون کا جزو بنائے رکھنا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اِ نِّی اَعُوذُ بِمَنْ حَجَّ الْحَجِيْجُ
وَالرَّافِعُوْنَ لَدِيْنِ اللّٰہ اَرْكَا نًا

میں اس خدا کی پناہ لیتا ہوں جس کی طرف حاجی حج کے لیے آتے ہیں اللہ کے دین کے ارکان کو بلند کرنے والے اسی کی پناہ لیتے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

مُسَلِّمِيْنَ اَلَيْهِ عِنْدَ حَجِّهِم
لَمْ يَبْتَغُوا بِثَوَابِ اللّٰهِ اَثْمَا نَا

حج کرتے وقت وہ اپنے آپ کو اسی کے سپرد کر دیتے ہیں اور وہ اللہ کے ثواب کے عوض کوئی قیمت نہیں لینا چاہتے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

بآ قَامَ يَنْطِقُ كُلُّ شَئىٍ
وَخَانَ أَمَانَةَ الدِّيْكِ الغُرَابُ

اللہ کے معجزے سے ہر چیز بولنے لگ گئی اور کوے نے مرغ کی امانت میں خیانت کی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

لَيْتَنِىْ كُنْتُ قَبْلَ ما قَد بَدالِىْ
فِىْ رُؤُوسِ الجِبَالِ اَرْعَى الْوعُولا

کاش کہ میں اس موت کے ظاہر ہونے سے پہلے پہاڑوں میں بکریوں کا چرواہا ہوتا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

لَكَ الحَمْدُ وَالْمَنُّ رَبَّ العِبَا
دِاَنْتَ المَلِيْكُ واَنْتَ الحَكَمْ

اے بندوں کے رب تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے تمھارا ہی احسان ہے اور تو ہی مالک اور تو ہی فیصلہ دینے والا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَدِنْ دِيْنَ رَبِّكَ حَتَّى التُّقٰى
واجْتَنَبَنَّ الهَوٰى و الضَّجَمْ

اپنے رب کے دین کی تقویٰ کی حد تک اطاعت کر اور اپنی خواہشات اور مخالفت سے اجتناب کر۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

مُحَمَّدٌ أَرْسَلَهُ بِالْهُدَى
فَعَاشَ غَنِيّاً وَلَمْ يَهْتَضِمْ

اللہ نے محمد ﷺ کو ہدایت دے کر بھیجا آپ نے عجز و انکسار سے زندگی گذاردی اور کسی پہ ظلم نہیں کیا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

عَطَاءٌ مِنَ اللّٰهِ أُعْطِيْتَهُ
وَخَصَّ بِهِ اللّٰهُ أَهْلَ الحَرَمْ

یہ اللہ کا عطیہ ہے جو آپ ﷺ کو دیا گیا ہے اور اللہ نے اہل حرم کو اس کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَ قَدْ عَلِمُوا أَنَّهُ خَيْرُهُمْ
وَفِي بَيْتِهِمْ ذِي النَّدَى والكَرَامْ

اہل حرم کو معلوم ہے کہ آپ ﷺ اِن میں سے بہترین انسان ہیں اور اُن کے گھرانے میں سخاوت اور کرم والے لوگ ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

يَعِيبُوْنَ مَا قَالَ لَمَّا دَعَا
وَقَدْ فَرَّجَ اللّٰه اِحْدَى الْبُهَمْ

جب آپ ﷺ نے لوگوں کو دعوت دی تو انھوں نے عیب نکالنے شروع کر دیئے اور اللہ نے اِن کی بدولت ایک بہت بڑی مصیبت کو دور کر دیا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

بِہٖ وَهُوَ يَدْعُو بِصِدْقِ الحَدِيْثِ
اِلَى اللّٰهِ مِنْ قَبَلِ زَيْغِ انقَدَمْ

آپ لوگوں کو سچی باتوں کی طرف دعوت دیتے ہیں پیشتر اس کے کہ قدم کج رو ہو جائیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ عباد الأِلٰہ
تَنْجُوْن مِن شَرِّ يَوْمٍ أَلَمْ

اے بندگانِ خدا اس رسول کی اطاعت کرو تم آنے والے دن کے شر سے بچ جاؤ گے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

تُنَجَّوْنَ مِنْ ظُلُمَا تِ العَذَابِ
وَمِنْ حَرِّنَارٍ عَلَى مَنْ ظَلَمْ

تم عذاب کی ظلمات سے نجات پا جاؤ گے اور دوزخ کی گرمی سے بچ جاؤ گے جو مشرکوں پہ نازل ہونے والی ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

دُعَاءُ النَّبِیِّ بِہٖ خَاتَمٌ
فَمَنْ لَمْ یُجِبْہُ اَسَرَّ النَّدَامُ

یہ اس نبی کی دعوت ہے جس کے ساتھ مہر نبوت ہے جو آپ ﷺ کی بات نہ مانے گا وہ آخرکار نادم ہوگا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

نَبِیٌّ ھَدٰی صَادِقٌ طَیِّبٌ
رَحِیْمٌ رَؤُوفٌ بِوَصْلِ الرِحَمْ

یہ ایسے نبی ہیں جنھوں نے لوگوں کو ہدایت کی وہ سچے ہیں پاک ہیں رحیم ہیں اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

بِہٖ خَتَمَ اللّٰہُ مَن قَبْلَہٗ
وَمَنْ بَعدہ مِن نَبِیٍّ خُتِم

اللہ تعالیٰ نے اِن سے پہلے اور اِن کے بعد آنے والے نبیوں کے سلسلے کو ختم کر دیا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

یَمُوْتُ کَمَا مَاتَ مَنْ قَدْ مَضٰی
یُرَدُّ اِلَی اللّٰہِ بَارِی النَّسَمْ

یہ بھی اسی طرح وفات پا جائیں گے جس طرح گذشتگان چل بسے تھے اور انھیں بھی خدائے خالق کی لوٹایا جائے گا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

مَعَ الأَنۡبِیاَ فِیۡ جَنَانِ الخُلُودِ
هُمۡ اَهۡلُهَا غَیرَحَلۡ القَسَمۡ

یہ جنتِ خلد میں انبیاء کے ساتھ ہوں گے اور وہ انبیاء اہل جنت سے ہیں ہاں اللہ اپنی قسم کو پورا کر کے رہے گا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وقَدَّسَ فِیۡنَا بِحُب الصَّلٰوۃ
جَمِیۡعَاً وَعَلَّمَ خَطَّ الۡقَلَمۡ

آپ ﷺ نے نماز کی محبت کے ذریعے سب لوگوں کو پاک کیا اور قلم سے قرآن سکھایا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

کتَابًا مِنَ اللّٰہِ نَقۡرأً بِہٖ
فَمَنۡ یَعۡتَدِیۡہِ فَقَدۡ مَا اَثِمۡ

یعنی وہ اللہ کی کتاب جسے ہم پڑھتے ہیں جو اس سے سرکشی کرے گا وہ گنہگار ہوگا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

أَلَا کُلَّ شئيٍ هَالِکٌ غَیرُ رَبّنَا
وَلِلّٰہِ مِیۡرَاثُ الَّذِیۡ کَانَ فَانِیَا

خبردار ہمارے رب کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور جو بھی فانی ہے اس کی میراث اللہ ہی کی ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَلِیٌّ لَہٗ مِنْ دُوْنِ کُلِّ وِلَایۃٍ
اِذَا شَاءَ لَمْ یُمْسُوا جَمِیْعًا مَوَالِیَا

ہر ولایت چھوڑ کر وہی اس کا والی ہے اور اگر وہ چاہے تو کوئی بھی اس کا والی نہ ہوگا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاِنْ یَکُ شَیْئٌ خَالِدًا و مُعَمَّراً
تَأَمَّلْ تَجِدْ مِنْ فَوْقِہٖ اللّٰہ بَاقِیَا

اگر کوئی چیز ہمیشہ رہنے والی یا عمر پانے والی ہو تو غور کرنے پہ تجھے معلوم ہوگا کہ اللہ اس کے اوپر دائم اور باقی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لَہٗ مَا رَأَتْ عَیْنُ الْبَصِیْرِ وَفَوْقَہٗ
سَمَاءُ الْاِلٰہِ فَوْقَ سَبْعَ سَمَائِیَا

دیکھنے والی آنکھ جو کچھ بھی دیکھتی ہے سب اسی کا ہے اور اس کے اوپر یعنی سات آسمانوں کے اوپر اللہ کا آسمان ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

أ لَا یَفُوْتَ الْمَرْءَ رَحْمَۃُ رَبِّہٖ
وَلَوْ کَانَ تَحْتَ الْأَرْضِ سَبْعِیْنَ وَادِیا

یاد رکھو اللہ کی رحمت کسی انسان سے خواہ وہ ستر وادیاں زمین کے نیچے ہی کیوں نہ ہوا چک کر نہیں جاسکتی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

یُعَالِی وَتُدْرِکُہٗ مَنَ اللّٰہِ رَحْمَۃٌ
و یُضْحِیْ ثَنَاءً فِی البَرِیَّۃِ زَاکِیَا

انسان غرور کرتا ہے مگر اللہ کی رحمت اسے آ پکڑتی ہے اور وہ تمام مخلوق میں پاک تعریف کا مجسمہ بن جاتا ہے۔

✵✵✵✵✵✵✵✵

وَاَنْتَ الَّذِیْ مِنْ فَضْلِ سَیْبٍ وَنِعَمَۃٍ
بَعَثْتَ اِلٰی مُوْسٰی رَسُوْلاً مُنَادِیًا

تُو تو وہ خدا ہے جس نے اپنے عطیوں اور نعمتوں کی مہربانی کرتے ہوئے موسیٰ کے پاس منادی کرنے والا فرشتہ بھیجا۔

✵✵✵✵✵✵✵✵

فَقَالَ اَعِنِّیْ بَابْنِ اُمِّیْ فَاِنَّنِیْ
کَثِیْرٌ بِہٖ یَارَبِّ صِلْ لِیْ جَنَاحِیَا

موسیٰ نے کہا: اے اللہ میری مدد کے لیے میرے بھائی کو میرے ساتھ کر دے کیونکہ اس کی وجہ سے میں کثیر بن جاؤں گا خدایا میرے بازو کو میرے ساتھ ملا دے۔

✵✵✵✵✵✵✵✵

وقُلْتَ لِھَا رُوْنَ اِذْ ھَبَا فَتَظَاھَرَا
عَلَی الْمَرْءِ فِرْعَوْنَ الذِیْ کَانَ طَاغِیَا

اور تُو نے ہارون سے کہا: تم دونوں جاؤ اور سرکش فرعون کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو۔

✵✵✵✵✵✵✵✵

وَقُولاَ لَہٗ آأَنْتَ سَوَّیْتَ ھٰذِہٖ

بِلاَ وَتَدٍ حَتّی اطْمَأ نّتْ کَمَاھِیَا

اوراس سے کہو کیا تُو نے زمین کو میخوں کے بغیر بنایا ہے یہاں تک کہ وہ سکون پذیر حالت کو پہنچ گئی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَقُولاَ لَہٗ آأَنْتَ سَوَّیْتَ وَسْطَھَا

مُنِیْراً إِذَا مَا جَنَّہُ اللَّیْلُ سَارِیَا

اوراُس سے کہو کیا تُو نے اس کے وسط میں روشن چاند بنایا ہے جو رات ہونے پر چلنے لگ پڑتا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَقُولاَ لَہٗ مَنْ اَخْرَجَ الشَّمْسَ بُکْرَۃً

فَأَصْبَحَ مَامَسَّتْ مِنَ الأَرضِ ضَاحِیَا

اوراس سے کہو: صبح کے وقت سورج کو کس نے نکالا جس سے زمین کا وہ حصہ جس کو سورج چھوتا ہے دھوپ میں ہوتا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَقُوْلاَ لَہٗ مَنْ اَنْبَتَ الحَبَّ فِی الثَّرٰی

فَأَصْبَحَ مِنْہُ البَقْلُ یَھْتَزُّ رَابِیَا

اوراس سے کہو: زمین میں سے کس نے دانے اگائے ہیں جس سے سبزی اپنی بالیدگی کی وجہ سے جھومنے لگی ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَا صَبْحَ مِنہُ حَبُّہٗ فِی رُؤُوسِہِ
فَفِی ذَاكَ آیَاتٌ لِمَنْ كَانَ وَاعِیَا

پھر اس کے دانے اس کے سروں پہ آجاتے ہیں اور اِن تمام امور میں یاد رکھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

اغانی میں میں زبیر بن بکار کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ؛

زبیر بن بکار نے کہا:

کہ مجھے میرے چچا نے امیہ کے متعلق بتایا تھا کہ عہد جاہلیت میں امیہ نے کتابوں کو پڑھا تھا اور اُن پہ غور بھی کیا تھا۔

اس نے عبادت کی غرض سے ٹاٹ بھی پہنا تھا۔

روزے بھی رکھے تھے۔

بیت اللہ کا طواف بھی کیا تھا۔

اور خود کو بتوں اور شراب سے بھی دور رکھا تھا۔

وہ اِن لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام اور دین حنیف کا ذکر کیا ہے۔ اس نے دین کو حاصل کرنے کے لیے سفر بھی کیا تھا اور نبوت کے لالچ میں دین کو تلاش بھی کیا تھا۔ کیونکہ اس نے کتابوں میں پڑھ رکھا تھا کہ حجاز میں ایک نبی آنے والا ہے اور وہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ یہ نبوت اس کو ملنے والی ہے۔ تاہم جب نبوت نبی اکرم ﷺ کو مل گئی تو اس نے حسد کیا اور اسلام لانے سے گریز کیا۔ واقعہ بدر کے بعد یہ اہل قریش کو مسلمانوں کو بھڑکایا کرتا تھا۔ اس نے مقتولین بدر کے مرثیے بھی کہے تھے ان میں سے ایک حائیہ کا قصیدہ ہے جس کو روایت کرنے سے نبی اکرم ﷺ نے

منع فرمایا تھا اس لیے اگرچہ وہ قصیدہ میرے سامنے رکھا ہے مگر میں نے اسے پیش کرنے سے گریز کی راہ اختیار کی ہے۔



ورقہ بن نوفل کا شمار بھی اہل عرب کے اِن صاحبِ دانش افراد میں کیا جاتا ہے جنھوں نے اپنی عقل کی بنا پر جان لیا تھا کہ بتوں کی پوجا عبث ہے اور یہ دین جاہلیت ہے۔ورقہ بن نوفل نے بھی دوسرے کئی عربوں کی طرح عمرو بن لحیٔ الخزاعی کی بدعات کو سختی کے ساتھ رد کیا اور لوگوں کو اس بات سے آگاہ کیا کہ یہ دین ابراہیم میں تحریف ہے جہالت ہے جس کی طرف وہ جا رہے ہیں۔تاہم بت پرستی عربوں میں کسی وباء کی طرح پھیلی ہوئی تھی اس لیے اہل عرب اِن مٹھی بھر لوگوں کی بات پہ توجہ نہ کرتے تھے۔ورقہ بن نوفل اہل قریش میں سے تھے جو لوگوں کے دینی پیشوا تھے اور جاہلیت میں بھی بڑھے ہوئے تھے۔ورقہ بن نوفل نے کئی بار سردارانِ قریش کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کی مگر اس کا کچھ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ورقہ بن نوفل قصیٔ کی اولاد سے تھا جو نبی اکرم ﷺ کے پانچویں دادا تھے۔یعنی پانچویں پشت پہ ان کا نسب نبی پاک ﷺ سے جا ملتا تھا۔عربوں سے علم انساب کے ماہرین نے اُن کا نسب بیان کیا ہے ۔چنانچہ اُن کا پورا نام ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٔ تھا۔

زبیر بن بکار نے[72*] ورقہ بن نوفل کے بارے میں لکھا ہے۔

کہ وہ بتوں کی پوجا کو ناپسند کرتے تھے۔

ورقہ بن نوفل دین کی تلاش میں سفر کرتے رہے۔

پھر انھوں نے نصرانیت اختیار کر لی۔

انھوں نے کتابیں پڑھیں۔

جب نبی اکرم ﷺ پہ اللہ کی وحی اتری تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اُن کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور اُن سے سارا ماجرا بیان کیا۔

ورقہ بن نوفل نے کہا:

میرا تو خیال یہ ہے کہ آپ اس امت کے نبی ہیں۔

جس کی بشارت حضرت عیسی علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دی ہے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزی نے ورقہ بن نوفل سے اِن امور کا ذکر کیا جو اِن کے غلام میسرہ نے بیان کیے تھے جن میں سفر شام میں پیش آنے والے کئی واقعات شامل تھے۔

کہ جب آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے آرام کرنے کی غرض سے اترے۔

تو عیسائیوں نے ایک راہب نے کہا۔

کہ خدا کی قسم اس درخت کے نیچے تو کوئی نہیں اترتا۔

سوائے اللہ کے نبیوں کے۔

اور میسرہ کا یہ کہنا کہ اللہ کے دو فرشتے آپ ﷺ پہ سایہ کیا کرتے ہیں''۔

اس پہ ورقہ بن نوفل نے کہا:

میں یہ بات جانتا ہوں کہ ایک نبی اہل عرب میں اترنے والا ہے۔

جس کا ذکر میں نے اگلی کتابوں میں پایا ہے۔

اور جس کا زمانہ بھی یہی ہے۔

پھر وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

یاد رہے کہ ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے۔

جو امور آپ نے محمد ﷺ کے بارے میں بیان کیے ہیں اگر وہ درست ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ میرا انتظار ختم ہوا اور آپ ﷺ اس امت کے نبی ہوں گے۔

مگر اس سے پیشتر کہ نبی ﷺ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے ورقہ بن نوفل انتقال فرما گئے۔

تاہم اپنی زندگی میں جب وہ مکہ میں کسی نبی کا انتظار کر رہے تھے اور لوگوں کو اس امر سے آگاہ کرتے

رہتے تھے۔

زبیر بن بکار نے اپنی کتاب " **نسب قریش** "میں ورقہ بن نوفل کے بارے میں مزید لکھا ہے کہ!

نبی اکرم ﷺ نے ورقہ بن نوفل کو برا کہنے سے منع کر دیا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

روقہ کو برامت کہو میں نے اسے جنت میں سفید لباس میں دیکھا ہے۔

ورقہ بن نوفل ساری زندگی دین کی حقیقی تعلیمات کی کھوج میں رہے۔

شاید اسی لیے انھوں نے شادی بھی نہ کی تھی اس لیے مرنے کے بعد انھوں نے اپنے پیچھے نہ کوئی اولاد نہ چھوڑی نہ کوئی ورثہ۔

اُن کو کسی آنے والے کا بے چینی سے انتظار تھا اور اس آنے والے کے انتظار میں اپنی بے چینی کا اظہار انھوں نے اِن اشعار میں کیا ہے۔

لَجَجتَ وَ کُنْتَ فِیْ الذّی کریٰ نَجُوْجًا

لِهَمّ ٍ طَا لَمَا بَعَثَ ا لنَّشِيْجَا

ورقہ تُو نے اصرار کیا اور تو نصیحت حاصل کرنے پر بڑا مصر تھا اس غم کی وجہ سے جس نے ایک عرصے تک آہ وزاری کو برانگیختہ کیا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَوَصْفٍ مِنْ خَدِيْجَةَ بَعْدَ وَصْفٍ

فَقَدْ طَالَ انتَظَارِیْ يَا خَدِيْجَا

اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بیان پر اس نے غم کو اکسایا: اے خدیجہ رضی اللہ عنہا میں تو بڑی مدت سے اس کا انتظار کر رہا ہوں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

بِبَطْنِ المَکّتِنْ عَلَی رِجَائِی
حَدِیْثَکِ اَنْ اَرَی مِنہُ خُرُوجَا

تمھاری باتوں پر امید لگائے ہوئے میں مکہ کی وادیٔ میں پڑا ہوں کہ کسی طرح اس غم سے نجات پاؤں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

بما خَبَّرتِنَا مِنْ قَولِ قُسٍّ
مِنَ الرُّھْبَانِ اَکرَہُ اَن یَعُوْجَا

اور تو نے جو قس بن ساعدہ کا قول نقل کیا ہے تو وہ راہبوں میں سے تھا مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ اپنے بیان سے مکر نہ جائے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

بِاَنَّ مُحَمّداً سیسُودُ یَوْمًا
وَیَخْصِمُ مَن یکُونُ لَہٗ حَجِیْجَا

اس لیے یاد رکھ کہ محمد ﷺ عنقریب سردار بنیں گے اور اپنے مخالفین پہ غلبہ پالیں گے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَیُظْھِرُ فی البلاد ضِیَاءَ نُور
یُقیمُ بِہِ البرِیَّۃَ اَن تَمُوْجَا

اور وہ شہروں میں اپنے نور کی روشنی ظاہر کریں گے جس سے مخلوق کو اضطراب سے بچائے رکھیں گے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَيَلْقَى مَن يُحَارِبُهُ خَسَاراً
فَيَلْقَى مَن يُسَالِمُه فَلُوجا

اور جو آپ سے جنگ کرے گا وہ یقیناً خسارے میں رہے گا اور جو آپ کی اطاعت کرے گا کامیاب ہوگا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَيَا لَيْتِى اِذَا مَا كَانَ ذَاكُمْ
شَهِدَتُّ وكُنْتُ اَوَّلَهُمْ وَلُوْجَا

کاش جب ایسا ہو تو میں موجود ہوں اور سب سے پہلے اس کے دین میں داخل ہو جاؤں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَلُوجًا فِى الَّذِىْ كَرِهَتْ قُرَيْشٌ
وَ لَو عَجَّتْ بِمَكَّتِهَا عَجِيْجَا

میں اُس دین میں داخل ہو جاؤں جسے قوم قریش ناپسند کرتی ہے خواہ وہ مکے میں کتنا ہی غل مچاتے رہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اُرَجِّى بِالَّذِىْ كَرِهُوْا جَمِيْعاً
اِلَى ذِى الْعَرْشِ اِنْ سَفَلُوا عُرُوجًا

جس دن کو قوم قریش ناپسند کرتی ہے اس کے ذریعے میں عرش والے رب کی طرف سے بلند مرتبے کی امید رکھتا ہوں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَهَلْ اَمْرُ السَّفَا لَمْ غَيْرُ كُفْر
بِمَنْ يَخْتَارُ مَنْ سَمَكَ الْبُرُوْجَا

جس نبی نے اس خدا کو اختیار کر رکھا ہو جس نے برجوں کو بلند کیا ہے اور اس نبی کا انکار تو صریحاً کمینہ پن ہے۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

فَاِنْ يَبْقَوْا وَاَبْقَ تَكُنْ اُمُورٌ
يَضِجُّ الكَافِرُوْنَ لَهَا ضَجِيْجَا

اگر وہ بھی زندہ رہے اور میں بھی زندہ رہوں تو ایسے امور پیش آئیں گے جن سے کافر چیخ اٹھیں گے۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

وَاِنْ اَهلِكَ فَكُلُّ فَتًى سَيَلقَى
مِنَ الاَ قْدَارِ مُتْلِفَةً حَرُوْجَا

اور اگر میں مر جاؤں تو کوئی بات نہیں اس لیے کہ ہر شخص کو ہلاک کرنے والی تقدیر ملے گی۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

اِرْفَعْ ضَعِيْفَكَ لَا يَحرِبْكَ ضُعْفُهُ
يَوماً فَتُدْرِكُهُ العَوَاقِبُ قَدْ نَمَا

اپنے کمزور کو اوپر اٹھا اس کی کمزوری تجھے کہیں راہ راست سے نہ بھٹکا دے کیونکہ انجام کار اسے سہارا مل جائے گا۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

يَجْزِيْكَ أَوْيَثْنِى عَلَيْكَ وَإِنَّ مَنْ
اَثْنَى عَلَيْكَ بِمَا فَعَلْتَ كَمَنْ جَزٰى

وہ تمہیں جزا دے گا تا کہ تمھاری تعریف کرے گا اور جو شخص نیکی کی وجہ سے تم سے اس کی تعریف کرے گا تو وہ ایسا ہے جیسے کسی نے تمہیں نیک جزا دی ہو۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

لَقَدْ نَصَحْتُ لِأَقْوَامٍ وَقُلْتُ لَهُمْ
أَنَا النَّذِيرُ فَلَا يَغْرُرْكُمْ أَحَدٌ

میں نے لوگوں کو نصیحت کی اور کہا: میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں تم کسی دھوکے میں نہ آنا۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

لَا تَعْبُدُنَّ اِلَهًا غَيْرَ خَالِقِكُمْ
فَإِنْ دُعِيْتُمْ فَقُوْلُوْا دُوْنَهُ حَدَدُ

تم اپنے پیدا کرنے والے کے سوا کسی کی پوجا نہ کرو اور اگر کوئی تمہیں اس بات کی طرف بلائے تو انکار کر دو۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

سُبْحَانَ ذِى الْعَرْشِ لَا شَئٍ يُعَادِلُهُ
رَبُّ الْبَرِيَّةِ فَرْدٌ وَاحِدٌ صَمَدُ

عرش کا مالک پاک ہے کوئی چیز اس کے برابر نہیں وہ مخلوق کا رب ہے تنہا ہے ایک ہے اور بے نیاز ہے۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

سُبْحَانَہٗ ثُمَّ سُبْحَاناً نَعُوْذُ بِہٖ
وَقَبْلَنَا سَبَّحَ الجُوْدِیُّ وَالجُمُدُ

میں اسکی بار بار پاکیزگی بیان کرتا ہوں اوراس کے پاس پناہ لیتا ہوں کہ ہم سے پہلے جمد اور جودی پہاڑوں نے اس کی تسبیح کی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

مُسَخَّرٌ کُلُّ مَنْ تَحْتَ السَّمَاءِ لَہٗ
لَا یَنْبَغِیْ أَنْ یُنَاوِیْ مُلْکَہٗ أَحَدُ

جوکوئی بھی آسمان کے نیچے ہے سب اس کے حکم کے ماتحت ہیں کسی کے لیے مناسب نہیں کہ اس کی حکومت کی مخالفت کرے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لَمْ تُغْنِ عَنْ ھُرْمُزٍ یَوْمًا خَزَائِنُہٗ
وَالخُلْدَ قَدْ حَاوَلَتْ عَادٌ فَمَا خَلَدُوْا

ہرمز کواس کے خزانے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے قوم عادِ نے ہمیشہ کی زندگی چاہی مگر وہ اسے نہ پا سکے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَلَا سُلَیْمَانَ اِذ دَانَ الشُعوبُ لَہٗ
وَالْجِنُّ والأِنْسُ تَجْرِیْ بَیْنَھَا البُرُدُ

اور نہ سلیمان کواس کے خزانوں نے کوئی فائدہ پہنچایا جب قبائل اس کے مطیع تھےاور جن وانس اس کے قاصد بن کے جایا کرتے تھے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لَا شَیئی مِمَّا تَرَی تَبْقٰی بَشَا شَتُہٗ
یَبْقَی اِلَا ُلٰہُ وَیُوْدَی المَال ُوَالَو لَہ ُ

اور جو چیز بھی تو دیکھ رہا ہے اس کی بشاشت باقی نہ رہے گی صرف اللہ باقی رہے گا اور مال اور اولاد ہلاک ہو جانے والی ہے[73 *]۔

متقدمین میں سے ابوالحسن برہان الدین ابراہیم البقاعی الشافعی[74*] نے ایک کتاب خاص ورقہ بن نوفل کے متعلق لکھی ہے جس میں انھوں نے ورقہ بن نوفل کو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں شامل کیا ہے۔ انھوں نے نہایت عمدگی کے ساتھ وہ دلائل پیش کیے ہیں جن کی بنا پہ انھوں نے ورقہ بن نوفل کو نبی اکرم ﷺ کے صحابہ میں شامل کیا ہے اوراُن لوگوں کی سختی کے ساتھ تردید کی ہے جنھوں نے اس امر کا انکار کیا ہے۔اس کتاب میں ابوالحسن نے اُن واقعات کو جمع کر دیا ہے جن میں ورقہ بن نوفل کے ایمان لانے کی تصریح پائی جاتی ہے اوراس بات کی طرف اشارات پائے جاتے ہیں کہ ورقہ بن نوفل نبی اکرم ﷺ کی آمد سے خوش ہوئے تھے اور اِن احادیث کا بھی ذکر کیا ہے جو اس بات کی گواہی پیش کرتی ہیں کہ ورقہ بن نوفل جنت میں ہیں ۔ نیز وہ احادیث بھی نقل کی ہیں جو دیگر علماء نے ورقہ بن نوفل کے بارے میں درج کی ہیں۔علاوہ ازیں انھوں نے وہ باتیں بھی درج کی ہیں جو علماء نے تذکرہ اصحاب کے ضمن میں لکھی ہیں جن میں انھوں نے ورقہ بن نوفل کا تذکرہ بھی کیا ہے۔خود امام بقاعی رحمۃ اللہ علیہ نے ورقہ بن نوفل کے متعلق جو لکھا ہے اس کا ماحصل یہ ہے۔

''یہ اُن لوگوں میں سے تھا جو عہد جاہلیت میں توحید کے قائل تھے۔لہٰذا اس نے بتوں کی پرستش اور دیگر اقسام شرک میں قریش اور باقی عربوں کی مخالفت کی ۔اس نے اپنی عقل سلیم سے یہ معلوم کرلیا تھا کہ عربوں نے دین ابراہیم کو بھلا دیا ہے۔اس نے اللہ کو ایک جانا اور دین

حنیف یعنی حضرت ابراہیم کے دین کی تلاش میں سرگرم رہا تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک عبادت کا محبوب ترین طریقہ کیا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی عقل کی راہنمائی پر ہی کفایت نہیں کی بلکہ دنیا کا سفر بھی کیا تا کہ اللہ کی عبادت کا علم ان اہل علم سے حاصل کرے جو اللہ کی اِن نازل کردہ کتابوں کے عالم ہیں جن میں ادیان کا ذکر ہے۔ لہٰذا اس کی اس خواہش نے اسے اُن اہل علم تک پہنچا دیا جن سے سوال کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دیا ہے۔ پھر ورقہ بن نوفل نے اُس دین کی پیروی اختیار کر لی جس کی تابعداری اللہ نے اس زمانے میں واجب قرار دے رکھی تھی۔ انھوں نے نصرانیت اختیار کر لی اور اُس نے ان کی اطاعت اِن امور میں نہیں کی جن کو وہ بدل چکے تھے بلکہ صرف توحید میں کی۔ اس کے بعد وہ اُس نبی کا انتظار کرنے لگے جس کی بشارت حضرت موسیٰ ﷺ نے بھی دی اور حضرت عیسیٰ ﷺ نے بھی دی تھی۔ تب اِن کے چچا کی بیٹی حضرت خدیجہ ؓ نے اُن سے وہ باتیں اور علامات بیان کیں جن کے متعلق خبریں اُن کے غلام میسرہ نے اُن تک پہنچائیں تھیں۔

****

اس پہ ورقہ بن نوفل نے کہا:

مجھے شک ہے کہ یہی وہ نبی ہوں گے جن میں متعلق سابقہ کتابوں میں بشارتیں مذکور ہیں۔ چنانچہ ورقہ نے اس ضمن میں اشعار کہے جن میں کچھ کو بیان کر دیا گیا اور کچھ کا ذکر آگے آئے گا جن میں انھوں نے اس امر موعود کے پورا ہونے کے متعلق اپنے اشتیاق کا اظہار کیا ہے تا کہ وہ نصرانیت چھوڑ کر اس نبی کے دین کو اختیار کر لیں اس لیے کہ انھیں علماء نے اس امر سے مطلع فرما دیا تھا کہ اللہ نزدیک سب سے پسندیدہ دین وہی ہے جو اس نبی کا دین ہو گا جس کی بشارت سابقہ الہامی کتابوں میں مذکور ہے۔

اس پہ ورقہ بن نوفل نے زید بن عمرو بن نفیل سے کہا:

کہ اس نبی کے آنے تک میں نصرانیت پہ قائم رہوں گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پورا کر دیا اور آنحضرت محمد ﷺ کی نبوت کے ثبوت میں واقعات پیش آنے لگے مثلاً پتھروں کا کلمہ پڑھنا اور درختوں کا آنحضرت ﷺ کو سلام پیش کرنا اور اسرافیل کا چھپ چھپ کر نبی اکرم ﷺ کو پکارنا اور آنحضرت ﷺ کا اس سے ڈرنا اور خوف کا بڑھ جانا وغیرہ۔ جب اِن امور کا علم ورقہ بن نوفل کو ہوا تو انھیں اس سے بہت خوشی حاصل ہوئی اور وہ ثابت قدم ہو گئے اِن کا دل مضبوط ہو گیا اور اس بات نے اِن کو حوصلہ عطا کر دیا۔ پھر اسرافیل کی باری ختم ہو جانے پر جب نبوت کی ابتدا ہوئی اور آپ ﷺ کے پاس جبرائیل تشریف لائے اور انھوں نے انخضرت ﷺ کے سینے کو چیرنے کا جو حکم ملا تھا اس کو پورا کیا اور آپ ﷺ کے دل کو دھویا اور اس میں حکمت و رحمت اور جو کچھ اللہ نے چاہا رکھا۔ پھر حضرت جبرائیل نبی اکرم ﷺ کے سامنے غارِ حرا میں ظاہر ہوئے اور اللہ نے قرآن کا کچھ حصہ آپ ﷺ پہ اتارا۔

جب اس بات کی خبر ورقہ بن نوفل کو دی گئی تو اُن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور انھوں نے اللہ کی تسبیح و تقدیس بیان کی۔ اس سبب سے اِن کی خوشی اور بڑھ گئی اور انھوں نے گواہی دی کہ یہی وہ ناموس اکبر ہے جو آنحضرت محمد ﷺ سے پہلے انبیاء کے پاس آتا رہا ہے اور اس بات کی گواہی دی کہ یہ وہی فرشتہ ہے جس نے آپ ﷺ پہ کلام الٰہی نازل کیا ہے اور اس امر کی بھی شہادت دی کہ آپ ﷺ ہی اس امت کے نبی ہوں گے۔ یہ آرزو ظاہر کی کہ کاش وہ اس وقت تک زندہ رہیں جب آپ کی قوم آپ کو ایذا پہنچائے گی تو آپ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مل کر اُن سے جہاد کریں۔ یہ تمام امور اِن تعلقات کے علاوہ تھے جو ورقہ کے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اور آپ ﷺ کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ قرابت داری اور نسبت کے تھے جن سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ خدا اُن سے راضی ہو اور وہ اسے راضی رکھیں اس کے علاوہ بھی مولف کتاب نے ورقہ بن نوفل کے بارے میں بہت سی تفصیلات بہم پہنچائی ہیں جن کا تذکرہ طوالت کے خوف سے حذف کیا جا رہا ہے۔ تاہم ورقہ بن نوفل کے کچھ مزید اشعار یہاں پیش کیے جا رہے ہیں تا کہ اُن کے خیالات اور عقائد سے کچھ مزید آگاہی حاصل کی جا سکے۔

أَ تُبْكِرُ اَمْ اَنْتَ الْعَشِيَّةَ رَائِعُ
وَفِى الصَّدْرِ مِنْ إِضْمَارِكَ الْحُزْنَ فَادِحُ

کیا تو صبح کو یا شام کے وقت روانہ ہوگیا اور غم کو چھپانے کی وجہ سے تمھارے سینے میں بہت بھاری غم ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لِفُرْقَةِ قَوْمٍ لا أُحِبُّ فِرَاقَهُمْ
كَأَنَّكَ عَنْهُمْ بَعْدَ يَوْمَيْنِ نَازِحُ

اِن لوگوں کی جدائی کی وجہ سے جن کی جدائی میں پسند نہیں کرتا گویا کہ تو بھی دو دن کے بعد اِن سے دور چلا جائے گا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاَخْبَارِ صِدْقٍ خَبَّرَتْ عَنْ مُحَمَّدٍ
يُخَبِّرُهَا عَنْهُ إِذَا غَابَ نَاصِحُ

اور خدیجہ رضی اللہ عنہا نے محمد ﷺ کے متعلق سچی خبریں بتائیں ایسی خبریں جن کی اطلاع اسے ایک ناصح دیتا ہے اور غائب ہوجاتا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَتَاكِ الَّذِى وَجَّهْتِ يَا خَيْرَ حُرَّةٍ
بِغَوْرٍ وَفِى النَّجْدَيْنِ حَيْثُ الصَّحَاصِيحُ

اے بہترین شہزادی جس نوجوان کو تو نے پست زمین نجد اور ہموار زمین میں بھیجا تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اِلَی سُوْقِ بُصْرٰی فِی الرِّکَابِ الَّتِیْ عَدَتْ
وَھُنَّ مِنَ الأَحْمَالِ قُعْصٌ دَوَالِحُ

بصریٰ کی منڈی تک ان سواریوں میں جو روانہ ہوئیں جبکہ بوجھ کی وجہ سے ان کی گردنیں سر اور پیٹھ ایک طرف جھکی ہوئی تھی اور وہ اس بوجھ کو لیے آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

یُخَبِّرنَا عَنْ کُلِّ خَیْرٍ بِعِلْمِہٖ
وَلِلْحَقِّ اَبْوَابٌ لَھُنَّ مَفَاتِحُ

اور وہ نوجوان اپنے علم سے ہر بھلائی کی ہمیں خبر دیتا ہے حق بات کے کئی دروازے ہوتے ہیں اور اُن کی چابیاں بھی ہوتی ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

بِأَنَّ ابنَ عَبْدِاللّٰہِ اَحْمَدَ مُرْسَلٌ
اِلَی کُلِّ مَنْ ضَمَّتْ عَلَیہِ الأَبَاطِحُ

کہ عبداللہ کا بیٹا احمد ﷺ ان تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے جو بطحا کے اندر رہتے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَظَنِّیْ بِہٖ اَنْ سَوْفَ یُبْعَثُ صَادِقًا
کَمَا أُرْسِلَ العَبْدَانِ ھُوْدٌ وَصَالِحُ

مجھے یقین ہے کہ عنقریب انھیں حق کے ساتھ مبعوث کر دیا جائے گا جس طرح ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَمُوسیٰ وَ اِبرَھِیمُ حَتّٰی یُرٰی لَہٗ

بَھَاءٌ و مَنْشُورٌ مِنَ الذِکرِ وَاضِحُ

نیز جس طرح موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو بھیجا گیا یہاں تک کہ اِن کی شان وشوکت واضح ہو گئی اور شہرت وسعت پذیر نظر آنے لگی۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

و یَتْبَعُہُ حَیَّا لُؤیّ بْنِ غَالِبٍ

شَبَابُھُم والأ شَیبُونَ الحَجَا جِحُ

لوئی بن غالب کے دو قبیلے اِن کے پیرو ہو جائیں گے یعنی اُن کے بوڑھے بھی نوجوان بھی اور سردار بھی۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

فَاِن اَبْقَ حَتّٰی یُدْرِكَ النّاس اَمْرَاہ

فَاَ نّی بِہٖ مُسْتَبشِرُ الوُدّ فَارِحُ

اگر میں اس وقت میں زندہ رہوں کہ لوگ اِن کی نبوت کو پالیں تو میں اِن کی دوستی سے خوش ہوں گا۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

وَاِلاَّ فَاِنّی یَا خَدِیْجَۃُ فَا عْلَمِیْ

عَنْ اَرضِكِ فِی الأرضِ العَرِیْضَۃِ سَائحُ

ورنہ اے خدیجہ رضی اللہ عنہا یادرکھنا کہ میں تمھاری سرزمین سے گھومتا پھرتا کسی وسیع زمین میں دور چلا جاؤں گا۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

وَاِنْ یَکُ حَقّاً یَا خَدِیْجَۃُ فَاعلمِیْ
حَدِیثُکِ اِیَّاہَا فَاَحْمَدُ مُرْسَلُ

اے خدیجہ ؓ: اگر تمھاری باتیں سچی ہیں تو یاد رکھو کہ یہ احمد ﷺ مرسل ہیں۔

❂❂❂❂❂❂❂❂

وَ جِبْرِیْلُ یأْتِیْہِ ومِیْکَالُ فَاعْلَمِیْ
مِنَ اللّٰہِ وَحْیٌ یَشْرَحُ الصَّدْرَ مُنْزَلُ

اوران کے پاس جبرائیل اور میکائیل آتے ہیں تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ اللہ کی اتاری ہوئی وحی ہے جو سینے کھول دیتی ہے۔

❂❂❂❂❂❂❂❂

یَفُوزُ بِہٖ مَنْ فَازَ فِیْہَا بِتَوْبَۃٍ
ویَشْقَی بِہِ العَاتِیْ الغَرِیْرُ المُضَلَّلُ

جس کو توبہ میسر آ گئی وہ کامیاب ہو گیا اور سرکش مغرور اور گمراہ لوگ بدبخت ثابت ہوں گے۔

❂❂❂❂❂❂❂❂

فَرِیْقَانِ مِنْھُمْ فِرقَۃٌ فِیْ جَنَانِہٖ
واُخرٰی بِاَجْوَازِ الجَحِیْمِ تُغَلَّلُ

اور دو گروہوں گے انسانوں کا ایک گروہ جنت میں ہوگا اور دوسرا جہنم کے وسط میں جکڑا جائے گا۔

❂❂❂❂❂❂❂❂

فَسُبْحَانَ مَنْ تَهْوَی الرِیَاحُ بِأَمْرِهٖ
وَمَنْ هُوَ فِی الأیَّامِ مَاشَاءَ یَفْعُلُ
پاک ہے وہ خدا جس کے حکم سے ہوائیں چلتی ہیں اور وہ جو کچھ چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔

وَمَنْ عَرْشُہٗ فَوقَ السَّمٰواتِ کُلِّهَا
واَقْضَاءٗ فی خَلْقِهٖ لَا تُبَدَّلُ
جس کا عرش تمام آسمانوں کے اوپر ہے اور جس کے فیصلے مخلوقات کے متعلق بدلے نہیں جا سکتے۔

یا لَلرِّجَالِ وصَرْفِ الدَّهْرِوالقَدَرِ
وَ مَا لِشَئیٍ قَضاہُ اللّٰہُ مِنْ غَیَرِ
لوگوں پر زمانے کی گردش پر اور تقدیر پہ تعجب ہوتا ہے مگر جس چیز کا فیصلہ اللہ کر دے اسے بدلا نہیں جا سکتا۔

جَائَتْ خَدِیْجَۃُ تَدْعُونِی لِاُخْبِرَهَا
وَمَا لَنَا بِخَفِیِّ الغَیْبِ مِنْ خَبَرِ
خدیجہ رضی اللہ عنہا مجھے بلانے کے لیے آئی تاکہ میں اسے کچھ بتاؤں مگر ہمیں مخفی امور کی کچھ خبر نہ تھی۔

جَاءَتْ لِسَائِلٍ عَنْهُ لِأُخْبِرَهَا

اَمْراً اَرَاهُ سَيَأْتِى النَّاسَ مِن اُخُرِ

وہ مجھ سے آنخضرت محمد ﷺ کے متعلق دریافت کرنے کے لیے آئی تھی تا کہ میں اسے اُس معاملے کے بارے میں خبر دوں جو لوگوں کے پاس سب سے آخر میں آئے گا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞



جب یمن پہ حبشیوں نے قبضہ کرلیا تو انھوں نے اہل یمن پہ ظلم وستم کی انتہا کر دی۔ تب ایک عرب سردار سیف بن ذی یزن نے کسریٰ ایران سے حبشیوں کے خلاف مدد کی درخواست کی۔ چنانچہ عربوں نے کسریٰ ایران کی فوجوں کے ساتھ مل کے حبشیوں پہ چڑھائی کی اور اہل یمن کو اِن کے ظلم وستم سے نجات دلائی۔ جس سے تمام عربوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ جب یہ واقعہ پیش آیا تب نبی اکرم ﷺ دنیا میں تشریف لا چکے تھے اور عرب اس بات سے مسرور تھے کہ ان کے عرب بھائیوں کو اُس سیاہ عفریت سے نجات مل گئی جس نے ان پہ ظلم وستم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ چنانچہ عرب بھر سے وفود سیف بن ذی یزن کی خدمت میں حاضر ہو کر اسے اس کامیابی پر مبارک باد پیش کر رہے تھے۔ امام ماوردی [75*] نے اس واقعہ کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ جب سیف بن ذی یزن نے حبشیوں کو مار بھگایا اور یمن پہ پھر سے عربوں کا قبضہ ہو گیا تو عربوں کے وفود اشراف اور شعرا اسے مبارک باد دینے اور اس کی مدح کرنے کے لیے اس کے پاس جمع ہو گئے۔ لوگوں نے سیف بن ذی یزن کو اس کی جد جہد اور کامیابی پہ مبارک پیش کی اور شعرا نے اس کی مدح کی۔

انھیں وفود میں ایک وفد مکہ سے اہل قریش کا بھی تھا جس میں عبدالمطلب بن ہاشم، امیہ بن عبدشمس عبدالاالہ بن جدعان اور اسد بن خویلد شامل تھے۔ کئی دیگر اشراف قریش کا ذکر بھی مورخین نے کیا ہے جو اس وفد میں شامل تھے۔ اہل مکہ جب یمن پہنچے تو سیف بن ذی یزن اپنے " **غمدان** " نامی محل کی بالائی منزل پہ تھا اسی محل کے بارے میں امیہ بن ابی صلت نے کہا تھا کہ!

اِشْرَبْ هَنِيْاً عَلَيْكَ التّاجُ مُرتفعاً
فی رأسِ غُمدْاَنَ دَارٍ مِنکَ مِحلَالاً

تم مزے سے تاج پہن کر اور کہنی کے سہارے تکیہ لگائے غمدان کی چوٹی پہ بیٹھ کے شراب پیو اور غمدان تمھارا ہی گھر ہے جہاں تم اترا کرتے ہو۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

راوی کہتا ہے کہ عربوں کا وفد یمن پہنچا اور انھوں نے بادشاہ سے ملاقات کی درخواست کی۔

بادشاہ نے عربوں کے اس وفد کو ملنے کی اجازت عطا فرمائی۔

بادشاہ نے اپنے لوگوں کو ہدایت کی کہ یہ مکہ کا وفد ہے جہاں لوگ حج کرنے جاتے ہیں اس کی اِن کی خوب عزت وتکریم کی جائے۔

چنانچہ عربوں کو شاہی مہمان خانے میں عزت کے ساتھ ٹھہرایا گیا۔

پھر بادشاہ نے اِن لوگوں کے اعزاز میں دربار منعقد کیا۔

اور اِن لوگوں کو طلب کیا۔

راوی کہتا ہے کہ؛

جب ہم لوگ بادشاہ کے سامنے پہنچے تو اس نے اپنے جسم پہ عنبر مل رکھا تھا۔

اور دیگر عطریات کی چمک اس کے بالوں میں دیکھی جاسکتی تھی۔

بادشاہ نے دو چادریں زیب تن کی ہوئیں تھیں۔

اور اس کی تلوار اس کے سامنے رکھی تھی۔

اس کا دربار بھرا ہوا تھا جس میں اس کے شہزادے رؤسا اور دوسرے لوگ موجود تھے۔

تب عربوں میں سے حضرت عبدالمطلب نے بولنے کی اجازت طلب کی۔

سیف بن ذی یزن نے کہا:

اگر تم اُن لوگوں میں سے ہو جو بادشاہوں سے مخاطب ہوتے ہیں تو ہم نے آپ کو اجازت دی ہے۔

تب حضرت عبدالمطلب گویا ہوئے۔

''اے باشاہ اللہ نے تمہیں بلند مقام عطا فرمایا ہے جو کل تک دشوار اور نا قابل یافت تھا مگر اب تمھارا رتبہ عالی اور عظیم ہے۔ اللہ نے تمہیں ایسا پودا بنایا ہے جس کی جڑیں پاک اور اصل ہیں اور طاقتور ہیں، دور تک چلی گئی ہیں اور نہایت گہری ہیں تم بہت ہی عزت والے مقام پہ فائز ہو اور نہایت پاکیزہ خاندان سے ہو۔ خدا کرے تم سے کوئی قابل لعنت بات سرزد نہ ہو۔ تم عربوں کے بادشاہ ہو اور اُن کا ایسا موسم بہار ہو جس کی بدولت وہ سرسبز و شاداب رہتے ہیں۔ اے بادشاہ تم عربوں کے ایسے سردار ہو جس کی وہ اطاعت کرتے ہیں اور ان کا ایسا ستون ہو جس پہ اُن کا دارومدار ہے۔ ان کا ایسا قلعہ ہو جہاں آ کر وہ پناہ لیتے ہیں تمھارے اسلاف بہترین اسلاف تھے اور تم ہمارے لیے اُن کے بہترین جانشین ہو۔ وہ نابود نہیں ہو سکتے جن کے تم سلف ہو اور نہ ہی وہ گمنام ہو سکتے ہیں۔

اے بادشاہ ہم اللہ کے حرم کے باسی ہیں:

اور اس کے گھر کی حفاظت کرنے والے ہیں ہمیں تمھارے پاس اُس خدا نے بھیجا جس نے تمہیں اس مصیبت کو دور کرنے کے لیے پسند کیا ہے جس کے بوجھ کے نیچے ہم دبے ہوئے ہیں لہٰذا ہم تمھارے پاس تمہیں مبارک باد دینے آئے ہیں اور ہمارا مقصد اپنی کسی مصیبت کو بیان کرنا نہیں ہے۔

عبدالمطلب بن ہاشم کے اس خطاب کی فصاحت اور بلاغت نے بادشاہ کو حیران کر دیا تھا۔

اس لیے بادشاہ نے پوچھا:

اے مقرر تم کون ہو۔

میں ہاشم بن عبدالمطلب ہوں۔

عبدالمطلب نے جواب دیا۔

اس پہ بادشاہ مسکرایا اور کہا:

پھر تو تم ہمارے بھانجے ہوئے۔

ہاں ہمارا رشتہ گہرا ہے۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا:

بادشاہ نے کہا:

میرے قریب آجاؤ:

اور اس نے آپ کو تمام قوم سے قریب تر کرلیا۔

اور اُن سے کہا:

خوش آمدید:

تمھارے لیے اونٹنی ہے اور پالان ہے اور اونٹ بٹھانے کی نرم جگہ ہے تم ایک سخی بادشاہ کے پاس آئے ہو جو بڑے عطیے دینے والا ہے۔ہم نے تمھاری بات سن لی ہے اور تمھاری قرابت داری کو بھی پہچان لیا ہے اور تمھارے وسیلے کو بھی قبول کرلیا ہے اس لیے تم دن کو بھی یہاں مہمان ہو اور رات کو بھی یہاں مہمان ہو۔ جب تک تم یہاں رہو عزت سے رہو اور جب تم یہاں سے کوچ کرنا چاہو گے تو تمہیں انعامات سے نوازا جائے گا۔

اس کے بعد عربوں کے یہ باعزت مہمان اپنی قیام گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔

راوی کہتا ہے کہ پھر بادشاہ ایسا مصروف ہوا کہ ایک ماہ تک ہماری اُس سے ملاقات نہ ہوسکی۔

جب ایک ماہ سے کچھ دن اوپر گزرے تو بادشاہ چونکا اور اُس نے ہمیں یاد کیا۔

بلکہ صرف عبدالمطلب بن ہاشم کو یاد کیا۔

اور خلوت میں ان سے ملا۔

بادشاہ نے حضرت عبدالمطلب کو اپنے قریب بٹھایا اور کہا:

میں اپنے علم میں سے ایک زار تمھارے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔

میں اس زار کو کبھی افشانہ کرتا مگر میں نے تمہیں اس راز کی اصل پایا ہے اس لیے میں تمہیں اس سے مطلع کرتا ہوں۔اور اس بات کا عہد چاہتا ہوں کہ اس بات کو اس وقت تک راز ہی رکھنا جب تک کہ

اللہ اس معاملے میں اپنا فیصلہ نہ سنا دے۔

یہ رازاُن باتوں میں سے ایک ہے جو پوشیدہ کتاب سے ہم نے اپنی ذات کے لیے منتخب کیا تھا۔

اور اس کا علم بہت ہی محدود لوگوں کو ہے۔

اس راز کو جانے کب سے ہم نے اوروں سے چھپائے رکھا ہے۔

مگر یہ راز تمھارے لیے سراسر خیر ہے۔

اس بات میں تمھاری ذات کے لیے زندگی کا شرف اور موت کی فضیلت پائی جاتی ہے۔

عبدالمطلب بن ہاشم خاموشی سے بادشاہ کی بات سن رہے تھے اور حیران ہو رہے تھے۔

عبدالمطلب نے کہا:

اے بادشاہ:

تمھارے جیسے ہی لوگ ہوتے ہیں جو احسان بھی کرتے ہیں اور بشارت بھی دیتے ہیں میں اس راز کو پالینے کے لیے بے چین ہوں جس کے اظہار پہ تمام بادیہ نشین تم پہ قربان ہونا پسند کریں گے۔

تب بادشاہ نے کہا:

اے عالی نسب شخص وہ راز یہ ہے کہ ؛

تہامہ میں ایک بچہ پیدا ہو گا جس کے دونوں کندھوں کے درمیان خال ہے اور اس کی امامت اور تمھاری سرداری اس وقت تک قائم رہے گی جب تک کہ سورج اور چاند اپنی منازل کو بھول نہیں جاتے۔

عبدالمطلب نے کہا:

اے بادشاہ اللہ تمہیں خوش رکھے۔

تم ایسی نیکی لے کر آئے ہو جس کی مثال میں نے اپنی زندگی میں نہیں پائی۔اے بادشاہ اگر تمھاری ہیبت اور تعظیم آڑے نہ آتی تو میں درخواست کرتا کہ مجھے اس بشارت میں شامل کر جس کا علم تیرے پاس ہے۔

سیف بن ذی یزن نے کہا:

میں سمجھتا ہوں کہ وہ بچہ شاید پیدا ہو چکا ہو اس کے ماں باپ نہیں رہیں گے اور اس کا نام احمد ہو گا۔

میں تو اس کے متعلق یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ اپنے دادا کی کفالت میں ہے اللہ اس کو لوگوں کی طرف مبعوث کرے گا اور ہم میں سے اس کے لیے مددگار تیار کرے گا وہ اِن لوگوں کی مدد سے دوستوں کو عزت بخشے گا اور اس کے دشمنوں کے حصے میں ذلت آئے گی۔

وہ لوگوں کی سرکوبی کرے گا اور اچھے اچھے ملک فتح کرے گا۔

وہ بتوں کو توڑے گا اور آگوں کو بجھادے گا۔

وہ اللہ کی پرستش کرے گا اور شیطان کو بھگا دے گا۔

اس کا قول فیصلہ کن اور حکم عادلانہ ہوگا۔

وہ نیک کام کا حکم دے گا اور خود نیک بن کے دکھائے گا۔

عبدالمطلب نے کہا:

اے بادشاہ خدا تمھارا بخت عزت والا کرے تمھاری نسل بلند ہو تمھارا ملک اچھا ہو اور تمھاری عمر لمبی ہو کیا تو کسی قدر وضاحت کر کے مجھے خوش نہ کرے گا۔

تب سیف بن ذی یزن نے مسکرا کر کہا:

پردوں والے گھر (کعبہ) کی قسم:

اے عبدالمطلب:

کیا تو اب بھی نہیں سمجھا کہ خدا نے یہ عزت تمہیں عطا فرمائی ہے اور یہ پھول تیرے ہی آنگن میں کھلا ہے میں نے تو اتنا جانتا ہوں کہ تو ہی اس کا دادا ہے۔

یہ سن کر حضرت عبدالمطلب سجدے میں گر گئے اور خدا کا شکر ادا کیا۔

ذی یزن نے کہا؛

خدا تمھارے سینے کو ٹھنڈا کرے اور تمھارے امور کو رفعت عطا فرمائے کیا تو جان گیا ہے کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں

حضرت عبدالمطلب نے خدا کی قسم؛

خوب اچھی طرح جان گیا ہوں اور محمد بن عبداللہ تو پہلے ہی مجھے اپنی جان سے زیادہ پیارے ہیں اور اُن میں وہ تمام علامات موجود ہیں جن کا تذکرہ تو نے کیا ہے"۔

پھر ذی یزن نے کہا:

اے عبدالمطلب اپنے اس پوتے حفاظت اپنی جان سے زیادہ کرنا اور خاص کر اس کو یہودیوں سے بچائے رکھنا۔

خدا کی قسم: اگر میں جانتا کہ میں اُن کے زمانے تک باقی رہوں گا تو میں ابھی اپنے لشکروں کے ساتھ مدینہ کوچ کر جاتا جہاں اس کا گھر ہوگا۔

اس کے بعد ذی یزن نے عربوں کو عطیات سے نوازا اور عبدالمطلب کو ہر شخص سے دس گنا زیادہ مال عطا فرمایا۔

دم رخصت انھوں نے حضرت عبدالمطلب کے کان میں کہا اگلے سال مجھے اپنے پوتے کے بارے میں پھر بتانا مگر سال پورا ہونے سے پہلے ہی وہ انتقال کر گیا۔

قریش کی جہالت کے باوجود بہت سے صاحب دانش عربوں کواس بات کاادراک تھا کہ اُن کے ہاں کوئی غیر معمولی واقعہ ہونے کو ہے، اُن کے کاہن بھی اسی کی اطلاع دیتے تھے۔لوگ اس بات کے انتظار میں تھے کہ ہونے والی وہ بات ہو جائے جس کے لیے وہ بے تاب ہیں۔



کعب بن لوئی کا تعلق نبی اکرم ﷺ کے اجداد سے ہے۔اس سے قبل اُن کا ذکر خطبات العرب کے ضمن میں گزر چکا ہے جہاں اُن کے اُس خطبے کو بھی پیش کیا گیا ہے جو زبیر بن بکار نے روایت کیا تھا اور جس میں بیان کیا گیا کہ اہل عرب کعب بن لوئی کے پاس جمعہ کے دن اکٹھے ہوا کرتے تھے اور کعب لوگوں کو مسلّمہ اخلاقی اصولوں کی تعلیم دیا کرتے تھے۔کعب لوگوں کو اطاعت کرنے سمجھنے سیکھنے اور زمین وآسمان کی تخلیق اور رات اور دن کے اختلاف، حالات کے ردو بدل اور جو کچھ گذشتگان پہ گزری ہے اس پہ غور کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔وہ انھیں صلہ رحمی، ہر ایک کو سلام کہنے عہد کی پابندی کرنے قرابت داری کے حقوق ادا کرنے محتاجوں اور یتیموں کو صدقہ خیرات دینے کی ترغیب دیا کرتے تھے، وہ لوگوں کو موت کی ہولناکی اور قیامت کے حالات یاد دلایا کرتے تھے۔وہ نبی اکرم ﷺ کے متعلق کہتے کہ وہ میری اولاد میں سے ہوگا اور اگر تم میں سے کوئی اُن کا زمانہ پائے تو اُن کی اطاعت اختیار کرے۔وہ اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کرتے کہ کاش وہ اِن کا زمانہ پائیں تاہم وہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل ہی اُن پہ ایمان لا چکے تھے اور لوگوں کو اس دین کی طرف مدعوع کرتے جو نبی اکرم ﷺ لے کر آنے والے تھے۔وہ دین ابراہیمی پر مضبوطی سے قائم تھے اور اُن کی باتیں الہٰامات کی عطا کردہ ذہانت اور صادق تخیلات پہ دلیل ہیں اور یہ تمام امور اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ وہ دین اسلام اور دین حقیقت پر قائم تھے۔علماء کی اکثریت اس امر کی قائل ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے اجداد مواحد تھے اور روز آخر پہ یقین رکھنے والے تھے۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ کے آباء کے بارے میں علامہ ماوردی "**اعلام النبوۃ**" میں لکھتے ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے نبی

ﷺ تمام بندوں سے منتخب شدہ ہیں اور تمام مخلوق میں بہترین ہیں اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ نے انھیں حق پر کار بند رہنے کا حکم دیا ہے لہٰذا اللہ نے انھیں شریف ترین عناصر سے پیدا کیا ہے اور نہایت مضبوط رشتہ داریوں سے اِن کی مدد کی تا کہ اِن کا نسب ہر قسم کی نقطہ چینی سے اور ہر قسم کی جرح سے محفوظ رہے تا کہ لوگوں کے نفس ان کی طرف زیادہ سے زیادہ مائل ہوں جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ تیزی سے اِن کی بات قبول کریں گے۔



عبید بن ابرص کا نسب خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر پہ ختم ہوتا ہے ۔ ابن قتیبہ [*76] نے عبید کے متعلق لکھا ہے کہ وہ معمرین عرب سے تھا اور تین صدیوں سے زائد زندہ رہا تھا۔اسی کتاب میں حیرہ کے بادشاہ نعمان بن المنذر کی اس قسم کا ذکر گزر چکا ہے کہ سال میں اس نے دو دن اختیار کر رکھے تھے ایک عذاب کا اور ایک انعام کا۔ چنانچہ اس کے عذاب والے دن عبید اس کے سامنے آ گیا اور اس نے عبید کو قتل کرا دیا تھا۔عبید کے قتل کا تفصیلی ذکر اوپر گزر چکا ہے یہاں اس کے بیان کا موقع نہیں۔ عہدِ جاہلیت میں عبید کا شمار چوٹی کے شعرا میں ہوتا تھا اور اس کے شعر اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ موحد تھا۔اس کے چند شعر یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

وَلَتَأتِيَنْ بَعدِیْ قُرُوْنٌ جَمَّۃٌ

تَرْعیٰ مَخَارِمَ اَیکَۃٍ وَلُدُوْدا

میرے بعد بہت سی قومیں آئیں گی جو ایکہ کی چوٹیوں اور لدو میں جانور چرایا کریں گی۔

فَالشّمْسُ طَا لِعَۃٌ وَلَیْلٌ کَاسِفٌ
وَا لنّجْمُ یَجْرِی اَنْحُساً وَ سُعُوْداً
سورج طلوع ہوتا ہے اور رات بے نور ہوتی ہے اور ستارے نحس اور سعد ہو کر چلتے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

حَتّٰی یُقَالَ لِمَنْ تَعَرّقَ دَھْرَہٗ
یَا ذَا الّزمَانَۃِ ھَلْ رَّأَیْتَ عَبِیْدَا
یہاں تک کہ اُس شخص سے کہا جائے گا جس زمانے کو خوب جانا پہچانا اے کمزور قویٰ والے کیا تو نے عبید کو دیکھا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وائَتَیْ زَمَا نٍ کَامِلِیْنَ وبِضْعَۃً
عِشْرِیْنَ عِشْتُ مُعَمَراً مَحْمُودَا
مجھے زندہ رہتے ہوئے دوصدیوں سے زائد عرصہ بیت چکا ہے مگر میں محمود ہو کے زندہ رہا ہوں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَدْرکْتُ اَوَّلَ مُلْکِ نَصْرٍ نَاشِئاً
وبِنَا ءَ شَدَّادٍ وَکَانَ اَ بِیْدَا
میں نے نصر کا زمانہ بھی دیکھا ہے اور شداد کے محل کو بھی دیکھا ہے جس کا خیال تھا کہ وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَطَلَبْتُ ذَا لْقَرْنَيْنِ حَتّٰى فَاتَنِیْ
رَكْضاً وكدتُّ بِأَنْ أَرَى دَاؤدا

میں نے ذوالقرنین کو تلاش کیا یہاں تک کہ وہ میرے ہاتھ سے گھوڑا دوڑا کر نکل گیا اور قریب تھا کہ میں داوٗد علیہ السلام کو دیکھ لوں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

مَا تَبْتَغِیْ مِنْ بَعْدِ هٰذَا عِيْشَةً
اِلاَّ الخُلُوْدَ وَلَنْ تَنَالَ خُلُودَا

اس کے بعد تو ہمیشہ کی زندگی کے سوا کون سی زندگی چاہتا ہے مگر کبھی بھی ہمیشہ کی زندگی نہیں پا سکتا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَلَيَفْنَيَنْ هٰذَا و ذَاكَ كِلاَهُمَا
اِلاَّ الخُلُوْدَ اِلاَّ لَهُ ووجْهَه المَعْبُودَا

یہ زندگی اور وہ زندگی دونوں فنا ہو جائیں گی اور اللہ کی ذات کے سوا کچھ بھی باقی رہنے والا نہیں ہے[*77]۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

قس بن ساعدہ الایادی

قس بن ساعدہ کا تعلق قبیلہ بنوایاد سے تھا جو معد بن عدنان سے ہے۔امام ذہبی نے قس بن ساعدہ کا شمار اصحابِ رسول ﷺ میں کیا ہے۔امام ذہبی کے علاوہ ابن شاہین اور عبدان نے بھی اِن کے متعلق ایسا ہی کہا ہے۔جبکہ امام ابن حجر نے اپنی اکتاب اصابہ میں اسی بات پہ اصرار کیا ہے۔قس بن ساعدہ کا تعلق معمرین میں سے اور اس نے سینکڑوں سال کی عمر پائی تھی۔وہ اگرچہ نبی اکرم ﷺ سے ملا تھا تاہم بعثت سے پہلے ہی انتقال کر گیا تھا۔سید ابن الناس نے [78*] نے ایک روایت بیان کی ہے جو ابن عباسؓ تک جاتی ہے جس میں اس نے بیان کیا ہے کہ

جارود بن عبداللہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ اپنے قبیلے کا سردار تھا۔
جادور نے نبی اکرم ﷺ سے کہا:
میں نے آپ ﷺ کی صفات انجیل میں بھی دیکھی ہیں اور مریم بتول کے بیٹے نے بھی آپ ﷺ کو خوشخبری دی ہے ۔
پھر جارود آپ ﷺ پہ ایمان لے آیا۔
جس کے بعد اُن کا سارا قبیلہ بھی ایمان لے آیا جس سے آپ ﷺ بہت خوش ہوئے۔
نبی اکرم ﷺ نے جارود سے پوچھا؟
عبد قیس کے لوگوں میں سے کوئی ایسا شخص بھی ہے جو قس کو جانتا ہو۔
جارود نے کہا:

ہم سب اسے جانتے ہیں خاص طور پہ میں تو اس کے نقش قدم پہ چلنے والوں میں سے تھا۔

وہ عربوں کے اعلیٰ خاندان سے تھا اور فصیح و بلیغ تھا۔

میں جانتا ہوں کہ وہ عربوں کا پہلا شخص تھا جس نے اللہ کی عبادت کی۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اب بھی اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ اللہ کی قسم کھا رہا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے جارود سے کہا:

جارود، ذرا ٹھہر میں؛ اس دن کو نہیں بھول سکتا جب سوق عکاظ میں وہ ایک خاکستری اونٹ پہ سوار لوگوں کو وعظ کر رہا تھا۔

اس کے خیالات بہت عمدہ تھے مگر شاید وہ اب مجھے یاد نہیں۔

مجھے یاد ہیں یا رسول اللہ ﷺ۔

پاس بیٹھے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا:

آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا سناؤ اس نے کیا کہا تھا۔

وہ کہہ رہا تھا:

لوگو سنو اور یاد رکھو: جب تم یاد رکھو گے تو تمہیں فائدہ ہوگا۔جو زندہ رہا وہ مرا بھی ہے۔جو بات ہونے والی ہے وہ ہو کے رہے گی۔آسمان میں علم ہے اور زمین میں عبرتیں۔بچھا ہوا بستر ہے اور بلند آسمان میں ستارے ادھر اُدھر حرکت کر رہے ہیں۔اور سمندر ہیں کہ اُن کا پانی کبھی خشک نہ ہوگا۔رات تاریک ہے اور آسمان برجوں والا ہے۔اور قس قسم کھاتا ہے کہ اگر زمین پہ رضامندی ہوگی تو اس کے بعد یقیناً ناراضگی بھی ہوگی۔اللہ ہی ہے جس کی قدرت سب پہ غالب ہے۔اس کا ایک دین ہے جو اس دین سے جو تمھارا دین ہے اس کو زیادہ محبوب ہے۔کیا بات ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ جو لوگ جاتے ہیں وہ واپس نہیں آتے۔کیا وہ قیام کرنے پہ راضی ہو گئے یا انھیں چھوڑ دیا گیا۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے جو اشعار انھیں یاد تھے پڑھے۔

فِی الذَّاهِبِیْنَ الاَ وَّلِیْنَ
مِنَ القُرُونِ لَنَا بَصَا ئِرٌ
پہلی صدیوں میں جو لوگ چلے گئے ان میں ہمارے لیے بصیرتیں ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لَمَّا رَأیْتُ مَوَارِداً
لِلمَوْتِ لَیْسَ لَهَا مَصَا دِر
جب میں نے دیکھا کہ موت کے گھاٹ پہ آنے والی جگہیں تو ہیں مگر جانے والی نہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَرأیْتُ قَومِیْ نَحْوَهَا
یَسْعَی الأَکَابِرُ والأصَاغِرُ
اور میں نے دیکھا کہ میری قوم کے لوگ چھوٹے اور بڑے سب ادھر ہی دوڑ کر جا رہے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لَا یَرْجِعُ المَاضِیْ اِلَیَّ
وَلَا مِنَّ البَاقِیْنَ غَابِرُ
جو چلا گیا وہ واپس لوٹ کر میرے پاس نہیں آتا اور جو باقی رہ گئے ہیں وہ بھی باقی نہیں رہیں گے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اَیْقَنْتُ اَنِّی لَا مَحَا

لَۃَ حَیْثُ صَارَ الْقَوْمُ صَائِرُ

مجھے یقین ہے کہ میں بھی وہیں چلا جاؤں گا جہاں میرے اور لوگ چلے گئے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

سوید بن عامر

سید مرتضیٰ نے اپنی امالی میں روایت کیا ہے کہ مسلم الخزاعی کا بیان ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کو سوید بن عامر کے شعر سنا رہا تھا اور میں اس وقت وہاں موجود تھا۔ یہ المصطلقی کا بیان ہے جو الخزاعی نے بیان کیا ہے۔ سوید بن عامر کے اشعار سن کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اس کے زمانے میں ہوتا تو وہ ضرور میری دعوت قبول کر لیتا۔ اس لیے کہ اس کے اشعار سے پتا چلتا ہے کہ اس کا میلان حنیفیت کی طرف تھا۔ سوید بن عامر کے کچھ اشعار یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

لَا تأ مَنَنَّ وَاِن اُمْسَیْتَ فِیْ حَرَمٍ
اِنَّ المَنَا یا بِکَفَّی کُلِّ اِنْسَانٍ

خواہ تو حرم کے اندر ہی کیوں نہ ہو تجھے مطمئن نہیں رہنا چاہیے کیونکہ موتیں ہر انسان کے دونوں ہاتھوں میں ہوتی ہیں۔

وَاسْلُکْ طَرِیْقَکَ تَمْشِی غَیْرَ مُخْتَشِعٍ
حَتّٰی یُبَیَّنَ مَا یَمْنِی لَکَ المَانِی

تو اپنی راہ پر عاجزی سے اور سر جھکا کر نہ چل یہاں تک کہ تجھے معلوم ہوئے جائے کہ تیری قسمت میں کیا لکھا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَکُلُ ذِی صَاحِبٍ یَوْمًا یُفَارِقُہٗ
وَکُلٌ زَادٍ وَاِنْ اَبْقَیْتُہٗ فَانِی

ہر دوست ایک نہ ایک دن جدا ہوگا اور ہر زاد خواہ جو اسے بچا کر رکھے گا فنا ہوگا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

و الخَیْرُ وَالشَرُّ مَقْرُونَانِ
بِکُلِّ ذٰلِکَ یَأتِیْکَ الجَدِیْدَانِ

نیکی اور بدی دونوں ایک رسی میں جکڑی ہوئی ہیں روز وشب کی گردش تجھے اِن سے دوچار کرتی رہے گی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞



یہ تبع اوسط تھا۔اس نے بہت سی جنگیں لڑی تھیں ۔ یہ اِن تمام راستوں پہ چلا تھا جن پہ اس کے آباؤاجداد چلے تھے۔ تبع اوسط ستاروں کے حساب سے چڑھائی کرتا تھا اور دشمن کے لیے روانہ ہوتا تھا اور ستاروں کی چال ہی کے مطابق امورِ حکومت چلاتا تھا۔ تبع نہایت سخت گیر حکمران تھا۔ آخر قوم حمیر اُس سے اکتا گئی اور انھیں وہ چڑھائیاں جن پر وہ قوم کو مجبور کیا کرتا تھا بوجھل معلوم ہونے لگیں۔ تب اُن کے کچھ بااثر سرداروں نے تبع کے بیٹے اسد کو ورغلایا کہ اگر وہ اس کے قتل کرنے میں اُن کی مدد کرے تو وہ لوگ اسے بادشاہ بنادیں گے۔ مگر اسد ابو کرب نے اس سازش کا حصہ بننے سے انکار کردیا۔ تب وہ لوگ شرمندہ ہوئے اور یہ تبع وہی شخص تھا۔ جس نے مکہ اور مدینے پہ چڑھائی کی تھی اور یہودی مذہب قبول کرلیا تھا۔ تبع وہ پہلا شخص تھا جس نے خانہ کعبہ پہ غلاف چڑھایا۔

یہ شعر اسی کے ہیں۔

شَہِدتُّ عَلَی اَحمَدٍ اَنَّہٗ
رَسُوْلٌ مِنَ اللّٰہِ بَارِی النَّسَمْ

میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد روحوں کو پیدا کرنے والے اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔

فَلَوْ مُدَّ عُمْرِیْ اِلَی عَصْرِہٖ
لَکُنْتُ وَزِیراً لَہٗ وَابنَ عَمٍّ

اگر میں نے اُن کا زمانہ پایا تو میں اُن کا وزیر ہوں گا اور چچازاد بھائی کی طرح اُن کی مدد کروں گا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

قَدْ کَانَ ذُوالقَرْنَیْنَ قَبْلِیْ مُسلِمَا
مَلِکاً تَدِیْنُ لَہٗ المُلُوك وُتَحَشُدُ

اور اس سے پہلے ذوالقرنین تھا اور وہ ایسا بادشاہ تھا جس کی اطاعت دوسرے بادشاہ کرتے تھے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

مِنْ بَعْدَہٖ بِلْقَیْسُ کَانَتْ عَمَّتِیْ
مَلَکَتْھُمْ حتّٰی اتَا ھَا الھُدْھُدُ

اس کے بعد میری پھوپھی بلقیس تھی جو ہدہد کے آنے تک ان پر حکمران تھی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وکیع بن سلمیٰ زہیر

ابن الکلبیؒ نے بیان کیا ہے کہ جرہم کے بعد بیت اللہ کا والئی وکیع بن سلمیٰ ہوا۔اس نے مکہ کی نچلی جانب ایک محل بنایا جس میں اس کی قوم نے بسیرا کیا اور وہ حزورہ نامی قوم کا سردار تھا۔اس نے اپنے محل میں ایک سیڑھی بنا رکھی تھی جس پہ چڑھ کے وہ اللہ کی مناجات کیا کرتا تھا اور ایسی باتیں کرتا جن میں دانش پائی جاتی تھی۔اس دور کے عربوں کا خیال تھا کہ یہ تین صدیقین میں سے ایک ہے۔اس کے اقوال میں سے کچھ یہ ہیں

- تمھارا رب کہتا ہے کہ میں نیکی کا نیک بدلہ دوں گا اور بدی کی سخت سزا دوں گا۔
- اور سب لوگ آسمان والے خدا کے غلام ہیں۔
- جرہم ہلاک ہو گئے اور ایاد کی کثرت ہو گئی۔
- صلاح وفساد کا بھی یہی عالم ہے۔
- مرتے وقت اس نے کہا:

میری وصیت سن لو:

گفتگو دو کلموں میں ہوتی ہے اور وضاحت کر دینے کے بعد حکم ہوتا ہے۔جو ہدایت پر ہو اس کی تابعداری کرو اور جو گمراہ ہو جائے اسے چھوڑ دو۔ہر شخص کو اس کے اعمال کی جزا ملے گی۔

ابن الکلبی نے کہا کہ وکیع جب مرا تو مکہ کے پہاڑوں پہ چڑھ کے اس کی موت کا اعلان کیا گیا۔

عربوں کا ایک شاعر وکیع کے بارے میں کہتا ہے کہ:

وَلَحْنُ اِیَادٌ عِبَادُ الاٰلَہٖ
وَرَھْطُ مُنَاجِیْہِ فِیْ سُلَّمٖ

ہم قوم ایاد اللہ کے بندے اور اس شخص کے قبیلے سے ہیں جو سیڑھی پہ چڑھ کے اللہ سے مناجات کیا کرتا تھا۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

وَنَحنُ وُلَاۃُ الحِجَابِ العَتِیْقِ
زَمَانَ النُّخاعُ عَلَی جُرْھُمٖ

اور ہم قدیم زمانوں سے مکہ کے والئی ہیں اس زمانے سے جب ''نخاع''[*79] نے قبیلہ جرہم کو آ پکڑا تھا۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

ھَلَکَتْ جُرْھُمُ الکِرَامُ فِعَالاً
وَوُلَاۃُ البِنِیَّۃِ الحُجَّابِ

کریمانہ افعال والے اہل جرہم ہلاک ہوگئے جو خانہ کعبہ کے والی تھے۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

نُخِعُوْا لَیْلَۃً ثَمَانِیْنَ کَھْلاً
وَشَبَا بًا کَفٰی بِھِمْ مِنْ شَبَابٖ

ایک ہی رات میں اسی ادھیڑ عمر لوگوں کو نخاع کی بیماری نے چاٹ لیا اور اسی قدر نو جوانوں کو بھی۔ [*80]

✪✪✪✪✪✪✪✪



ابن قتیبہ نے ابوقیس صرمہ کے بارے میں بیان کیا ہے کہ کہ وہ بنی النجار میں سے تھا۔اس نے راہبانیت اختیار کر لی تھی۔ وہ ٹاٹ کے کپڑے پہنتا تھا۔ وہ بتوں کی پوجا کے سخت خلاف تھا۔اس نے مذہب نصرانیت کو بھی قبول نہ کیا تھا۔اس نے خود کو اپنے ہی گھر میں قید کر لیا تھا۔اس نے اپنے گھر کو عبادت گاہ قرار دے لیا تھا۔وہ حائضہ عورتوں اور جنبی مردوں کو اپنے گھر میں نہ آنے دیا کرتا تھا۔وہ کہا کرتا کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رب کا پیرو ہوں۔تاہم جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اس نے اسلام قبول کر لیا اور بہت اچھا مسلمان ثابت ہوا۔یہ شعر اس نے نبی اکرم ﷺ کی شان میں کہا۔

ثَوٰی فِیْ قُرَیْشٍ بِضْعَ عَشْرَۃَ حِجَّۃً
بِمَکَّۃَ لَوْ یَلْقٰی صَدِیْقاً مُوَاتِیَا

آپ ﷺ مکے کے اندر قریش میں دس سے کچھ اوپر سال تک مقیم رہے تا کہ آپ ﷺ کو کوئی موافق دوست مل جائے۔

یہ اشعار بھی اسی کے ہیں۔مگر یہ اشعار اس نے عہد جاہلیت میں کہے۔

سَبِّحُوا اللّٰہَ شَرْقَ کُلِّ صَبَاحٍ
طَلَعَتْ شَمْسُہُ وکُلِّ ھِلَالٍ

ہر صبح سورج طلوع ہونے پر اور چاند نکلنے پر اللہ کی پاکیزگی بیان کیا کرو۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

یَا بَنِیَّ الأرْحَامَ لاَ تَقْطَعُوْھَا
وَصِلُوھَا قَصِیْرَۃً مِنْ طِوَالٍ

بیٹا: رشتہ داری کے تعلقات منقطع نہ کرنا انھیں ملاتے رہنا خواہ رشتہ داری چھوٹی ہو خواہ بڑی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

عرب معاشرے سے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات مٹ گئیں تو اُن کی حالت اونٹوں کے اُس انبوہ کی سی ہوگئی جس کا کوئی والی وارث نہ ہو۔ چنانچہ جس کا جدھر منہ سمایا وہ اسی طرف جانکلا، جس کا جو جی چاہا اُس نے وہی عقیدہ اپنا لیا ذیل میں ہم عربوں کے جاہلی عقائد بیان کرنے جارہے۔

صابئین یا ستارہ پرست

صابئین کا مذہب اوراس کے پجاری ایک قدیمی قوم ہیں جن کا تذکرہ تاریخ کے بہت سے ادوار میں مذکور ہے۔ یہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں بھی پائے جاتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تو مبعوث ہی اس قوم کی طرف کیے گئے تھے۔ اِن لوگوں کا مرکز حران تھا جو دجلہ اور فرات کے دوآبہ میں ایک قدیم شہر تھا جسے بلادِ مصر کا مرکز قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہیں صابئین کا بڑا مرکز تھا جہاں انھوں نے ستاروں کے معبد بنا رکھے تھے۔ مورخین نے بتایا ہے کہ صابئین کے کئی فرقے تھے جن میں کچھ دین حنیف پہ قائم تھے اور کچھ میں مشرکین کی عادات پائی جاتی تھیں۔ صابئین میں سے جو مشرک تھے وہ سات ستاروں اور بارہ برجوں کی تعظیم کرتے تھے اور اپنے مندروں میں اِن کی تصاویر بنا کر رکھتے تھے۔ اُن کے یہی معبد اُن کی عبادت گاہیں تھیں۔ اُن کی عبادت گاہیں وسیع اور عظیم الشان ہوا کرتی تھیں۔ جیسے عیسائیوں کے گرجے اور یہودیوں کے بیعہ ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح انھوں نے ایک بہت بڑا معبد سورج کے لیے بنا رکھا تھا جو اِن کی سب سے بڑی عبادت گاہ تھی۔ سورج دیوتا کی اس عبادت گاہ کے علاوہ بھی ان کی کئی عبادت گاہیں

تھیں۔انھوں نے ایک معبد چاند کے لیے بھی بنا رکھا تھا۔اسی طرح ایک زہرہ کے لیے،ایک مشتری کے لیے،ایک عطارد کے لیے،ایک زحل کے لیے۔اس کے علاوہ اُن کی ایک عبادت گاہ علت اولیٰ کے لیے تھی۔یہ لوگ اِن ستاروں کی تصویریں ان مندروں میں سجا کے رکھا کرتے تھے۔یہ اپنے معبدوں میں جانوروں کی قربانی کرتے تھے اور مسلمانوں کی ہی طرح اِن میں سے کچھ لوگ ماہ رمضان کے مہینے میں روزے رکھتے تھے۔وہ دن رات میں کعبے کی طرف منہ کر کے پانچ نمازیں پڑھا کرتے تھے۔وہ مکے کی بھی تعظیم کرتے تھے اور اس کے حج کو بھی آتے تھے۔اس طرح اِن پہ کبھی کبھی مسلمان ہونے کا شک بھی ہوتا ہے اگر چہ حقیقت اس سے بہت دور ہے۔

یہ شبہ اس لیے ہوتا ہے کہ اُن کے عقائد و نظریات مسلمانوں کے دین کے بہت قریب ہیں۔وہ حج روزہ، نماز، قربانی پہ یقین رکھتے تھے۔شادی بیاہ کے معاملے میں بھی وہ انھیں رشتوں کی حرام قرار دیتے تھے جن کو مسلمان حرام سمجھتے ہیں۔اسی طرح وہ سور کے گوشت کو بھی حرام قرار دیتے اور عبادت کے دوران اپنا رخ بیت اللہ کی طرف کرتے تھے جس سے بعض لوگوں کو یہ اشتباہ ہوا کہ وہ مسلمان ہیں۔حالانکہ ان کا دین بہت قدیمی ہے خود قرآن نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور انھیں قدیم اقوام ہی میں شامل کیا ہے اور ان میں شامل اچھے لوگوں کو بشارت بھی دی ہے۔جیسا کہ سورۃ بقرہ میں صابئین کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصَارٰی وَالصَّابِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ O

القران الحکیم (سورۃ البقرۃ 2 / 62)

ترجمہ:

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہو گئے یا نصرانی اور صائبین ہیں جو بھی اللہ اور یوم آخرت پہ ایمان لایا اور نیک کام کیے ان کے لیے ان کے رب کے پاس بہت اجر ہو گا اور انھیں کوئی خوف ہو گا نہ غم۔

****

مفسرین نے اِن آیات کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں صابئیوں کو اُن چار امتوں میں شمار کیا ہے جن میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں جن میں سے ایک نجات پانے والی ہے اور ایک عذاب پانے والی ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے صائبین کا ذکر اُن چھ امتوں میں بھی کیا ہے جو ہلاک ہونے والی اور نجات والی دو قسموں میں منقسم ہیں ارشاد ہوتا ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئِيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ O

القران الحکیم (سورۃ الحج 17/22)

ترجمہ؛

"جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور صائبین اور نصاریٰ اور مجوسی ہیں اور وہ لوگ جو شرک کے مرتکب ہوئے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے مابین فیصلہ کر دے گا۔

****

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دو ایسی امتوں کا ذکر کیا ہے جن کے پاس کوئی کتاب نہ تھی اس لیے وہ عہد فترت میں شمار کیے گئے۔ اُن کے جو لوگ اپنی فطرت پہ قائم رہے اور انھوں نے شرک نہ کیا اور سعادت مند رہے۔ اُن کے متعلق جو معصیت اور شیطان کی راہ پہ چلے اور شرک کیا اُن دونوں گرہوں کا فیصلہ روزِ قیامت پہ اٹھا رکھا گیا۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ وہ دو امتیں اہل مجوس اور مشرکین تھے۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ اہل مجوس اور مشرکین کا ذکر صرف اُس آیت میں آیا ہے جس میں فیصلہ کرنے کا ذکر کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُن آیات میں جہاں اس نے جنت کا وعدہ کیا ہے اِن کا ذکر نہیں۔ ہر چند کہ صابئین کا ذکر دونوں جگہ کیا ہے جس سے یہ استنباط کیا جا سکتا ہے کہ صابئین میں شقی بھی تھے اور سعید بھی۔ مورخین نے اِن کے بارے میں لکھا ہے کہ ستاروں کے بارے میں صائبین کا عقیدہ ویسا ہی تھا جیسا کہ ستاروں

کے بارے میں منجمین سوچتے ہیں۔ صابئین کے اکابر کہتے تھے کہ جب بھی کوئی ستارہ یا سیارہ حرکت کرتا ہے یا مقیم ہوتا ہے تو اس کے اثرات نمایاں طور پہ انسانی زندگی اور اس کے افعال پہ مترتب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ بارش کا آنا اور طوفانوں کا آنا یا زلزلے وغیرہ۔ ان کے ہاں انواء کا علم عروج پہ تھا[81*] ۔یاد رہے کہ صائبہ کا شمار بڑی امتوں میں کیا گیا ہے اس لیے اِن کے بارے میں جس قدر معرفت حاصل ہوئی ہے اسی قدر ان کے دین نظریات اور عقائد میں وسیع اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی تب عربوں میں بھی صابئین کے کئی گروہ پائے جاتے تھے۔ ابن الجوزی نے بیان کیا ہے کہ جب اسلام آیا تو صنعاء میں ارکان سلطنت کی ایک جماعت اسی مذہب کی پیرو تھی۔

انھیں میں ہلال بن المحسن الصابی بھی شامل تھے [82*] جو دیوانِ انشاء اور کئی دیگر رسائل کے مصنف تھے۔ ہلال مسلمانوں کے ساتھ روزہ رکھا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ عبادت کیا کرتے تھے۔ اِن کے ساتھ زکواۃ ادا کرتے اور اللہ کی طرف سے حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دیتے تھے۔ لوگ اس بات پہ تعجب کرتے تھے کہ وہ مسلمانوں کے دین میں شامل بھی نہیں ہوتے اور ہر عمل میں ان کی موافقت بھی کرتے ہیں اور یہ اس لیے تھا کہ صابئین کا مذہب عام طور مختلف مذاہب کا مغلوبہ تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اِن کے دین کی اصل یہ تھی کہ یہ لوگ دنیا بھر کے مذاہب کی خوبیاں الگ کر لیتے اور اِن کی خرابیوں سے قولاً اور فعلاً علیحدگی اختیار کر لیتے۔ اس لیے اِن کو صائبہ کیا کہا گیا جس کا معنی ہے خارج ہو جانا۔ چنانچہ یہ لوگ ہر مذہب کی جملہ اور تفصیلی باتوں سے نکل جاتے اور صرف ان امور پہ کاربند رہتے جو اِن کے نزدیک حق ہوتے۔ اس لیے جب اسلام آیا تو کفارِ قریش نے نبی اکرم ﷺ کو بطور طنز صابی کہا۔ وہ آپ ﷺ کے اصحاب کو صباہ کہا کرتے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ تمام امتوں کے ساتھ شریک بھی ہیں اور ان سے جدا بھی۔ ان میں سے جو اپنے عقائد اور افعال کے حوالے سے حنیف ہیں یعنی مسلمانوں کے قریب ہیں اُن کو سعد شمار کیا گیا ہے اور اِن میں جو بت پرست ہیں یا کافروں کے دیگر اعمال میں شامل ہیں یعنی شرک کرتے ہیں اُن کو کافر یا نجس کہا گیا ہے۔ صائبین میں ان لوگوں کا بھی ایک بڑا گروہ شامل رہا ہے جو خود کو فلسفی کہتے ہیں اور ادیانِ عالم سے وہ تمام چیزیں چن لیتے طبیعت جن کو پسند کرتی ہے۔ ان کے صاحبِ دانش افراد کے نزدیک انبیاء کی شریعت کی اطاعت واجب ہے۔ جب کہ ان فلاسفہ میں سے بعض نے اس امر میں سکوت اختیار کیا ہے یعنی نہ تو وہ لوگوں کو انبیاء کی تعلیمات کی طرف دعوت دیتے ہیں

اور نہ ہی اِن کو منع کرتے۔ تاہم اِن کے عوام کی ایک بڑی اکثریت جو اِن کے بے وقوفوں اور نچلے درجے کے لوگوں پر مشتمل تھی انبیاء کی شریعت کی اطاعت سے لوگوں کو منع کرتے تھے۔ اُن کے فلاسفہ لوگوں کو اسی طرز کی باتوں کی طرف بلایا کرتے جو انھوں نے سابقہ انبیاء سے پائیں تھیں۔ یعنی وہ لوگوں کو معروفات کی بلاتے اور منکرات سے روکتے تھے۔ جس کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ فلاسفہ کے اس عہد میں نہ تو اِن کی طرف کوئی نبی آیا اور نہ کوئی رسول اور نہ ہی اِن کے پاس کوئی کتاب تھی جس سے یہ لوگ راہنمائی حاصل کرتے۔ چنانچہ یہ امر ثابت ہو چکا کہ صائبین من حیث القوم کئی مختلف الخیال گروہوں میں منقسم تھے۔ ان میں سے ایک گروہ صائبہ حنفاء کا تھا تو ایک گروہ صائبہ مشرکین کا، ایک گروہ صائبہ فلاسفہ کا تھا تو ایک گروہ ان میں سے وہ تھا جو ان تمام خوبیوں کا مجموعہ تھا جن پر دیگر اہل ملت عمل پیرا ہوتے ہیں۔

اس امر میں وہ کسی خاص ملت یا مذہب کی قید نہیں لگاتے تھے۔ صائبین میں سے فلاسفہ کا گروہ اگرچہ تمام انبیاء کی نبوتوں کا اقرار کرتے ہیں مگر اُن کی تعلیمات اور شریعت کے ضمن میں خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو بالجملہ اور بالتفصیل دونوں طرح سے انبیاء کا انکار کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ اس کا بات کا اعتراف ضرور کرتے ہیں کہ اس جہاں کا کوئی پیدا کرنے والا ہے جو دانا اور عیوب سے پاک ہے۔

صائبین کے فرقوں میں سے مشرکین کا گروہ زیادہ فعال تھا اور اس نقطہ نظر کی پیروی کرنے والوں کو اکثریت حاصل تھی۔ اُن کے عقائد کے مطابق انسان کے پاس اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی کوئی سبیل نہیں اور یہ کہ انسان روحانی وسیلے سے اللہ کا تقرب حاصل نہیں کرسکتا۔ اس لیے وہ اپنے بتوں کو انسان اور الٰہ کا درمیانی وسیلہ بتاتے ہیں۔ وہ کہتے کہ یہ وہ روحانی مقرب ہیں جو جسمانی مادے اور قویٰ سے پاک ہیں بلکہ وہ تو خاص اسی مقصد کے لیے پیدا کیے گئے ہیں کہ وہ انسان اور خدا کی درمیانی کڑی کا کردار ادا کریں۔ وہ کہتے کہ ہم پہلے اِن کا قرب حاصل کرتے ہیں پھر اِن کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ یہ بت ہمارے مالک خدا اور رب الارباب اور الٰہ کے پاس ہمارے سفارش کنندہ ہیں۔ لہٰذا ہمارا لیے ان کو پوجنا اس لیے لازم ہے کہ وہ تقرب الٰہ کا ذریعہ ہیں اور اِن کے ذریعے ہم اپنے نفسوں کو طبعی شہوات سے پاک رکھتے ہیں اور اپنے اخلاق کو قوت غضبیہ سے نجات دلاتے ہیں تاکہ ہمارے اور روحانیت کے مابین مناسبت پیدا ہو سکے اور روحیں الٰہ سے مل جائیں۔ جب ہم اس حالت کو پہنچ جائیں تو ہم اپنی حاجات اور احوال اِن کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اپنی گذارش اس خدا کے سامنے پیش کرتے ہیں جو ان کا بھی الٰہ

ہے اور ہمارا بھی الہٰ ہے۔اپنے اِن افعال کو وہ روحانی تطہیر کا نام دیتے اور کہتے کہ اس امر کے بغیر یعنی بتوں کو پوجے بغیر یہ ممکن ہی نہیں کہ ہم روحانی مدارج طے کرسکیں۔یہ اسی صورت ممکن ہے جب ہم ان کے سامنے عاجزی اختیار کریں، دعائیں مانگتے ہوئے اِن کے سامنے گڑگڑائیں اور اسی طرح نمازیں ادا کریں، زکواۃ ادا کریں، جانور قربان کریں، دھونی دیں اور ورد و وظائف کریں تب جا کر ہمارے نفسوں کو وہ استعداد اور استمداد حاصل ہوگی تب ہم چیزیں اس کان سے لیں گے جس سے اللہ کے رسول لیتے ہیں ۔لہٰذا اس صورت میں ہماری اور اُن کی کیفیت ایک جیسی ہوجائے گی۔صابئین کے عقائد میں یہ بھی شامل تھا کہ وہ انبیاء نوع کے اعتبار سے ہمیں جیسے ہیں اور مادے کے لحاظ سے ہمارے شریک ہیں اور شکل و صورت میں بھی ہمارے جیسے ہی ہیں اس لیے کہ جو کچھ ہم کھاتے ہیں وہی کچھ وہ بھی کھاتے ہیں جو کچھ ہم پیتے ہیں وہی کچھ وہ بھی پیتے ہیں اس لیے نبوت تو دراصل یہ ہے کہ ہم جیسے کچھ انسان ہم پہ فضیلت حاصل کرنے کے خواہاں ہیں۔تاہم ان عقل کے اندھوں کو ایک عام آدمی اور اللہ کے نبی کے مابین یہ بہت بڑا فرق نظر نہیں آیا کہ نبی پہ وحی کی جاتی ہے جبکہ عام آدمی کو اس کا کوئی شعور حاصل نہیں۔دراصل اِن لوگوں نے اِن دو بنیادی اصولوں کا انکار کیا ہے جنھیں لے کر اول سے آخر تک اللہ کے انبیاء و رسل اپناتے رہے ہیں۔پہلا یہ کہ خدائے واحد کی عبادت کرنا جس کا کوئی شریک نہ ہو اور اُن تمام خداؤں کا انکار کرنا جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے۔دوسرا یہ کہ اللہ کے اُن رسولوں پہ ایمان لایا جائے جو اللہ کا پیغام لے کر انسان کے پاس پہنچے ہوں اور اِن احکام پہ عمل کیا جائے جنھیں وہ انبیاء اللہ کی طرف سے لے کر آئے ہوں ۔ان کی تصدیق کی جائے اور اطاعت کی جائے۔

مزے کی بات یہ ہے کہ یہ امر کوئی خاص صابئین کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہ تو اِن تمام مشرک اقوام کا مذہب ہے جنھوں نے اللہ کا تو اقرار کیا مگر اُن کے انبیاء پہ ایمان لانے سے گریز کیا اور صائبیوں کا شرک تو ستاروں اور علویات کی وجہ سے تھا۔یہی وجہ ہے کہ اُن کے عقائد کو باطل قرار دینے کے لیے امام الحنفاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُن سے واضح مناظرہ کیا جس میں ان کی دلیل کو اللہ کی مدد سے غلبہ حاصل ہوا۔ چنانچہ ستاروں کے ساتھ اُن کی رغبت کو نظر میں رکھتے ہوئے حضرت ابراہیم نے فرمایا وہ میرا خدا کیسے ہو سکتا ہے جو خود غروب ہوجائے اس واقعہ کو قرآن نے اِن الفاظ میں پیش کیا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَباً قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لا أُحِبُّ الآفِلِينَ O فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغاً قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِن لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لأكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ O فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ O إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ حَنِيفاً وَمَا أَنَاْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ O

القرآن الحکیم (سورۃ الانعام 6 /80-79)

ترجمہ:

''چنانچہ جب رات طاری ہوئی تو اُس نے ایک تارا دیکھا اور کہا یہ میرا رب ہے مگر جب وہ ڈوب گیا تو بولا ڈوب جانے والوں کا تو میں گرویدہ نہیں ہوں پھر جب چاند چمکتا نظر آیا تو اس نے کہا یہ میرا رب ہے مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا اگر میرے رب نے میری راہنمائی نہ کی ہوتی تو میں بھی گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا ہوتا اور جب اس نے سورج کو روشن دیکھا تو کہا یہ سب سے بڑا ہے یہی میرا رب ہے مگر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو ابراہیم پکار اٹھا اے برادرانِ قوم میں ان سب سے بے زار ہوں جنھیں تم خدا کا شریک ٹھیراتے ہو میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر لیا ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

****

سورۃ الانعام کی اِن آیات میں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے ستاروں چاند اور سورج کے غروب ہو جانے کی بنا پر اُن کے اس عقیدے کو باطل قرار دیا جس کے تحت وہ چاند سورج اور ستاروں کی پرستش کرتے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بات اللہ کی شان کے خلاف ہے کہ وہ غروب ہو جائے یا ڈوب جائے۔ بلکہ اللہ تو ہر جگہ اور ہمیشہ موجود رہتا ہے وہ ہمیشہ غالب رہتا ہے اور کبھی مغلوب نہیں ہوتا۔ وہ اپنے بندوں کو نفع

اور نقصان پہنچانے پہ قادر ہے وہ اپنی مخلوقات کی بات کو سنتا ہے اور ان کے وجود کو دیکھتا رہتا ہے۔ وہ اپنی مخلوقات کو ہدایت فراہم کرتا ہے اور ان کی راہنمائی کرتا ہے۔ وہ اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے اور ہر اس شئے کو اُن سے دور کر دیتا ہے جو اِن کے لیے مضر ہو۔ یہ صفات خدائے واحد کے سوا اور کسی معبود میں نہیں پائی جاتیں جنھیں انسانوں نے اپنے ہاتھوں سے گھڑ لیا ہے اور اپنے نفسوں پہ ظلم کیا ہے۔ چنانچہ حقیقت یہی ہے کہ اللہ کے سوا ہر معبود باطل ہے یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم ﷤ نے دیکھا کہ چاند سورج اور ستاروں میں وہ صفات نہیں پائی جاتیں جو کسی خالق اور الٰہ کے شایانِ شان ہوں تو انھوں نے اُن تمام معبودوں سے اپنی بے زاری کا اظہار کیا جن کی پرستش میں اُن کی قوم کی ملوث تھی اور انھوں نے اپنا چہرہ اُس خالق کی طرف پھیر لیا جس نے تمام کائنات کو پیدا کیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم ﷤ کے اس ارادے کو قرآن حکیم میں یوں بیان کیا گیا۔

اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔

القرآن الحکیم (سورۃ الانعام 79/6)

ترجمہ:

''میں نے اپنا چہرہ اس خدا کی طرف پھیر دیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے''۔

****

اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ اِن کی جگھوں اور جولانگاہوں کا خالق ہے اور جولانگاہیں اللہ کی محتاج ہیں۔ اللہ کے بغیر اُن کا ثبات ممکن نہیں یہ مقام و محل کی محتاج ہیں جو انھیں اٹھائے رکھے اور پیدا کرنے والے کی محتاج ہیں جو اِن کی دیکھ بھال اور پرورش کرے۔ جو محتاج ہو مخلوق ہو پرورش پائے اور اس کی دیکھ بھال کی گئی ہو وہ خدا کس طرح ہو سکتا ہے۔ اس پہ حضرت ابراہیم ﷤ کی قوم نے اُن سے اللہ کے بارے میں حجت بازی کی۔ ظاہر ہے کہ جو اللہ کی عبادت کے امر میں حجت بازی کرے گا اس کی دلیل باطل ہوگی۔

تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

اَتُحَاجُّونِّیْ فِی اللّٰہِ وَ قَدْ ھَدَانِ ۔۔

القران الحکیم (سورۃ الانعام 6/ 80)

ترجمہ؛

''کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ اس نے مجھے ہدایت دی ہے''۔

****

یہ بہت ہی عمدہ کلام ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کیا ہے بلکہ اُن سے مناظرہ کیا ہے کہ یعنی کیا تم یہ چاہتے ہو کہ مجھے اپنے رب، اس کی توحید اور اس کی ذات کی عبادت سے ہٹا دو اور مجھے اس معاملے میں شک کا شکار بنا دو۔ حالانکہ اسی ذات نے تو میری راہنمائی کی ہے اور حق کو میرے لیے بہت واضح کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ میرے دل کو اطمینان حاصل ہو گیا ہے اور میں حق کو اسی طرح واضح طور پہ دیکھ سکتا ہوں جس طرح تم اس روشن دن کو دیکھ رہے ہو میرے لیے حق اور باطل میں فرق کر دیا گیا۔ چنانچہ مجھ پہ شرک کے باطل ہونے اور اس کے انجام بد کو کھول دیا گیا ہے۔ اس لیے میری قوم کے لوگو تم جان لو کہ تمھارے خدا پرستش کے لائق نہیں ہیں اور اِن کی پرستش کرنے والوں کے لیے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ذلت مقدر کر دی گئی ہے۔ تم لوگ الٹا مجھی سے ہی یہ مطالبہ کر رہے ہو کہ میں اللہ کی عبادت ترک کر دوں اور حق سے ہٹ جاؤں اور اس کی ذات کے ساتھ شریک ٹھیرانے لگوں حالانکہ اسی نے تو مجھے ہدایت بخشی ہے حق اور راستی کی طرف میری راہنمائی کی ہے۔

تم میری بات سنتے ہی نہیں ہو حالانکہ میں تمہیں باطل سے حق کی طرف بلا رہا ہوں، جہل سے علم کی بلا رہا ہوں، یہ تمھارے حق میں بھلائی کا باعث تھا کہ تم اندھے پن سے بینائی کی طرف چلے آتے مگر تم اتنے ظالم ہو کہ اپنے جھوٹے خداؤں کی خاطر مجھ سے حقیقی الہٰ کی پیروی پہ لڑتے ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کے بغیر کو کوئی عبادت کے لائق ہی نہیں اور اس کے سوا تمام معبود باطل ہیں۔ مشرکین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑا جاری رکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے خداؤں سے ڈرایا اور ان سے کہا کہ وہ باز آ جائیں ورنہ

اُن کے معبود اِن کو ضرر پہنچائیں گے اور اپنے باطل معبودوں کی عقیدت ان کے دل میں دور تک سرایت کر چکی تھی جس کے مقابل وہ کسی بھی حق کی بات یا دلیل کو سننے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ آنکھوں والے اندھے تھے اور کانوں والے بہرے تھے۔ غالباً اُن کے دلوں پہ مہر لگائی جا چکی تھی جو وہ اتنی سادہ سی بات بھی سمجھنے کے قابل نہ تھے کہ کوئی مخلوق اور ایسی مخلوق جو مٹی پتھر اور لکڑیوں کی بے بس مورتیوں کی صورت ہو کائنات اور خاص طور پہ انسان کی خالق اور مالک کیسے ہو سکتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ایک مشرک قوم کی طرح اُن کو اپنے معبودانِ باطل سے ڈرایا جن کی وہ اللہ کے ساتھ پوجا کرتے تھے اور قوم ابراہیم علیہ السلام نہ صرف بت پرست تھی بلکہ ستاروں اور سیاروں کی پوجا بھی کرتی تھی۔

تاہم حضرت ابراہیم علیہ السلام پہ حق بات کھل چکی تھی اس لیے وہ ان کی مورتیوں سے ڈرنے والے نہ تھے۔

انھوں نے اپنی قوم کو جواب دیا۔

وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖ ۔۔۔

القران الحکیم (سورۃ الانعام 6/ 80)

''جن بتوں کو تم اللہ کا شریک ٹھیراتے ہو میں ان سے نہیں ڈرتا''

****

اس لیے کہ تمھارے خدا تو اس سے بھی کم درجہ اور حقیر ہیں کہ وہ اِن لوگوں کو کوئی ضرر پہنچا سکیں جو اِن کا انکار کریں اور اِن کی عبادت سے روگردانی کریں۔

ازاں بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کا معاملہ اللہ کی مشیت پہ چھوڑ دیا۔

اور کہا:

کہ ڈرا تو صرف خدا ہی جاتا ہے۔

اور اسی سے امید وابستہ کی جا سکتی ہے۔

اور مجھے کوئی نقصان تبھی پہنچے گا جب وہ میرے خالق کی طرف سے ہوگا۔

اِلَّآ اَنۡ یَّشَآءَ رَبِّیۡ شَیۡـًٔا ؕ

القران الحکیم (سورۃ الانعام6/ 80)

''البتہ اگر اللہ جو میرا رب ہے وہ چاہے تو''۔

****

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم پہ اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ میں تمھارے خداؤں سے ڈرنے والا نہیں ہوں اور نہ ہی وہ مجھے کسی قسم کا نقصان پہچانے پہ قدرت رکھتے ہیں نہ اِن کی کوئی مرضی ہے اور نہ ہی اِن کو کوئی اختیار حاصل ہے۔

ہاں اگر میرا رب چاہے تو وہ ضرور مجھے دکھ اور مصیبت میں مبتلا کر سکتا ہے اس لیے کہ وہ اِن امور کی قدرت رکھتا ہے۔تمھارے معبود باطل اس کی قدرت نہیں رکھتے۔

کیونکہ وہ علم اور امر سے خالی ہیں۔

جبکہ میرا رب علیم وخبیر ہے اور اس کی مرضی پوری ہو کے رہتی ہے۔اُس کا علم ہر شئے پہ حاوی ہے لہٰذا اس کا بات وہی مستحق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اس کی عبادت کی جائے۔

أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ۔

القران الحکیم (سورۃ الانعام6/ 80)

''کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے''۔

****

اور اگر تم نصیحت کی راہ اختیار کرتے تو تمہیں یہ بات معلوم ہو جاتی کہ تمھارا اِن بتوں کو پوجنا جہالت کا ایک فعل ہے جس کی کوئی عقلی دلیل پیش نہیں کی جا سکتی اس لیے کہ اِن کی نہ تو کوئی مرضی ہے اور نہ

کوئی اختیار۔

پھر اپنی قوم سے فرمایا:

وَ كَيْفَ اَخَافُ مَا اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا۔

القران الحکیم (سورۃ الانعام6/ 81)

ترجمہ؛

"میں اِن بتوں سے جنھیں تم شریک بناتے ہو کیسے ڈروں جب کہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ اِن بتوں کو شریک قرار دے لیا ہے جن کے شریک بنانے کی خاطر اللہ نے کوئی محکم دلیل نازل نہیں کی"۔

****

دلیل کو پلٹنے کا یہ بہترین طریقہ ہے اور باطل کہنے والے کی حجت کے بارے میں یہ بتانا کہ وہ تو بذات خود اپنے غلط ہونے اور اپنے مذہب کے باطل ہونے کی دلیل ہے کیونکہ انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے اِن باطل معبودوں سے ڈرایا تھا جن کی عبادت کرنے کی کوئی دلیل اللہ نے نہیں اتاری تھی۔ لہٰذا اِن کی الوہیت کا باطل ہونا اور اِن کی عبادت کا ضرر رساں ہونا واضح ہو گیا۔ اس کے باوجود تم اللہ کے ساتھ شریک بنانے سے خوف نہیں کھاتے اور نہ اللہ کے ساتھ دوسرے خداؤں کی عبادت کرنے سے ڈرتے ہو۔ لہٰذا تم خود فیصلہ کرو کہ دونوں گرہوں میں سے کون اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ وہ خدا سے ڈرے ،موحدین کا گروہ یا مشرکین کا؟

اللہ نے ان دونوں گروہوں کے مابین عادلانہ فیصلہ کر دیا ایسا فیصلہ جس سے صحیح تر کوئی اور فیصلہ نہیں ہو سکتا چنانچہ فرمایا کہ:

اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُوْنَ ۝

القران الحکیم (سورۃ الانعام6/ 82)

ترجمہ؛

’’جولوگ ایمان لے آئے اورانھوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کیا(یعنی شرک کو)نہیں ملایا ان لوگوں کوامن حاصل ہوگااوریہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں‘‘۔

****

صحابہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم کوسخت دشواری پیش آئی اورہم لوگ شدید پریشان ہو گئے۔

چنانچہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے نفس پہ ظلم نہ کیا ہو؟

جس پہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یہاں ظلم سے مراد شرک ہےاورکیاتم نے اللہ کےاس صالح بندے کاقول نہیں سنا [83*]۔

اِنَ الشِّرکَ لَظُلُمٌ عَظِیمٌ

القران الحکیم (سورۃ لقمان13/31)

’’بے شک شرک تو کھلاظلم ہے‘‘۔

****

لہٰذااللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے مواحدین کے لیے ہدایت اورامن کا فیصلہ دیااورمشرکین کے لیےاس کے برعکس فیصلہ دیایعنی ان کے لیےگمراہی اورخوف ہے۔

چنانچہ ارشادِباری تعالیٰ ہے کہ!

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَى قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ O

القران الحکیم (سورۃ الانعام 6/ 83)

ترجمہ؛

''یہ وہ دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے خلاف عطا کی اور ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند فرما دیتے ہیں بے شک تمھارا رب علیم و حکیم ہے''۔

****

چنانچہ علامہ ابن حزم نے لکھا ہے کہ جس دین کی طرف صابی اپنے آپ کو منسوب کرتے تھے یہ مذہب روئے زمین پر قدیم ترین مذہب تھا اور یہی بیشتر لوگوں کا مذہب تھا۔ تا آنکہ انھوں نے اس میں نئی نئی باتیں پیدا کر لیں اور اس کے احکام کو بدل ڈالا۔ تب اللہ نے ان کی طرف اپنے جلیل القدر پیغمبر خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کو دین حق دے کر بھیجا جس پر آج ہم قائم ہیں اور اِن امور کی تصحیح کے لیے بھیجا جنھیں صابئیوں نے خراب کر ڈالا تھا۔ یعنی انھوں نے دین میں نئے امور شامل کر لیے تھے۔ جیسا کہ بتوں کی پوجا اور چاند ستاروں اور سورج کی پرستش وغیرہ۔ جس کی وجہ سے خلق خدا مشکل اور گمراہی کا شکار ہوئی۔ پھر اللہ نے آسان دین حنیف دے کر محمد ﷺ کو عربوں کی طرف بھیجا جن کے آبا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے پیرو تھے اور ایک زمانے تک حنفاء کہلاتے چلے آئے تھے مگر اب گمراہی اور بت پرستی کا شکار تھے۔

دور دور تک جہاں جہاں نظر جاتی ہے خالق کے وجود سے انکار کرنے والوں کے گروہ نظر آتے ہیں ۔ روس سے لے کر چین تک ، کیوبا سے لے کر جرمنی تک ایسے لوگوں کے انبوہ ہیں، جنھوں نے کسی خالق سے انکار کیا ہے۔ دراصل تو یہ لوگ جہنم کے وجود پر دلیل ہیں کہ روز محشر آخر اس کو بھی تو خوراک ملنی ہی ہے۔

خالق کے انکاری (دہریوں)

تاریخ عالم کے مطالعے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ خالق کے وجود سے انکار کرنے والے لوگوں کا گروہ بھی بہت قدیم ہے۔ دراصل یہ وہ لوگ ہیں جن کو اِن کی عقل نے دھوکا دیا ہے۔ اس لیے کہ وہ اُس خالق کے وجود سے انکاری ہیں جس کی گواہی کائنات کا ذرہ ذرہ دے رہا ہے، گل کی نازکی اور بادِ صبا کی راحت اس کے وجود پہ دلیل ہیں۔ بہار کی مست فضائیں اور خزاں کا حزن بھی یہی پکار رہا ہے کہ وہ خالق کے وجود پہ ایمان رکھتا ہے، شام ڈھلنے کا سماں اور دن نکلنے کے اوقات اپنے سحر کے پردے سے خالق کے وجود کو استحکام بخشتے ہیں، نیلے آسمان پہ سرمئی بادلوں کے آوارہ گروہ اپنے حسن سے انسان کو مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ خالق کے وجود پہ ایمان لائے، اور سب سے بڑھ کے انسان کا اپنا اندر اس کا قلب اس بات کا گواہ ہے کہ وہ مضطرب رہتا ہے کہ کوئی اسے خالق کے در کا پتا بتائے اور وہ اس کے سامنے جھک جائے کیونکہ اس کے سامنے جھک جانے سے انسان کو جو سکون میسر آتا ہے وہ دنیا کی کسی آسائش سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں انسانوں کے مختلف گرہوں نے اگرچہ اللہ کی ذات کے ساتھ شریک ٹھیرائے ہیں مگر شاید سب سے بدقسمت انسانی گروہ وہی ہے جس نے خالق کے وجود سے مطلق انکار کیا ہے۔ یہ نقطہ نظر اگرچہ

بہت قدیمی ہے مگر آج کی مادی دنیا میں اس کو بہت اہمیت حاصل ہو چکی ہے کیونکہ آج ماضی کے مقابلے میں خالق کے وجود کا انکار کرنے والے انسانی گروہ کی تعداد بہت زیادہ ہے اور انسانوں کا ایک انبوہ ہے جو روس سے لے کر کیوبا تک اور چین سے لے کر شمالی کوریا تک پھیلا ہوا ہے جو خالق کے وجود سے مطلق انکار پہ تلے ہوئے ہیں۔ دراصل یہ لوگ انتہائی نجس ہیں ان کا ظاہر اور باطن دونوں بہت قبیح ہیں۔ اس لیے کہ بت پرست بھی اپنے بت کے سامنے جب جھکتا ہے تو اپنے بت سے یہی فریاد کرتا ہے کہ مجھے خالق کے در تک لے جا۔ اور یہ دہریے تو ایک بیمار قوم ہیں جن کی زندگی اتنی بے رنگ اور بے کیف ہے کہ جاپان میں جب کوئی اپنی زندگی کی بے مقصدگی کا ادراک حاصل کرتا ہے تو خودکشی کر لیتا ہے کیونکہ اس کا دامن امید کے ہر پہلو سے خالی ہوتا ہے۔ آج کی جدید دنیا میں مارکس نے اِن لوگوں کو وہ مہمیز فراہم کی جس کے یہ مدتوں سے منتظر تھے۔ مارکس مجسم شیطان تھا جس نے خالق کے وجود سے انکار کرنے والے لوگوں کو دلیل فراہم کی۔

اگرچہ مارکس کو خود اپنی قوم نے بھی قبول نہ کیا تھا اور اس کی اپنی زندگی کوڑے دانوں سے روٹی کے باسی ٹکڑوں کی تلاش میں گزر گئی۔ رہا اس کا معاشی نظریہ جس میں اس نے انسان کے دکھوں کی نجات کو کھوجا تھا تو وہ اتنا بودا نکلا کہ نصف صدی بھی نہ چل سکا اور اپنی موت آپ مر گیا۔ مارکس کے نظریے کی اساسی غلطیاں دراصل ہمارا موضوع نہیں ہے[84*] ورنہ اس کے بارے میں بہت کچھ کہا جا سکتا تھا۔ ہم تاریخ کے اس دور سے بحث کر رہے ہیں جب نبی اکرم ﷺ کی پیدائش کا زمانہ قریب آ گیا تھا۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ عربوں میں بھی ایک قلیل گروہ بہر حال موجود تھا جس نے خالق کے وجود کا انکار کیا۔ خالق کے وجود سے انکار کرنے والے یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ عالم قدیم ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے جس میں کبھی کوئی جوہری تبدیلی واقع نہ ہوگی اور وہ کائنات کو ایک اتفاق کا[85*] شاخسانہ قرار دیتے تھے۔ اِن کا کہنا ہے کہ ساری کائنات کا یہ نہایت پیچیدہ نظام خود بخود بغیر کسی منتظم کے چل رہا ہے اور عالم بذاتِ خود کائنات کے تمام اجزا کو آپس میں جوڑے ہوئے ہے۔ چونکہ یہ لوگ خالق کے وجود ہی سے انکاری ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ روزِ آخر کے بھی منکر ہیں۔ وہ کہتے ہیں زمانہ انسان کو مارتا ہے اور زمانہ ہی اس کو پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ جب وہ خالق کے انکاری ہیں تو اس کے انبیاء کے بھی انکاری ہوئے اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ خطہ ارض پہ بسنے والا احسان ناشناس انسانوں کا یہ گروہ احساس کے بنیادی تخیل سے بھی

عاری ہے۔ان کے نزدیک زندگی عیاشی کے لیے ہے اور موت کے بعد کچھ بھی نہیں۔ یہ اتنا کمزور اور احمقانہ خیال ہے جس کے پیچھے کوئی بھی عقلی دلیل موجود نہیں ہے بلکہ صرف ضد ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ طبیعت انھیں زندہ کرتی ہے اور دہر یعنی زمانہ ان کو فنا کر دیتا ہے۔ان کے اسی عقیدے کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے۔

وَمَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ O

القران الحکیم (سورۃ الجاثیہ45/ 24)

ترجمہ؛

''ہماری زندگی تو صرف اسی دنیا کی زندگی ہے اسی میں ہم مرتے ہیں اور زندہ رہتے ہیں اور گردشِ لیل ونہار ہمیں ہلاک کرتی ہے''۔

****

خالق کے احسانات سے ناواقف انسانوں کے اس گروہ نے صانع اور مصنوعات کو الگ تھلگ قرار دے رکھا ہے۔ان کے علماء بلکہ شاید جہلا کہنا زیادہ بہتر ہوگا تو ان کے جہلا میں بھی تاریخی طور پہ دو نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اِن کا ایک فرقہ کہتا ہے کہ پہلے کوئی خالق ضرور تھا جس نے اس کائنات کو حرکت دی اور یہ حرکت اتنی عظیم تر تھی کہ وہ خالق کے قابو سے بھی باہر ہوگئی اور خالق اپنی ہی پیدا کردہ مخلوقات کے درمیان پس کر رہ گیا۔ اگرچہ مجھے ان کا یہ نقطہ نظر یہ کچھ مزاحیہ سا لگا ہے۔ان کا دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ کسی بھی شئے کی قطعاً کوئی ابتدا نہیں بلکہ وہ تو خود بخود ہی قویٰ سے فعل کی طرف نکل آتی ہیں۔لہٰذا جو چیز پہلے بلقوہ ہو اور وہ فعل کی طرف منتقل ہو جائے تو اشیاء کے مرکبات اور بسائط خود بخود پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں اور کسی چیز سے پیدا نہیں ہوتے۔ اگر کوئی اِن سے یہ سوال کرے کہ وہ اولین قوت کون سی ہے تو اس سوال کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا۔ان میں سے کچھ کہتے ہیں کہ جب ایک دفعہ کائنات حرکت میں آگئی اور اس کا نظام خود بخود وضع ہو گیا اور ستاروں سیاروں نے اپنے محور دریافت کر لیے تو پھر نظام

کائنات مستحکم ہو گیا جس کے لیے کسی خالق کے وجود کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ تاہم اگر کوئی اِن سے پوچھے کہ وہ اولین محرک کیا تھا جس کے باعث پہلی دفعہ کائنات میں حرکت پذیر ہوئی تو اس سوال کا بھی کوئی جواز اِن کے پاس موجود نہیں۔ تاہم عہد حاضر کے جہلا نے اس کے لیے ایک لفظ دریافت کر لیا ہے اور وہ ہے" اتفاق " کہ کائنات اتفاق سے حرکت میں آ گئی تھی۔

شہرستانی نے اپنی کتاب " **الملل و النحل** " میں دہریون کے نظریات سے اچھی بحث کی ہے اور اُن کے نظریات کا عقلی رد بھی پیش کیا ہے۔ دہریون چونکہ صرف دنیا کی زندگی ہی پہ اکتفاء کرتے ہیں اور روزِ آخرت کے منکر ہیں چنانچہ بیان کیا گیا کہ یہاں عالم سفلی میں طبائع محسوسہ ہیں جن کو زوال ہے اس لیے کائنات کو بھی زوال ہے اور یہی زوال زورِ آخرت پہ دلیل ہے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا گیا کہ زندگی اور موت تو مرکب ہیں انھیں اکٹھا پیدا کیا گیا اور الگ کر دیا گیا لہٰذا طبیعت جامع ہے اور زمانہ ہلاک کرنے والا ہے مگر اللہ کی ذات سے انکار کرنے والوں کو اِن باتوں کا علم نہیں اسی لیے کہ تو وہ اس قدر گہری جہالت میں جا الجھے جہاں سے اِن کی واپسی کا کوئی امکان نہیں۔ وہ صرف گمان سے کام لیتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان کو غور و فکر کے ضروری استدلال کی طرف دعوت دی ہے اور عقل کے اِن اندھوں کو جا بجا راہ دکھانے کی کوشش کی ہے اور یہ اس کا انتہائی احسان ہے۔

مثال کے طور پہ قرآن کی کچھ آیات پیش کی جاتی ہے۔

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِهِم مِّن جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ O

القران الحکیم (سورۃ الاعراف 7/ 184)

ترجمہ؛

"کیا انھوں نے اس بات میں غور نہیں کیا کہ اُن کا رسول کوئی دیوانہ نہیں ہے بلکہ وہ تو واضح طور پہ ڈرانے والا ہے"۔

****

مزید ارشاد ہوا کہ:

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا اِلٰى مَاخَلَقَ اللّٰهُ

O

القران الحکیم (سورۃ الاعراف7/ 185)

ترجمہ؛

''کیا انھوں نے آسمانوں اور زمینوں کی حکومتوں کو نہیں دیکھا اور کیا انھوں نے اِن چیزوں کو نہیں دیکھا جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے''۔

****

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِىْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ O

القران الحکیم (سورۃ حمٓ السجدہ41/ 9)

ترجمہ؛

''آپ ﷺ فرمادیں کیا تم اس خدا کا انکار کرتے ہو جس نے زمین و آسمان کو دو دن میں پیدا کیا''۔

****

يَااَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ O

القران الحکیم (سورۃ البقرۃ2/ 21)

ترجمہ؛

''لوگو: تم اس خدا کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم بچ سکو''۔

****

قرآن حکیم میں اِن کے بارے میں مزید ارشاد ہوتا ہے کہ۔

یَـا اَیُّھَـاالنّـَاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنْھَا
زَوْجَھَـا وَبَـثَّ مِـنْـھُـمَا رِجَالاً کَثِیْرًا وَّنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰـہَ الَّذِیْ تَسَاءَلُوْنَ بِہٖ
وَالْاَرْحَامَ O

القران الحکیم (سورۃ الزمر6/39)

ترجمہ؛

''لوگو: تم اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا ہے اور پھر اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور دونوں سے بہت مرد اور عورت پھیلائے تم اس خدا سے اور اُن رشتہ داریوں سے ڈرو جن کے متعلق تم سے باز پرس ہوگی۔

****

وَضَرَبَ لَـنَـا مَثَلاً وَنَسِیَ خَلْقَہٗ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ قُلْ
یُحْیِیْھَا الَّذِیْ اَنْشَاَھَا اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَھُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ O

القران الحکیم (سورۃ یسین36/ 78)

ترجمہ؛

''اس نے تو ہماری مثالیں بیان کیں اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اور کہا جب ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی تو انھیں کون زندہ کرے گا آپ فرما دیں انھیں وہی خدا زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ خدا تمام مخلوق سے واقف ہے''۔

****

اَ فَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ ھُمْ فِیْ لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ O

القران الحکیم (سورۃ ق 50/ 15)

ترجمہ؛

"کیا ہم تمہیں پہلی بار پیدا کرنے سے تھک گئے ہیں بلکہ یہ لوگ تو نئی پیدائش کے متعلق شک میں ہیں"۔

****

علامہ ابن قیم[*86] نے ان لوگوں کے رد میں لکھا ہے کہ!

"کہ جو لوگ طبیعت (فطرت) کے قائل ہیں اُن کا یہ کہنا کہ تمام مخلوق طبیعت یعنی فطرت سے پیدا ہوتی ہے جب کہ طبیعت اور فطرت میں عجائب و اسرار پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اگر اللہ انسانوں کے اس گروہ کی ہدایت کرنا چاہتا تو انسان خود اپنے آپ سے یہ سوال کرتا کہ اے میرے نفس مجھے بتا کیا یہ طبیعت بذاتِ خود قائم ہے اور اسے اِن عجیب افعال کا علم ہے اور اُن کے کرنے کی قدرت ہے یا یہ بذاتِ خود قائم نہیں اور اسے نہ اِن افعال عجیبہ کا علم ہے اور نہ اِن کے کرنے کی قدرت۔ بلکہ یہ تو ایک عرض اور صفت ہے جو متبوع کے ساتھ قائم ہے یہ اسی کی تابع ہے اور اسی میں پائی جاتی ہے اگر تیرا نفس تجھے یہ جواب دے کہ یہ طبیعت (فطرت) بذاتِ خود قائم ہے اور اسے مکمل علم، قدرت ارادہ اور حکمت حاصل ہے تو اس سے کہہ کہ یہ صفات تو خالق باری اور صورت عطا کرنے والے خدا کی صفات ہیں تو پھر تو اس کا نام طبیعت کیوں رکھتا ہے تو اس کا نام وہی کیوں نہیں رکھتا جو اس نے اپنے رسولوں کی زبانی بتایا ہے اور تو عقلمندوں اور سعادت مندوں میں شامل کیوں نہیں ہو جاتا کیونکہ جو صفات تُو نے طبیعت کی بیان کی ہیں وہ تو سب اللہ کی صفات ہیں۔ اگر تیرا نفس تجھے یہ کہے کہ طبیعت یعنی فطرت ایک عرض اور محمول ہے تو پھر یہ حامل ہوا جو اٹھائے جانے کا محتاج ہے جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تب تو وہ اسے اِن تمام افعال کا علم ہی نہیں ہے جو ارادہ قدرت اور شعور سے متعلق ہیں ہم اس

کے آثار کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں تو اس کے جواب میں تُو اس سے کہہ دے کہ یہ ایک ایسی بات ہے جس کی تصدیق عقل سلیم کا مالک کوئی بھی شخص کبھی نہ کرے گا اور یہ تمام عجیب وغریب افعال اور دانائی کی باریکیاں ہیں جن کو سمجھنے اور اِن پر قدرت حاصل کرنے سے عقلمندوں کی عقلیں عاجز آ چکی ہیں تو پھر از خود ہی وہ افعال کیسے صادر ہو سکتے ہیں جس فعل کی نہ کوئی عقلی دلیل ہو نہ قدرت نہ حکمت اور نہ شعور۔

چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی باتوں کی تصدیق کرنے سے انسان دیوانوں اور ہذیان کے مریضوں میں شامل نہیں ہو جاتا۔ اس کے بعد اپنے نفس سے کہو: جن امور کا تو نے دعوی کیا ہے اگر تجھے اِن کا ثبوت مل جائے تو بہر حال یہ بات واضح ہے کہ یہ صفت اُس کی اپنی ذات کو تو پیدا نہیں کر سکتی اور نہ اسے ایجاد کر سکتی ہے۔ لہٰذا تو اس سے پوچھ کہ اس کا موجد اور خالق کون ہے اسے یہ طبیعت کس نے عطا کی اور کس نے اسے ایسا کرنے والا بنایا؟ لہٰذا یہ بات اس کے پیدا کرنے والے اسے تراشنے والے اور اس کی قدرتِ کاملہ علم اور حکمت کاملہ پہ بہت ہی زبردست دلیل ہو گی۔ لہٰذا تجھے جہانوں کے رب کو معطل قرار دینے اور اس کی صفات اور افعال کا انکار کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور اگر ہوا تو یہ کہ تو نے اِن امور کی مخالفت کی جو عقل اور فطرت کے تقاضے کے مطابق ہیں۔ اور اگر ہم فیصلہ فطرت یا طبیعت پہ چھوڑ دیں تو پھر تو دیکھے گا کہ تو فطرت کے تقاضے سے باہر جا رہا ہے۔ لہٰذا تو نہ تو قطعاً عقل اور فطرت کے تقاضے کے مطابق چلتا ہے جو تمھارے جاہل ہونے کا نا قابل تردید ثبوت ہے۔ اگر تو عقل کی طرف رجوع کرے اور کہے کہ حکمت بھی حکیم قادر و علیم کے سوا کہیں نہیں پائی جا سکتی اور نہ ہی مضبوط اور محکم تدبیر صانع قادر و مختار کے سوا کسی اور میں پائی جا سکتی ہے جو تدبیر کرتا ہے اور اپنی تدبیر کو جانتا بھی ہے اور اس پہ قدرت بھی رکھتا ہے وہ نہ تو اس امر سے عاجز ہے اور نہ ہی اسے کوئی کام بوجھل معلوم ہوتا ہے۔

اس کے جواب میں تجھ سے کہا جائے گا۔

کہ تیرا خانہ خراب ہو تو نے اس خلاق عظیم کا اقرار کر لیا ہے جس کے علاوہ نہ کوئی خدا ہے اور نہ کوئی رب ہے۔ لہٰذا تو اسے طبیعت یا عقل فعال یا موجب بذاتہ ناموں سے نہ پکار بلکہ یوں

کہہ کہ یہی وہ خالق باری مصور، رب العالمین حیی و قیوم، رب السموات الارض اور رب المشارق اور رب المغارب ہے جس نے ہر چیز کی تخلیق عمدگی سے کی ہے اور جو کچھ بھی بنایا ہے مضبوط بنایا ہے۔ لہٰذا تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو اس کے ناموں اور اس کی صفات کا انکار کر رہا ہے بلکہ اس کی ذات کا بھی انکار کر رہا ہے اور تو اللہ کی بنائی ہوئی اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو دوسروں کی طرف منسوب کر رہا ہے حالانکہ تو اس بات پہ مجبور ہے کہ اس امر کا اقرار کرے اور ایجاد پیدائش اور ربوبیت اور تدبیر کو اسی کی طرف منسوب کرے۔ اور تیرے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ کار بھی تو نہیں لہٰذا ہر تعریف رب العالمین ہی کے لیے ہے"۔

****

ایک اور مفکر آمدی نے بھی اپنی ایک کتاب " **ابکار الافکار** " میں فطرت کے قائل لوگوں کے نظریات کے رد میں عمدہ بحث کی ہے اور بہت لطیف پیرائے میں ان کے نظریات کا ابطال کیا ہے، ہم نے طوالت کے خوف سے ان مباحث سے اعراض کیا ہے جن کو چاہت ہو وہ وہاں سے ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

عربوں میں بھی کچھ لوگ فطرت کے قائل تھے۔ اگرچہ اِن کا گروہ قلیل تھا۔ چنانچہ جو لوگ اس نظریے پہ قائم تھے انھوں نے اس کے لیے صفاتِ کمال بھی ثابت کی ہیں۔ مثلاً علم اور قدرت وغیرہ اور انھیں میں سے کسی نے کہا کہ!

مَنَعَ البَقَاءَ تَقَلُّبُ الشَّمْسِ
وَطُلُوعُهَا مِنْ حَيْثُ لَا تُمْسِي

سورج کے ردوبدل اور پھر اس کے اس جگہ سے طلوع ہونے نے جہاں وہ رات کو نہیں ہوتا ہمیں اس دنیا میں باقی رہنے سے منع کر دیا ہے۔

وَطُلُوعُهَا حَمْرَاءَ صَافِيَةً
وَغُرُوبُهَا صفراء كَالْوَرْسِ

اوراس کے سرخ وصاف ہونے نے اور ہلدی کی طرح زرد غروب ہونے نے ہماری بقا کی راہ مسدود کردی ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

تَجْرِیْ عَلَی کَبِدِ السَّمَاءِ کَمَا
یَجْرِیْ حِمَامُ الْمَوْتِ فِی النَّفْسِ

یہ وسط آسمان میں اس طرح چلتا ہے جس طرح موت اندرونِ جاں رواں رہتی ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَلْیَوْمَ اَعْلَمُ مَا یَجِیُٔ بِهٖ
وَمَضٰی بِفَصْلِ قَضَائِهٖ اَمْسِ

مجھے معلوم ہے کہ آج کا دن کیا کچھ لے کرآئے گا اور مجھے معلوم ہے کہ کل اپنے قطعی فیصلے کو لے کر بیت گئی۔[87*]

✡✡✡✡✡✡✡✡

مذکورہ بالا بیان کے مطابق دہر کو ماننے والوں اور طبیعت پر اعتقاد رکھنے والوں کے درمیان کوئی بڑا فرق نہیں ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے اِن دونوں گروہوں کے مابین ایک خفیف سے فرق کو بیان کیا ہے۔ چنانچہ کفار کے فرقوں پہ بحث کرتے ہوئے علامہ سعد تفتازانی نے اپنی کتاب" **شرح المقاصد** " میں لکھا ہے کہ!

''یہ بات واضح ہوگئی کہ کافران لوگوں کا نام ہے جن میں کوئی ایمان نہ رکھتا ہو۔اگر وہ ایمان کا اظہار کرے تو منافق کے نام سے مخصوص ہوگا۔اگر کوئی اسلام لانے کے بعد کافر ہو جائے تو اسے مرتد کے نام سے مخصوص کیا جائے گا کیونکہ وہ اسلام سے پھر گیا ہے اگر وہ دو یا دو سے زائد خداؤں کا قائل ہو تو اسے مشرک کے نام سے مخصوص کیا جائے گا اس لیے کہ اس نے الوہیت میں شرک کو مانا ہے۔اللہ کی ذات کے ساتھ اوروں یعنی بتوں اور مظاہر قدرت وغیرہ کو شامل کیا ہے اور ابتداً اللہ کی ذات کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں نے انھیں امور کو اختیار کیا تھا۔چنانچہ اگر قائل دو یا اس سے زیادہ خداؤں کا قائل ہو تو اسے مشرک کے نام سے یاد کیا جائے گا کیونکہ اس نے الوہیت میں شرکت کو مانا ہے۔اگر کوئی سابقہ ادیان اور منسوخ کتابوں میں سے کسی کا پیرو ہوگا تو اسے کتابی کہا جائے گا۔مثلاً یہودی اور نصرانی وغیرہ اور اگر وہ زمانے کے قدیم ہونے کا قائل ہوگا اور حوادِث کائنات کو اس کی طرف منسوب کرتا ہوگا تو اسے خاص طور پہ دہری کہا جائے گا۔اگر وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے وجود سے مطلق انکار کرتا ہو تو اسے خاص طور پہ معطل کہا جائے گا اور اگر نبی اکرم ﷺ کی نبوت کو ماننے اور عقائد اسلام کو ظاہر کرنے کے باوجود دل میں ایسے عقائد رکھتا ہو جو بالاتفاق کفر کا مظہر ہیں تو اسے بہ خصوصیت زندیق کہا جائے گا۔

ثنویہ کے عقائد

ثنویت کے قائل بھی بہت قدیم ہیں اور عربوں کے دَور تک اس نظریے پہ قائم کچھ لوگ نظر آ جاتے ہیں۔ یہ دو خداؤں پہ یقین رکھتے تھے۔ اِن کے نزدیک ایک خدا نیکی کا ہے اور ایک خدا بدی کا ہے۔ اِن کا عقیدہ یہ تھا کہ کائنات کو بنانے والے دو ہیں خیر کو بنانے والا نور ہے اور شر کو بنانے والی ظلمت ہے اور یہ دونوں قدیم اور ازلی ہیں ہمیشہ سے قائم ہیں اور ہمیشہ قائم رہنے والے ہیں۔ وہ قوی ہیں، حساس ہیں ،صاحبِ ادراک ہیں ارادہ اور حکم کے مالک ہیں، وہ سمیع ہیں بصیر ہیں، وہ دونوں اپنی ذات میں مختلف اور متضاد ہیں اور ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ چنانچہ نور صاحبِ فضیلت خوبصورت صاف خوشبودار اور خوش منظر ہے اس کی ذات نیک، کریم، حکیم اور نفع رساں ہے۔ اس سے نیکیاں، مسرتیں اور اچھائیاں صادر ہوتی ہیں، اور اس میں کسی بھی قسم کا ضرر نہیں پایا جاتا۔ جبکہ ظلمت اور بدی کا خدا اس کے برعکس ہے۔ یعنی اس میں گدلا پن، نقص، بدبو اور بدصورتی پائی جاتی ہے، اس کا نفس شریر، بخیل، بے وقوف اور بدبودار ہوتا ہے اور وہ انسانوں کے لیے ضرر کا باعث ہے۔ شر اور فساد اسی سے پیدا ہوتا ہے اس کے بعد اس مذہب

کے پیروافتراق کا شکار ہوجاتے ہیں اور دو گرہوں میں منقسم ہوجاتے ہیں چنانچہ اُن کا ایک گروہ کہتا ہے کہ!

نور ازل سے تاریکی سے بالا رہا ہے۔

دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ!

نور اور ظلمت ہمیشہ سے پہلو بہ پہلو رہے ہیں۔

انھیں کے ایک اور فرقے کا کہنا ہے کہ!

نور ہمیشہ شمال کی جانب سے اٹھتا ہے اور ظلمت جنوب کی جانب سے نیچے آتی ہے۔اور یہ کہ نور و ظلمت ازل سے ایک دوسرے کے مخالف چلے آئے ہیں۔

ثنویت کے قائل کہتے ہیں کہ!

انسان چار ابدان کا مرکب ہے اور پانچویں روح ہے۔

چنانچہ انھوں نے نور کے جو چار ابدان بیان کیے ہیں وہ یہ ہیں۔

خاک،نور،ہوا اور پانی۔

جب کہ روح پانچویں ہے جو بہتا ہوا پانی ہے۔

دوسری طرف انھوں نے ظلمت کے ابدان بھی گنوائے ہیں جو یہ ہیں۔

آگ،تاریکی،بادِسموم اور کہر:

اور ظلمت کی روح دھواں ہے۔

پھر اس کے بعد بھی تقسیم در تقسیم کو جاری رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ!

ظلمت سے شیاطین پیدا ہوتے ہیں اور نور سے ملائکہ۔

نور نہ شر پہ قدرت رکھتا ہے اور نہ ہی اس سے شر سرزد ہوسکتا ہے۔

اسی طرح ظلمت خیر پہ قدرت رکھتی ہے اور نہ خیر اس سے سرزد ہوسکتا ہے۔

جیسا کہ اس مذہب کی تمثیلات اور عقائد بیان کیے گئے اس سے بخوبی معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ گمراہی کا راستہ تھا جس کو لوگوں نے اختیار کر رکھا تھا۔اس لیے ان کے تصورات اور عقائد نہایت کم تر درجے کے ہیں جس کی کوئی عقلی دلیل اُن کے پاس موجود نہ تھی۔ثنویت کے قائل آخر ختم ہو گئے اور

تاریخوں میں صرف ان کا تذکرہ باقی رہ گیا۔

جب اُن کی شریعت بیان کی جائے تو وہ بھی توہمات اور عجائب کا گورکھ دھندہ معلوم ہوتی ہے۔شاید صابئیوں کی طرح اِن کے آباء نے بھی مختلف مذاہب سے چنیدہ نکات پہ مشتمل کسی نظریے کو مذہب کا نام دے دیا تھا۔اس لیے بیان کیا گیا کہ ان کے ہاں دوسرے کو اذیت پہنچانا منع تھا، اِن پر عمر کے ساتویں حصے کے روزے فرض تھے۔اب پتا نہیں وہ اپنی کل عمر کیسے معلوم کرتے ہوں گے۔وہ ایک دن کی خوراک سے زیادہ اناج جمع کرنے کو جرم تصور کرتے تھے اور اُن کے مذہب کی اچھائیاں یہ تھیں کہ وہ بتوں کی پوجا سے دور رہتے جھوٹ بالکل نہ بولتے ،بخل کے قریب نہ جاتے زنا اور چوری سے پرہیز کرتے وغیرہ وغیرہ۔

ثنویت کے عقائد میں تفرقہ اور افتراق بہت ہے اور ان کے علماء مختلف معاملات میں مختلف نقطہ نظر رکھتے تھے۔

چنانچہ اُن کا ایک گروہ کہتا کہ ظلمت قدیم ہے۔

اور دوسرا فرقہ کہتا کہ نہیں ظلمت تو حادث ہے۔

اولالذکر کا طبقہ فکر کا خیال تھا کہ ظلمت قدیم ہے اور ابتدا ہی سے نور کے ساتھ رہی ہے۔

جبکہ آخرالذکر طبقہ کے علماء نے یہ عقیدہ وضع کیا کہ نور قدیم ہے مگر نور سے ایک ردی خیال سرزد ہوا تب ظلمت پیدا ہوگئی۔

چنانچہ ثنویت کی بنیاد انھیں دو نظریات پہ ٹکی تھی۔

اِن کے دونوں بنیادی اصول جن پہ اُن کے دین کی بنیاد تھی وہ دونوں ہی باطل خیالات تھے جن میں شیطان نے اِن کو الجھا رکھا تھا۔

اس لیے کہ یہ بدترین ،خبیث ترین اور ردی ترین موجودات اور بہترین موجودات کی ہمسر اور مخالف اور دشمن ہے ہمیشہ اس کا مقابلہ کرتی ہے اس کی مخالفت کرتی ہے اور اس کی اصل کو توڑ دیتی ہے اور زمانے کی بہترین چیز بھی اسے درمیان سے ہٹانے میں ناکام رہتی ہے۔ثنویت پسندوں کا یہ عقیدہ بت پرستوں سے بھی بڑھا ہوا تھا اس لیے کہ بت پرست تو اپنے بتوں کی عبادت اس لیے کرتے تھے کہ وہ انھیں اصل رب کے قریب کردیں۔

اور وہ اپنے بتوں کو اللہ کی ملکیت اور اللہ کے پروردہ اور اللہ کی مخلوق قرار دیتے تھے۔
جیسا کہ وہ اپنی تلبیہ میں بیان کرتے کہ!
لَبَّيْكَ اَللّٰهُمّ لَبَّيْك لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكٌ هُوَلَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَامَلَكَ ۔
خدایا میں حاضر ہوں بار بار تیری اطاعت کے لیے حاضر ہوں اور تیرا کوئی شریک نہیں۔اس شریک کے سوا جو تیرا ہے اور تو اس کا بھی مالک ہے اور اِن تمام چیزوں کا بھی مالک ہے جن کا وہ مالک ہے۔
ثنویت کا دوسرا اصول یہ ہے کہ!
انھوں نے نور کو اس بات سے منزہ قرار دیا ہے کہ اس سے شر صادر ہو پھر اسے ہر قسم کے شرک کا منبع اصل اور پیدا کرنے والا قرار دیا ہے۔اس طرح انھوں نے دو خدا دو رب اور دو خالق قرار دے دیئے۔
جن کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ انھوں نے اللہ کی ذات سے انکار کیا۔
اس کی صفات سے انکار کیا۔
اس کے ناموں سے انکار کیا۔
اس کے رسولوں سے انکار کیا۔
اللہ کے ملائکہ سے انکار کیا۔
انبیاء کے انکار کے بعد اس شریعت کا بھی انکار کیا جو انبیائے علیہ السلام اللہ کی طرف سے لے کر لوگوں کی طرف اترے۔
اس طرح اُن کے دین کی بنیاد میں بہت سے انکار جمع ہو گئے جو شرک پہ منتج ہوئے اور ثنویت کے ماننے والے بدترین شرک کا شکار ہوئے۔
ان کے عقائد پہ بہت سے لوگوں نے تنقیدی مباحث تحریر کیے ہیں ہم صرف ابن قتیبہ کی ایک بحث یہاں درج کرتے ہیں۔
''کہ ان میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جنھیں مورخین نے'' **دیصانیہ** ''کہا ہے۔ان کا خیال ہے کہ اس جہان کی طینت اچھی ہوا کرتی تھی اور یہ کچھ عرصے تک اسی نور کے جسم سے مشابہت رکھتی رہی جو اِن کے نزدیک خدا ہے مگر خدا کو اس سے اذیت پہنچتی تھی جب دیر تک ایسا ہوتا رہا

اس نے اسے اپنے سے دور کرنا چاہا لہٰذا خدا بھی وہی کچھ بن گیا اور اسی کے ساتھ مل جل گیا پھر اِن دونوں سے یہ جہان مرکب ہوا جو ظلمت اور نور پہ مشتمل ہیں۔ چنانچہ جن امور میں نیکی پائی جاتی ہے وہ تو نور کی طرف آئے ہیں اور جن امور میں فساد پایا جاتا ہے وہ ظلمت کی طرف سے اترتے ہیں وہ کہتا ہے کہ یہ لوگوں کو ہلاک کرتے ہیں ان کا گلا گھونٹتے ہیں اور پھر خیال کرتے ہیں کہ ہم اِن پہ احسان کرتے ہیں۔ یہ اس طرح یہ لوگ خیال کرتے کہ وہ لوگوں کی نورانی روح کو تاریک جسم سے نجات دلا رہے ہیں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ مدت تک تنہا رہنے سے اداس ہو گیا لہٰذا اس کے دل میں برا خیال آیا اور اس خیال نے جب جسم کو اختیار کیا تو ظلمت بن گیا پھر اس سے ابلیس پیدا ہوا اللہ نے اسے اپنے سے دور رکھنا چاہا مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا لہٰذا اس نے ملائکہ کی فوجیں پیدا کیں اور نیکیوں کو پیدا کر کے شیطان سے اپنا بچاؤ کیا بہر حال اب ابلیس نے اپنا شر پیدا کر دیا تھا جس سے بدی کا وجود پھیلنے لگا۔ چنانچہ ثنویت پسندوں کے دین کی اصل یہ ٹھہری کہ اس نے پانچ کو قدیم جانا خدا، زمانہ، خلا، ہیولی اور ابلیس۔ خدا نیکیوں کا خالق ہے اور ابلیس شر کا۔ مفکرین میں سے محمد بن زکریا الرازی کا یہی خیال تھا تاہم وہ ابلیس کی نفی کرتا تھا اور اس کی جگہ نفس کو مانتا تھا۔

****

اسی لیے لوگوں نے کہا کہ!

ثنویت کو ماننے والوں کے ہاں صائبیت، دہریہ، فلاسفہ اور براہمن کے تخیل کی آمیزش بھی تھی۔

اور وہ کائنات کے پانچ بنیادی عناصر کے قدیم ہونے کے قائل بھی تھے۔

محمد بن رازی بھی انھیں میں سے تھا۔

اس نے اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاء کے ابطال پہ ایک کتاب بھی لکھی تھی۔

ایک کتاب آخرت کے انکار پہ لکھی۔

جہاں صابئیوں نے دوسرے مذاہب سے اچھی باتیں چن لیں تھیں اسی طرح ثنویت پسندوں نے لوگوں کے ادیان سے بری باتوں کا انتخاب کیا تھا اس لیے بلاشبہ اسے ایک برا دین قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس طرح انھوں نے دنیا کے تمام زندیقوں کو جمع کر کے ایک نیا دین گھڑ لیا اور کہا کہ!

باری، نفس، ہیولیٰ اور زمان و مکان سب قدیم ہیں اور یہ جہان حادث ہے۔

کسی نے پوچھا؟

اس جہاں کے حادث ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جواب دیا گیا کہ!

''جب نفس نے اس جہان میں غور و فکر کرنا چاہا اور اس کی خواہش نے اس میں حرکت پیدا کی تو اسے معلوم نہ تھا کہ جب نفس کے اجزا بکھر کر اس جہان میں مل جائیں گے تو اس کا انجام کس قدر برا ہوگا۔

لہٰذا نفس بیقرار ہو گیا اور ہیولیٰ نے غیر مرتب اور غیر منظم طور پہ حرکت کی۔

مگر وہ اپنے ارادے کو پورا کرنے سے عاجز آ گیا۔

اس باری نے اس جہاں کے پیدا کرنے میں اس کی مدد کی اور اسے ایک نظام اور اعتدال کا پابند ہو نے پہ مجبور کر دیا کیونکہ باری کو معلوم تھا کہ جب یہ نفس اپنے کیے کی سزا بھگت لے گا تو اپنے جہان میں واپس لوٹ جائے گا۔

پھر اس کا اضطراب ختم ہو جائے گا۔

اس کی خواہشات زائل ہو جائیں گی۔

اور اسے آرام مل جائے گا۔

لہٰذا نفس نے باری کی مدد سے اس جہان کو پیدا کیا۔

اس طرح کی خرافات کی ایک لایعنی تفصیل سے جس پہ ثنویت کی بنیاد رکھی تھی ہم نے اس کے باقی تذکرے کو اس لیے حذف کر دیا ہے کہ روزِ ازل سے انسان کی جہالت اور گمراہی میں قدر مشترک ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ انسان اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھیرانے سے باز نہیں آتا اور ناشکری کی راہ اختیار

کرتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ تاریخ عالم میں اللہ کی ذات کا انکار کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہے مگر اس کے ساتھ شریک ٹھیرانے والوں کا ایک انبوہ کثیر ہے جس نے اپنے ارادہ واختیار کو اپنے نفس کا غلام بنالیا اور جس طرف اس کا منہ آیا وہ بلا سوچے سمجھے اسی طرف چل نکلا یہی وجہ ہے کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں انسان کی عقائدی پستی کا احوال ششدر کر دیتا ہے کہ وہ نہایت ہی ادنیٰ سی چیز کو اپنا معبود قرار دے لیتا ہے اور اسی کے سامنے سر جھکانا شروع کر دیتا ہے اور اس کی اسی گمراہی اور خام خیالی کو اس سے دور کرنے کے لیے اللہ کے پیغمبر فلاح کا پیغام لے کر زمین اتر تے رہے ہیں۔

آگ کے پجاری

عربوں میں ایسے لوگ متفرق تھے دراصل یہ مذہب اہل ایران کا تھا جو صدیوں سے اپنے آتش کدوں کو دہکا رہے تھے۔وہ آگ کے پجاری تھے،لوگ اِن کو مجوسی کہا کرتے تھے۔عرب کے کئی معروف لوگ اس مذہب کے پیرو تھے۔ایران کے مجوسیوں سے ہوتا ہوا یہ مذہب عربوں میں سرایت کر گیا تھا۔بعض مورخین کا دعویٰ ہے کہ آگ کی پوجا حضرت آدمؑ کے بیٹے قابیل نے شروع کی تھی اوراس کے بعد آگ کے پجاری تاریخ کے ہر دور میں نظر آتے رہے ہیں۔ابو جعفر بن ابن جریر طبریؒ نے آگ کے پجاریوں کے بارے میں لکھا ہے کہ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا اوراپنے باپ آدمؑ سے بھاگا۔

تو ابلیس نے اسے آ پکڑا اور سے کہا:

ہابیل کی قربانی اس لیے قبول کر لی گئی اور اسے آگ نے کھا لیا کہ وہ آگ کی خدمت اور پوجا کرتا تھا۔

لہٰذا تو بھی ایک آتشکدہ قائم کر لے۔

جس کی وجہ سے تم پر اور تمھاری اولاد پہ رحم کیا جائے گا۔

اس پہ قابیل نے دنیا کا پہلا آتش کدہ قائم کیا۔

لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ آگ کی پوجا اسلام کے بعد دنیا کا سب سے قدیم مذہب ہے۔

اور اسلام پہلا مذہب اس لیے ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اسلام پہ تھے۔

پھر یہ لوگ بڑھ گئے اور اِن کو مجوسی کہا گیا۔

انھوں نے جابجا آتش کدے قائم کیے اور لوگوں کو آگ کی پوجا کی طرف دعوت دی۔

انھوں نے بڑے بڑے اور عظیم الشان گھر بنائے جہاں آگ جلائی جاتی اور ان گھروں کے محافظ اور مجاور تھے جو لوگوں کو اس دین جاہلیت کی طرف بلاتے اور لوگ اپنی روایتی جہالت کی وجہ سے ان کی باتوں میں آجاتے اور آگ کی پوجا کرتے۔

تاریخ میں دنیا کے بڑے بڑے آتشکدوں کا تذکرہ موجود ہے۔

چنانچہ فریدون کے بادشاہ نے ایک بڑا آتشکدہ ''طوس''میں تعمیر کیا۔

فریدون نے ہی ایک اور آتشکدہ ''بخارا'' میں تعمیر کیا۔

اور بہمن نے ایک بڑا آتشکدہ ''سجستان''میں تعمیر کیا۔

اس طرح دیگر بہت سے آتش کدے تھے جو لوگوں نے اطراف دنیا میں تعمیر کیے گئے اور لوگ اس کی آگ کو ایک پل کے لیے بھی بجھنے نہ دیتے تھے۔

آتش پرست آگ کو مٹی سے افضل قرار دیتے تھے اس لیے وہ اس کی تعظیم کرتے تھے۔

ایک عرب بشار بن برد جو اسی مذہب کا پیرو تھا ایک شعر میں کہتا ہے کہ!

اَلأَرْضُ سَافِلَةٌ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ
وَالنَّارُ مَعْبُوْدَةٌ مُذْ کَانَتِ النَّارُ

زمین تو نیچے کو جانے والی سیاہ اور تاریک ہے اور آگ کی پوجا تو اس زمانے سے ہوتی چلی آئی

ہے جب سے آگ اس دنیا میں موجود ہوئی۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

اِن لوگوں کا عقیدہ یہ تھا آگ کی برکات دوسرے تمام عناصر کی برکات کے مقابلے میں زیادہ وسیع ہیں۔اس کا جسم سب سے بڑا ہے اس کی منزلت زیادہ وسیع ہے، اس کا جوہر زیادہ شرف والا ہے، اس کا جسم زیادہ لطیف ہے، اور دنیا میں ہر چیز کا وجود اسی کی بدولت ہے، اس کے امتزاج کے بغیر نہ نشو ونما ہوسکتی ہے اور نہ کوئی چیز وجود میں آسکتی ہے اور نہ ظہور پذیر ہوسکتی ہے۔

دنیا کے اکثر مذاہب کی طرح مجوسیت میں بھی کئی فرقے پائے جاتے ہیں۔

ان فرقوں کی عبادات کے طریقوں میں بھی فرق پایا جاتا تھا اگرچہ یہ امر سب میں مشترک تھا کہ وہ آگ کے پجاری تھے۔

وہ آگ کی پوجا اس طرح کرتے کہ وہ آگ کے چاروں طرف زمین میں گہری خندق کھود لیتے اور درمیان میں آگ جلا کر اس کا طواف کرتے جب کہ ان کا ایک گروہ کسی نفس کو آگ میں جلانے کے خلاف تھا اور مجوسیوں کی اکثریت اسی نقطہ نظر کی پیرو تھی۔

جبکہ آتش پرستوں کا ایک گروہ آگ کی پوجا میں حد سے گزر گیا تھا وہ خود کو اور کبھی کبھار اپنی اولاد کو بھی آگ میں ڈال دیتے تھے۔اس عقیدے پہ ہندوستان کے کئی بادشاہ اور اُن کی قومیں قائم تھیں۔خود کو آگ میں ڈالنے کا طریقہ قدیم زمانوں سے چلا آرہا تھا۔اس کا طریقہ مشہور ومعروف تھا۔بعض اوقات کئی اشخاص اپنی بیوی کے ساتھ بھی آگ میں کود جاتے اور اس کے لیے مجوسیوں کی قوم میں کئی طریق اور تہوار پائے جاتے تھے۔

چنانچہ ان میں سے جب کوئی خود کو آگ پہ قربان کرنا چاہتا تو اس کی قوم سب سے پہلے اس شخص کی خوب تعظیم کرتی اس کو خوب منظّم کیا جاتا اور اس کی سواری کے لیے بہترین گھوڑا لایا جاتا اور باجوں گاجوں سے پوری شان کے ساتھ اسے آگ کی طرف لے جایا جاتا جہاں وہ خود کو آگ کے حوالے کردیتا۔

جب وہ آگ میں کودتا تو لوگ بہت زیادہ شور کرتے اور چلاتے اور اس کے لیے دعائیں کرتے۔
انھیں اس شخص کے اس فعل پہ رشک آتا۔
وہ کہتے کہ تھوڑی دیر بعد یہ شخص خود ہی آگ سے باہر نکل آئے گا۔
شیطان اس شخص کی صورت اختیار کر کے اِن کے سامنے آجاتا اور جو جہالت کا حکم اُن کو دینا چاہتا دیتا۔
جسے وہ بغیر کسی دلیل کے قبول کر لیتے۔
آتش پرستوں میں سے بعض لوگ زاہد اور عابد ہوتے۔
وہ لمبا روزہ رکھتے اور چالیس چالیس دن تک آگ کے گرد بے حس وحرکت بیٹھے رہتے۔
اس طرح کے لوگ جب اس چلّے سے اٹھتے تو لوگوں کو معروفات کی طرف بلاتے جیسے کہ صدق، وفا، ایمانداری، پارسائی، عفت اور عدل کی ترغیب دیتے۔
وہ لوگوں کو منکرات سے روکتے جیسے کہ زنا چوری اور جھوٹ وغیرہ۔
اہل مجوس کا آگ کی پرستش کرنے میں ان کا اپنا طرز عمل ہے اور احکام ہیں اور وہ وضع خاص ہے جن کی ادائیگی میں وہ کوتاہی نہ کرتے تھے۔
انسانی عقل کی نادرہ کاریوں اور باہمی تناقص کی ایک مثال یہ ہے کہ انھیں کا ایک گروہ اللہ واحد لاشریک کو چھوڑ کر پانی کی پوجا کرتا تھا۔
لوگوں نے اِن کے اس طبقے کو " **حلبانیہ** " کہا۔
حلبانیہ کا خیال تھا کہ!
پانی ہی ہر چیز کی اصل ہے اور اسی کی بدولت ہر چیز کی ولادت، نشوونما، پاکیزگی اور آبادانی ہے اور یہ کہ اس دنیا میں ہر کام کے لیے پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔
ان کا پانی کی پوجا کرنے کا طریقہ بھی عجیب تھا۔
کہ اِن میں جب کوئی پانی کی عبادت کے لیے گھر سے نکلتا تو جس قدر خوشبو اور پھول اس کو دستیاب ہوتے وہ ساتھ لے جاتا۔
وہ اپنے سر کو ڈھانپ لیتا اور کمر تک گہرے پانی میں کھڑا ہو جاتا۔

جتنی دیر اس میں طاقت رہتی وہ پانی میں کھڑا رہتا اور پھول کی پتیاں اس میں بکھیر تا رہتا اور تسبیح و تحمید میں مصروف رہتا۔

آج بھی پانی کو پوجنے والے باقی ہیں کہ ہندوستان کے لوگ اپنے کئی دریاؤں کی پوجا کرتے ہیں۔ جن میں سرسوتی ندی اور گنگا جمنا جیسے دریا شامل ہیں جو اِن کے نزدیک پاک ہیں اور اس میں نہانے سے انسان کے گناہ پانی کے ساتھ بہہ جاتے ہیں۔

ابن قتیبہ [88*] نے " **کتاب المعارف** " میں اُن عربوں کا تذکرہ کیا ہے جو دین مجوسیت کے پیرو تھے۔ ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ عربوں میں مجوسیت کا رواج بنی تمیم میں تھا۔

جن میں سے زرارہ بن عدس تیمی تھا اور اس کا بیٹا حاجب بن زرارہ بھی انھیں میں سے تھا۔

حاجب بن زرارہ نے اپنی بیٹی سے شادی کر لی تھی کیونکہ مجوس اپنی بیٹی سے شادی کر لیا کرتے تھے۔

امام ماروری نے بھی حاجب بن زرارہ کے اس فعل کا ذکر کیا ہے جس کو عرب قبیح جانتے تھے اس لیے جلد ہی حاجب بن زرارہ بھی اپنے اس عمل پہ شرمندہ ہوا۔ تاہم اس کی بیٹی سے اسے اولاد ہوئی تو حاجب بن زرارہ نے اس کا نام کسریٰ شاہ ایران کی بیٹی دختنوس کے نام پہ رکھا کیونکہ کسریٰ شاہ ایران آگ پرست تھا۔

حاجب کے علاوہ بھی عربوں میں کئی مجوسی تھے جو اپنی قوم میں عزت دار اور قبیلہ میں سر بلند تھے۔

ان میں اقرع بن حابس اور زرارہ کی اولاد بھی تھی اور ابو لاسود تھا اقرع بن حابس کا ذکر کئی مورخین نے کیا ہے [89*]

جب حاجب بن زرارہ نے اپنی بیٹی سے شادی کی تو اس وقت رجز کے یہ اشعار پڑھے۔

يَا لَيْتَ شِعْرِی عَنْكِ دُخْتَنُوسُ

إِذَا اَتَا هَا الخَبَرُ العَرمُوسُ

اے دختنوس: کاش مجھے معلوم ہو کہ اس پہ کیا بیتے گی جب اسے یہ پوشیدہ خبر ملے گی۔

أَتَسْحَبُ الذَّيْلَيْنِ اَمْ تَمِيْسُ
لَا بَلْ تَمِيْسُ اِنَّهَا عَرُوْسُ
کیاوہ دامن گھسیٹ کر چلے گی یا مٹک کر چلے گی نہیں بلکہ مٹک کر چلے گی کیونکہ وہ تو دلہن ہے۔

زرارہ اوراس کے بیٹے اوراقرع بن حابس اورابوالاسود کا حال ابواصفہانی نے اپنی کتاب **"الاغانی"** میں درج کیا ہے۔اقرع بن حابس پہلے مجوسی تھے پھراللہ نے ان کو اسلام کی دولت سے نوازااور وہ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں شامل ہوئے۔ابن اسحاق نے ان کا نسب یوں بیان کیا ہے کہ یہ اقرع بن حابس بن عقال بن محمد بن سفیان التیمی المجاشی الدارامی ہیں۔انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کے اسلام قبول کیا۔پھرفتح مکہ،غزوہ حنین اور طائف میں شرکت کی۔اقرع بن حابس مولفۃ القلوب میں سے تھےاوران کا اسلام مستحکم تھا۔

ابن الزبیر نے اِن کا ذکراپنی کتاب "**النسب**" میں کیا ہے کہ اقرع جاہلیت میں عربوں کے منصف تھے اورانھیں کے پاس عربوں کے دوقبائل خالد بن ارطاۃ وغیرہ مفاخرت کا مقدمہ لے کر گئے تھے۔

يَا اَقْرَعَ بْنَ حَابِس يَا اقْرَعُ
اِنَّكَ اِنْ يُصْرَعْ اَخُوكَ تُصْرَعُ
اے اقرع بن حابس: اے اقرع اگر تمھارا بھائی پچھاڑ دیا گیا تو تجھے بھی پچھاڑ دیا جائے گا۔

ابن درید کہتا ہے کہ؛

اقرع بن حابس کا اصل نام فراس تھا۔ان کے سر کے بال اڑ چکے تھے جس کی وجہ سے انھیں اقرع کہا گیا۔وہ عہد جاہلیت میں بھی اور عہد اسلام میں بھی عربوں کے شرفاء میں شامل تھے۔ابن شاہین نے روایت کی ہے جب عینیہ بن حصن نے بنی العنبر کے ایک شخص کو قتل کیا تو اِن کا وفد مدینہ آیا۔پھر سارا قصہ بیان کیا جو پہلے گزر چکا ہے کہ اس پہ اقرع بن حابس نے رسول اللہﷺ سے قیدی عورتوں کے بارے میں بات چیت کی۔

تب نبی اکرمﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اقرع نے جن عورتوں کے بارے میں کہا ہے ان کو رہا کر دیا جائے۔

چنانچہ اس بات پہ اقرع بن حابسؓ اور ان کا خاندان بہت خوش ہوا۔

وہ مدتوں اس بات پہ فخر کرتے رہے کہ نبی اکرمﷺ نے اُن کی تکریم کی تھی اور اقرع کے کہنے پر قیدی عورتوں کو چھوڑ دیا تھا۔

اہل مجوس کا تذکرہ اگرچہ طویل ہے مگر ہم اسی پہ اکتفاء کریں گے۔

جب اقرع بن حابس کے کہنے پہ نبی اکرمﷺ نے اُن قیدی عورتوں کو رہا کیا تو فرزدق نے اپنے چچا اقرع کی مدح میں یہ اشعار کہے۔

وَعِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَامَ ابنُ حَابِسٍ
بِخُطَّۃِ أَسْوَارٍ الی الْمَجِدِ حَازِمٍ

اور ابن حابس نے رسول اللہﷺ کے پاس کھڑے ہو کر بزرگی کی طرف جانے والے دانشمندانہ انسان کا کارنامہ کیا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

لَہٗ اُطْلِقَ الاَسْرَی الَّتِیْ فِیْ قُیُوْدِھَا
مُغَلَّلَۃٌ اَعْنَاقُھَا فِیْ الشَّکَائِمٍ

اِن قیدیوں کو جو بیڑیوں میں جکڑے گئے تھے اس کی خاطر رہا کر دیا گیا ان کی گردنیں لوہے کے لگاموں کے طوق میں تھیں۔

انسان کی عقل پہ حیرت ہوتی ہے کہ اس نے کوئی چیز پوجا کے بغیر نہ چھوڑی ، دراصل یہ اس کے اندر کا خلا تھا جسے ہمیشہ سے ایک خالق کی تلاش تھی۔ مگر انسان اپنی جہالت اور کوتاہ اندیشی کی بنا پر اکثر اوقات اپنے حقیقی خالق کی تلاش میں ناکام رہا اور غیر حقیقی اور مخلوط اجزا کی پوجا میں منہمک رہا۔

سورج کے پجاری

یہ حمیری تھے جو یہودی ہونے سے پہلے سورج کی پوجا کیا کرتے تھے اور اِن کے آباء میں بلقیس کی قوم تھی جس کا ذکر قرآن میں اچھے الفاظ سے کیا گیا ہے۔تاہم حضرت سلیمان علیہ السلام کی اطاعت قبول کرنے سے پہلے ملکہ بلقیس کی قوم سورج کی پجاری تھی۔جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو اِن کی بابت معلوم ہوا تو آپ نے اپنا قاصد ملکہ بلقیس کی طرف روانہ کیا جس نے انھیں دین حق کی دعوت دی جس پہ ملکہ بلقیس نے اپنی قوم کے اکابرین سے مشورہ کیا اور اس کے بعد اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملنے کا قصد کیا۔اس تمام واقعہ کو قرآن حکیم میں نہایت خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا کہ!

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِيْنَ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيْدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّيْ بِسُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِيْنٍ ۝

القران الحکیم (سورۃ النمل25/ 22-20)

ترجمہ؛

" انھوں نے پرندوں کو ڈھونڈا اور فرمایا: کیا بات ہے کہ ہدہد نظر نہیں آ رہا، کیا وہ غائب ہے؟ میں اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر دوں گا یا پھر اسے واضح دلیل پیش کرنی چاہیے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہدہد اتر آیا اور کہنے لگا میں نے وہ بات معلوم کی ہے جس کا آپ کو علم نہیں، میں آپ کے لیے قوم سبا کی پکی خبر لایا ہوں۔

****

روایت ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر مکمل کر لی تو حج کی تیاری کی اور حرم میں آئے۔

انھوں نے جتنی مدت چاہا وہاں قیام کیا۔

اس کے بعد وہ یمن کی طرف روانہ ہو گئے۔

وہ مکے سے صبح کے وقت نکلے تھے اور جب ظہر ہوئی تب وہ صنعا پہنچے۔

صنعا کا موسم اور اس شہر کا حسن آپ کے دل کو بھایا اور آپ نے وہیں قیام کرنے کا فیصلہ کیا۔

اس کے بعد انھیں پانی نہ ملا اور وہ پریشان ہوئے۔

تب ہدہد اُن کا پیشرو ہوا کرتا تھا۔

آپ نے کہا:

ہدہد کو بولو کہ وہ میرے لیے پانی تلاش کرے۔

تب دوسرے پرندوں نے حضرت سلمان علیہ السلام کو خبر دی کہ ہدہد تو غائب ہے۔

آپ نے اسے تلاش کرنے کا کہا:

اس لیے کہ ہدہد بہت جلدی پانی تلاش کر لیا کرتا تھا۔

تلاش کرنے پر بھی ہدہد نہ ملا۔

اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام صنعاء میں اترے۔

تب ایک دوسرے ہدہد نے حضرت سلیمانؑ کے ہدہد کے کان میں کچھ کہا، جس پہ وہ دونوں ہدہد اڑ گئے۔

اور تب سے حضرت سلیمانؑ کا ہدہد غائب تھا۔

تاہم حضرت سلیمانؑ کا ہدہد عصر کے وقت تک واپس آ گیا۔

اس نے حضرت سلیمانؑ کو ملکہ بلقیس اور اس کی قوم کے متعلق خبر دی اور اِن باتوں میں حیرت کا کوئی مقام نہیں۔

اس لیے اللہ کی شان اس سے بلند ہے کہ اس کے کسی امر پہ انسان حیران ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات ہیں اور وہ امور ہیں جن کے ساتھ اللہ نے اپنے خاص بندوں کو مخصوص کر رکھا ہے اور ایسی چیزیں بھی ہوں گی جو اس سے بھی بڑی ہوں۔

اِن امور کو وہی جان سکتا ہے جو اِن کو سمجھتا ہے۔

اور جو اِن کو جانتا ہوگا وہ ان کے متعلق سوال کرے گا۔

چنانچہ ہدہد نے حضرت سلیمانؑ کو بتایا کہ!

اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ۔

القران الحکیم (سورۃ النمل 27 / 23)

''میں نے ایک عورت کو اُن پہ حکمران پایا ہے''۔

****

اور اس کی مراد ملکہ بلقیس سے تھی جس کا نسب عربوں نے یوں بیان کیا ہے۔ بلقیس بنت شراحیل بن مالک بن ریان۔

پھر ہدہد نے بتایا کہ!

وَ اُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ۔

القران الحکیم (سورۃ النمل 27 / 23)

ترجمہ؛

" اللہ نے اسے ہر چیز دے رکھی ہے اور اس کا تخت تو بہت ہی عالی شان ہے"۔

****

اور ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کو بتا رہا تھا کہ!

وَجَدتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِن دُونِ اللَّهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ○ أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ○ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ○(س) قَالَ سَنَنظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ○ اذْهَب بِّكِتَابِي هَذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ ○ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ ○ إِنَّهُ مِن سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○ أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ○ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي أَمْرِي مَا كُنتُ قَاطِعَةً أَمْراً حَتَّى تَشْهَدُونِ ○ قَالُوا نَحْنُ أُوْلُوا قُوَّةٍ وَأُولُوا بَأْسٍ شَدِيدٍ وَالْأَمْرُ إِلَيْكِ فَانظُرِي مَاذَا تَأْمُرِينَ ○

القرآن الحکیم (سورۃ نمل 27/ 33-24)

ترجمہ؛

"میں نے اسے (یعنی ملکہ بلقیس) اور اس کی قوم کو اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے پایا ہے اور شیطان نے اِن کے اعمال کو اِن کے لیے مزین کر رکھا ہے اور اس نے انھیں اصل راہ سے ہٹا رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ صحیح راہ نہیں پا سکتے۔ تاکہ یہ اس خدا کو سجدہ کریں جو آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ چیزیں نکالتا ہے اور وہ اِن تمام امور کو بھی جانتا ہے جنھیں وہ چھپاتے ہیں یا

اعلانیہ کرتے ہیں اور اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ حضرت سلیمان ؑ نے کہا ہم بھی دیکھتے ہیں کہ تو سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ میری یہ چھٹی لے جا اور انھیں دے کر ایک طرف ہٹ جا اور دیکھ کہ وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔

ملکہ نے کہا: اے اشرافِ قوم:

میرے پاس ایک باعزت اور باوقار چھٹی آئی ہے اور اس کی ابتدا خدائے رحمان ورحیم کے نام سے کی گئی ہے (اور اس میں لکھا ہے کہ) تم سرکشی نہ کرو اور مطیع ہو کر چلی آؤ۔ اس نے کہا: اے اشراف قوم اس معاملے میں تم مجھے واضح فیصلہ دو اس لیے کہ میں تمھارے مشورے کے بغیر کوئی بات طے نہیں کرنے کی۔ انھوں نے جواب دیا ہم طاقت ور اور بہادر لوگ ہیں آگے فیصلہ تمھارا ہے۔

****

ہدہد نے واپس آ کر حضرت سلیمان ؑ سے کہا:

کہ ملکہ بلقیس خود اِن سے ملنے آ رہی ہے۔

تب حضرت سلیمان ؑ نے ملکہ بلقیس کے پہنچنے سے پہلے ہی اس کا تخت منگوا لیا۔

جب ملکہ بلقیس حضرت سلیمان ؑ کے محل میں پہنچی تو اس نے دیکھا کہ محل کے صحن میں پانی ہے۔

تو اس نے اپنی شلوار کو تھوڑا اٹھا لیا۔

دراصل ایسا نہ تھا بلکہ وہ فرش صاف شیشے سے بنایا گیا تھا۔

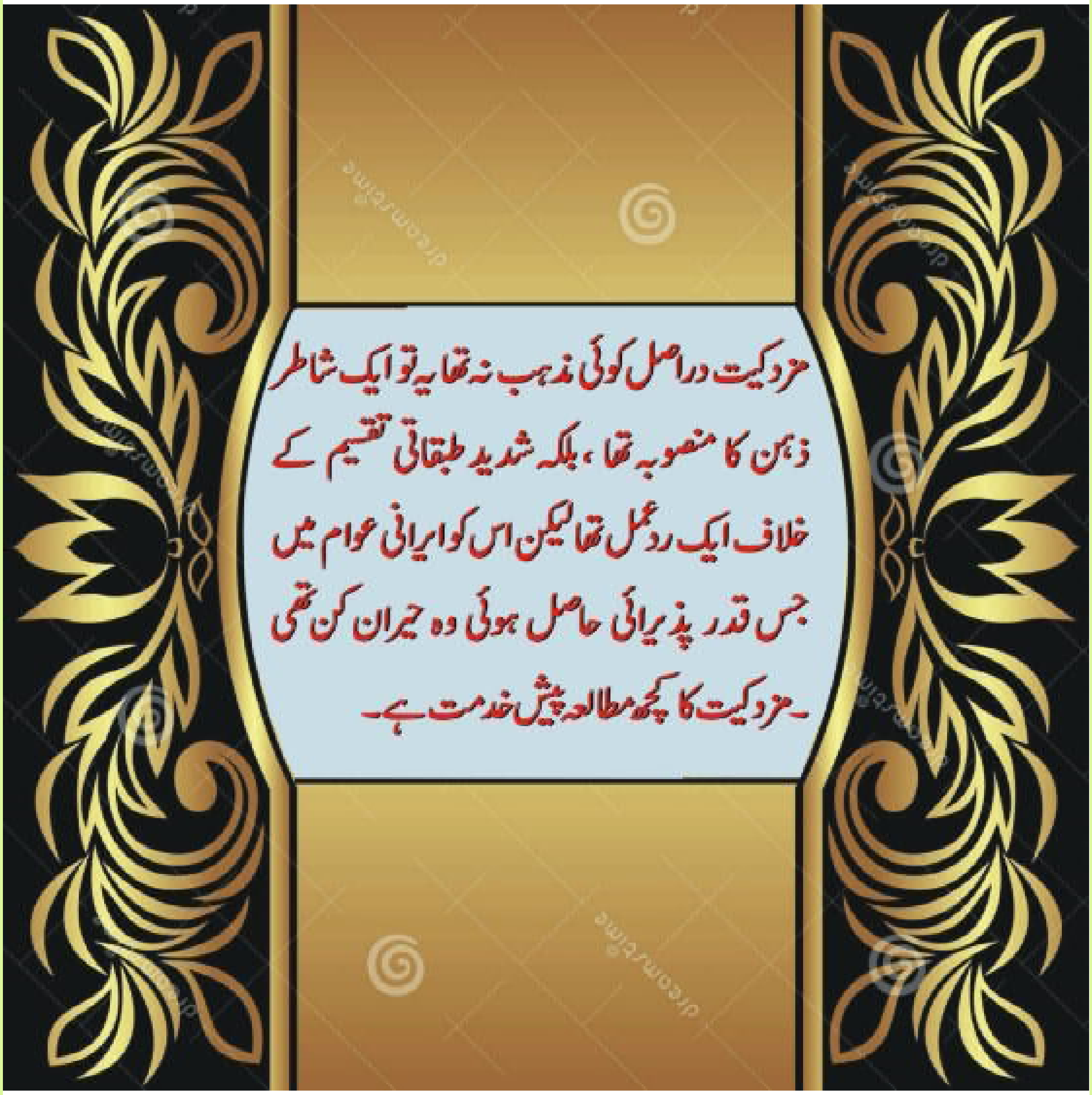
اور اس کے بعد اس کے نیچے سے پانی کو گذارا گیا تھا۔

ملکہ بلقیس حضرت سلیمان ؑ اور ان کے طرزِ حکومت سے بہت متاثر ہوئی اور وہ دل ہی دل میں اِن پہ ایمان لا چکی تھی۔

پھر جب شام کو وہ آرام کرنے کے لیے گئی تو اس نے وہاں وہی تخت پایا جسے وہ اپنے پیچھے چھوڑ آئی تھی۔

تب وہ جان گئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس وہ طاقتیں ہیں۔
جن کا اسے ادراک نہیں۔
اس لیے اب اس نے اپنے ایمان کے اظہار میں دیر نہ لگائی۔
اور برملا کہا:
خدایا میں نے تو اپنے نفس پر ظلم کیا مگر اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی اطاعت قبول کرتی ہوں۔
ہم تو گمراہوں میں تھے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ہدایت سے نوازا۔
اس کے بعد ملکہ بلقیس کی ساری قوم نے اسلام قبول کرلیا۔
بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس سے شادی کرلی تھی۔ بعض کا خیال ہے کہ ملکہ بلقیس کی شادی ہمدان کے بادشاہ ذی تبع سے ہوئی تھی۔

اگرچہ ملکہ بلقیس کی ساری قوم نے اسلام قبول کرلیا تھا مگر جب بنو اسرائیل پہ دورِ انحطاط آیا تو اس قوم کے کئی گھرانے اپنے پرانے دین کو پلٹ گئے اور یہ ایک طویل تاریخی تسلسل ہے جس کے بیان کا یہاں موقع نہیں کہ پھر اُن بستیوں اور قوموں کی طرف اللہ کے نبی مسلسل اترتے رہے اور اِن کو راہ حق کی طرف بلاتے رہے جن میں سے کچھ نے راہ ہدایت کو قبول کیا تاہم اُن کی اکثریت نے انحراف اور انکار کی راہ کو چنا۔ اِن اقوام کے بارے میں جو کچھ تاریخ اور تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے یا سورج کی پوجا کرنے والی قوم کے احوال جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں یا سورج پرستوں کے خیالات اور عبادات کے بارے میں جو کچھ اُن میں پایا جاتا تھا اس میں سب سے چنیدہ بات یہی ہے کہ وہ راہ ہدایت پہ نہ تھے اور اِن کا جتنا ذکر کرنا یہاں مقصود تھا ہم نے کردیا اور اللہ کے اِذن کے بغیر تو کوئی پتہ بھی حرکت نہیں کرتا۔


مزدکیت دراصل کوئی مذہب نہ تھا یہ تو ایک شاطر
ذہن کا منصوبہ تھا ، بلکہ شدید طبقاتی تقسیم کے
خلاف ایک ردعمل تھا لیکن اس کو ایرانی عوام میں
جس قدر پذیرائی حاصل ہوئی وہ حیران کن تھی
۔مزدکیت کا کچھ مطالعہ پیش خدمت ہے۔

مزدکیت

عربوں میں سے کچھ لوگ مزدک کے دین پہ تھے جو دراصل اہل ایران کا دین تھا بلکہ اہل ایران خود بھی اس دین اور اس کے پیروکاروں سے پریشان تھے اور ایران ہی سے یہ مذہب عربوں میں منتقل ہوا۔ اگرچہ عربوں میں مزدکی زیادہ نہ تھے تاہم ابن قتیبہ کے مطابق خود اہل قریش میں سے بھی کچھ لوگ مزدک کے پیرو تھے۔ اگرچہ ایران سے یہ دین مٹ چکا تھا اور آگ پرستوں نے اِن پہ غلبہ حاصل کرلیا تھا اور اس کے ماننے والے بکھر گئے مگر بہت دیر تک مزدک کو ماننے والے موجود رہے اور مزدکیت دراصل اس فلسفہ اور تصورِ زندگی کو کہا جاتا تھا جسے مزدک نامی ایک شخص نے پیش کیا جسے ایرانی معاشرے میں ایک مذہب کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ علامہ ابن جریر طبری کے مطابق مزدک نیشاپور کا رہنے والا تھا جس نے دنیا میں پہلی دفعہ اشتراکیت کا بنیادی فلسفہ پیش کیا۔ ایران کے معاشرے میں طبقاتی تقسیم اور مذہبی جبر نے عام آدمی کی زندگی اجیرن کررکھی تھی اور پورا معاشرہ اخلاقی انحطاط کا شکار تھا۔ زنا عام تھا حتیٰ کہ محرمات سے زنا پہ بھی کو

ئی قدغن نہ تھی۔ سگی بہن کے ساتھ شادی کرنے کا رواج عام تھا اور بادشاہ تک اس میں ملوث تھے۔ شراب کو عام مشروب کے طور پہ استعمال کیا جاتا جس سے رہا سہا اخلاقی حجاب بھی چاک ہو جاتا۔ مزدک نے اپنا فلسفہ شاہ قباذ کے دور میں پیش کیا خود شاہ قباذ سے ملاقات کی اور اسے اپنے افکار کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی جس میں ابتدائی طور پر وہ کسی حد تک کامیاب بھی رہا۔ مزدک کا نقطہ نظر یہ تھا کہ خالق نے تمام انسانوں کو برابر پیدا کیا ہے تو پھر دنیا بھر کے معاشروں میں بپا اس انسانی تفریق کا کیا مطلب ہے جس کے تحت ایک انسان کو تو زندگی کی تمام تعیّشات حاصل ہوں جب کہ اس کا دوسرا بھائی روٹی کے ایک نوالے کے لیے بھی ترستا رہے۔

مزدک کہتا ہے کہ شر کی بنیادیں تین ہیں جنھوں نے انسانی زندگی پہ اتنے دور رس اثرات چھوڑے ہیں کہ اگر ان تین برائیوں سے بچا جائے تو کسی بھی معاشرے میں انقلاب بپا ہو سکتا ہے۔ اگر چہ وہ تینوں چیزیں خالق نے خود انسان کی فطرت میں جمع کی ہیں اور وہ تین چیزیں رشک غصہ اور لالچ ہیں جنھوں نے انسانی معاشرے میں طبقاتی تقسیم کی بنا رکھی اور ان کو اس احساس محرومی کے حوالے کر دیا جس کا تدراک اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ یا تو انسان مایوسی کے اتھاہ سمندر میں گر جائے یا پھر اپنی پوری قوت کو استعمال کرتے ہوئے معاشرے میں انقلاب بپا کرنے کی جدوجہد کرے۔ مزدک نے لوگوں کو انسانی مساوات کی طرف دعوت دی اور ایسے ہر عمل کی نفی کر دی جو ایک انسان کو دوسرے انسان پر فوقیت بخشے۔ مزدک نے اپنے فلسفہ کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے کہا کہ انسانی زندگی کی ابتدا سے ہی ذاتی ملکیت کا تصور اسے اپنے بھائی کا استحصال کرنے پر اکساتا رہا اور عورت پر کلی تسلط کے تصور نے ہی انسان کو دوسرے انسان کا خون بہانے پر قائل کیا۔ چنانچہ ان دو چیزوں نے انسانی معاشروں میں طبقات کی وہ دیواریں کھڑی کر دی جن کو پاٹنا آسان نہ رہا اور معاشرے طبقاتی سطح پر منقسم ہوتے چلے گئے۔ ابن قتیبہ نے "**کتاب المعارف**" میں لکھا ہے کہ عہد جاہلیت میں زندیقی مذہب قریش کے کچھ لوگوں میں بھی پایا جاتا تھا اور انھوں نے اسے اہل حیرہ سے لیا تھا۔

مگر قاموس میں بیان کیا گیا کہ یہ زندیق وہ لوگ تھے جو دو خداؤں کو ماننے والے تھے۔ یا یوں کہہ لیں کہ وہ نور اور ظلمت کے قائل تھے۔

یا یہ وہ لوگ تھے جو آخرت اور ربوبیت پہ ایمان نہ رکھتے تھے یا پھر وہ جو در پردہ کافر ہوں مگر ظاہراً خود

کو اہل یمان ظاہر کرتے ہوں۔

صاحب قاموس نے یہ بھی کہا کہ!

یہ لفظ زندیق دراصل ''زن دین'' ہے جس کا معنی ہے عورت کا دین۔

یعنی زندین معرب ہے اور اس کا اسم زندقہ ہے۔

ایک صاحب علم ابن کمال نے اس لفظ زندیق پہ الگ سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں اُس نے اِس لفظ کی سیر حاصل تشریح کی ہے۔

ابن کمال نے صاحبِ قاموس کے استدلال کو سختی کے ساتھ در کیا ہے اور اسے محض ایک غلط فہمی قرار دیا ہے۔

اس کے مطابق یہ لفظ زندیق دراصل زند سے مشتق ہے جو مزدک کی کتاب کا نام تھا۔

اور یہ استدلال نہایت محکم ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ثنویت کے قائل بہت سے لوگ مزدک کی طرف جھک گئے تھے شاید اسی لیے یہ دونوں مذاہب باہم الجھ سے گئے۔ جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مزدکیت ایرانی عوام میں کسی وباء کی طرح پھیلی اور جب نوشیرواں نے مزدک کو زمین میں زندہ گاڑ دیا تب پوری قوم سے یہ بخار فوراً ہی اتر گیا۔ اس لیے مزدکیت کی عمر نہایت کم تھی۔

پھر مزدکیت اور مانویت کو بھی بعض مورخین نے الگ سے بیان نہیں کیا جس سے معاملہ مزید الجھ گیا۔

حالانکہ مانویت الگ سے ایک مستحکم نقطہ نظر تھا جس کو ایرانیوں کے ایک مصور مانی نے پیش کیا تھا۔

مانی ایک حکیم تھا جو حضرت عیسیٰ کی بعثت کے بعد ایران میں ابھرا اور اس کے پیروؤں نے ایران کے ایک حصے میں خوب استحکام حاصل کیا اور دیر تک وہاں حکومت کی۔

چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ ابن قتیبہ نے عرب کے بعض لوگوں کی طرف جس دین کو نسبت دی ہے وہ دراصل ثنویت تھی اور وہ زندقہ یا مزدک نہ تھے۔

ابن قتیبہ کے رد میں مورخین نے جو طرز استدلال اختیار کیا ہے وہ خاصا محکم ہے۔

انھوں نے کہا کہ ابن قتیبہ کے مطابق عربوں میں یہ مذہب اہل حیرہ سے منتقل ہوا مگر اہل حیرہ زندیق

نہ تھے۔

حیرہ عربوں کی وہ سلطنت تھی جس کے بادشاہ اور لوگ عام طور پہ مسیحی یا پھر مذہب ایران کے پیرو ہوا کرتے تھے۔

ایران میں مزدکیت کبھی بھی غالب نہ تھی اس لیے کہ مزدکیت اگر چہ تاریخ ایران کا اہم واقعہ ہے مگر وہ ایک سیلاب کی طرح آئی اور گزر گئی اگر چہ اپنے پیچھے وہ سیلاب کی روایتی تباہی کو چھوڑ گئی تھی۔

کیونکہ نوشیرواں کی افواج نے چن چن کر مزدکیوں کا قتل عام کیا تھا۔

اس لیے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ عربوں میں زندیق نہ تھے اگر کوئی انفرادی طور پہ مزدک کے نظریے سے متاثر تھا تو اس کا ذکر نہیں کیا جاسکتا تاہم عربوں کا کوئی قبیلہ یا گروہ مزدکیت کا پیرو کبھی نہ دیکھا گیا۔

اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ ابن قتیبہ نے جن لوگوں کا ذکر کیا ہے ممکن ہے وہ ثنویت کے ماننے والے ہوں۔

تاہم پھر بھی اس کا یہ خیال کہ اہل قریش میں سے کئی لوگ اس مذہب کے پیرو تھے قابل غور ہے بلکہ قابل انکار ہے۔

اس لیے کہ کسی مورخ نے اس طرح کے کسی امکان کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

چنانچہ کہا جاسکتا ہے کہ جن لوگوں کا ذکر ابن قتیبہ نے کیا ہے ہوسکتا ہے وہ ثنویت کے قائل رہے ہوں تاہم اہل قریش میں سے اس مذہب کی پیروی کرنے والے کسی شخص یا گروہ کا موجود ہونا محال لگتا ہے جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ قریش تو لوگوں کو اپنے پیچھے لگانے والے تھے لوگوں کے پیچھے چلنے والے نہ تھے۔

ثنویت کے ماننے والے لوگ آج اگر چہ موجود نہیں ہیں۔ مگر خالق کے وجود سے انکار کرنے والے اور اس کے انبیاء کی تعلیمات سے منہ موڑنے والوں کی ایک بڑی اکثریت آج بھی دنیا میں موجود ہے۔

یہ لوگ اپنی زندگیوں کو اس طرح گذارتے ہیں جس طرح بہار بغیر گل کے ہو، بادل بغیر پانی کے ہو، دل بغیر دھڑکن کے ہو، آنکھ بغیر نور کے ہو، دن بغیر روشنی کے ہو، بہار بغیر صبا کے ہو صحرا بغیر ریت

کے ہو، دریا بغیر پانی کے ہو، چاند بغیر چمک کے ہو، سورج بغیر دن کے ہو، خمار بغیر شراب کے ہو، دعا بغیر لفظوں کے ہو، ادا بغیر جوانی کے ہو، شفا بغیر دعا کے ہو، دل بغیر احساس کے ہو، کتاب بغیر حرفوں کے ہو، حرف بغیر تاثیر کے ہوں، ایمان بغیر یقین کے ہو یقین بغیر دلیل کے ہو، دلیل بغیر احساس کے ہو، آنکھ بغیر اشک کے ہو، اشک بغیر دکھ کے ہو دکھ بغیر جواز کے ہو، جواز بغیر خواہش کے ہو، خواہش بغیر عقل کے ہو، عقل بغیر علم کے ہو، علم بغیر الہام کے ہو اور انسان بغیر انسانیت کے ہو کیونکہ اگر اُن میں انسانیت ہوتی تو وہ اپنے خالق کو پہچان نہ جاتے جس کی شہادت کائنات کے رنگ و بو کے انگ انگ سے جھانک رہی ہے۔ ثنویت پسندوں کے اعتقادات اور ملحدین کی ضد اور انکار کا تذکرہ اس سے قبل ہو چکا ہے۔

ستارہ پرست

ستارہ پرستوں کی یہ قسم صائبین سے ذراہٹ کے تھی۔شاید کچھ لوگوں نے یہ دین صائبین ہی سے اخذ کیا ہو مگر یہ خاص عربوں کے کچھ قبائل کا مذہب تھا۔بنی تمیم کے لوگ اس عقیدے کے پیرو تھے اور وہ ستاروں میں سے ایک ستارے '' دہران '' کی پوجا کرتے تھے۔ان کے باطل خیالات میں سے ایک یہ تھا کہ جب دہران نے ثریا کو اس کا مہر دیا تو ایک اور ستارے عیوق نے اس کو روکا اور ثریا میں چھوٹے بڑے بیس ستارے ہیں اور دہران ہر وقت ان کے پیچھے لگا رہتا ہے اور رشتہ مانگتا ہے۔عرب ستاروں کے اس جھرمٹ کو ''بِقِلَاصِ النَّجْمِ'' بھی کہتے تھے۔چنانچہ عربوں کا کوئی شاعر کہتا ہے کہ!

اَمَّا ابْنُ طَوْقٍ فَقَدْ اُوفَیْ بِذِمَّتِہ،
کَمَا وَفٰی ''بِقِلَاصِ النَّجْمِ'' حَادِیھَا

''کہ ابن طوق نے اپنے عہد کو اس طرح پورا کیا جس طرح ''دہران'' نے ثریا سے اپنا وعدہ پورا کیا تھا''۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

بنوتمیم کے علاوہ بھی عربوں کے کئی قبائل ستاروں کی پوجا کیا کرتے تھے۔

جن میں لخم، خزاعہ اور قریش کے بعض گھرانے بھی شامل تھے۔

اور وہ ''شعری العبور'' کی پرستش کیا کرتے تھے۔

عربوں میں ستارہ پرستی کے طریق کشبہ وجز بن غالب نے جاری کیا تھا۔

ابو کشبہ اہل قریش میں سے تھا۔

ابو کشبہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے والد وہب بن عبد مناف کا دادا تھا۔

چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فیصلے کو تکمیل تک پہنچایا اور عربوں میں رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو بعض لوگوں نے آپ ﷺ کو ابو کشبہ کہہ کے پکارا۔

جس سے اِن کا مقصد یہ تھا کہ ابو کشبہ نے بھی اُن کے دین میں نئ باتیں نکالیں تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کو بت پرستی سے روکا ہے۔

اور قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے خاص اس ستارے کا ذکر کیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ!

وَ اَنَّهٗ رَبُّ الشِّعۡرٰىۙ۔

القران الحکیم (سورۃ النجم 53/ 49)

"اور شعری کا رب بھی تو وہی ہے"۔

****

اللہ تعالیٰ نے شعری ستارے کا ذکر خاص طور پہ اس لیے کیا ہے کہ جن لوگوں کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ اسی ستارے کی پوجا کرتے تھے۔شعریٰ کا تخصیص سے ذکر کرنے کی علماء نے ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے کہ ان لوگوں پہ یہ امر واضح کر دیا جائے کہ اگر چہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو کشبہ سے مخالفت کرنے میں موافقت کی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعریٰ کی پوجا کے معاملے میں ابو کشبہ کی بھی مخالفت کی ہے۔

اور عرب جن ستاروں میں خاص دلچسپی لیتے تھے ان میں ایک ستارہ شعریٰ غمیصا بھی ہے جو عبور اور

جوزاء کے ستاروں میں سے ہے جو پہلے درجے کے بڑے ستاروں میں شمار ہوتا ہے۔
نجوم کا علم رکھنے والوں نے اس کی شکل سرطان جیسی بنائی ہے۔
کچھ لوگ اسے کلب الجبار بھی کہتے ہیں۔
عبورہ کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے علم نوا کے عالموں اور لغت کے مصنفین نے عربوں کی من گھڑت کہانیوں اور خرافات کا ذکر کیا ہے۔
جن میں ایک یہ ہے کہ عبور غمیصا اور سہیل تینوں ایک جگہ اکٹھا ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ عبور اور غمیصا یعنی شعریٰ سہیل کی بہنیں تھیں۔ پھر سہیل نیچے اترا گیا اور یمانی بن گیا۔ عبور اس کے پیچھے پیچھے گیا اور کہکشاں کو عبور کر لیا۔ غمیصا اپنی جگہ رہا مگر سہیل کے فراق میں رو رو کر اس نے اپنی آنکھیں میلی کر لیں اور آنکھ میں میل کا آنا نقص اور کمزوری ہے۔ شعریٰ عبور اور غمیصا سے بہت زیادہ روشن ہے۔
غمیصا پھیلے ہوئے بازوؤں والے ستاروں میں سے ہے اور اس کے اور عبورہ کے مابین ایک کہکشاں ہے۔
علم نجوم کے ماہرین نے اسے کلب اکبر میں شمار کیا ہے۔
یہ آسمان کو اس کے عرض سے طے کرتا ہے۔
علم نجوم کے ماہرین کا کہنا ہے کوئی دوسرا ستارہ ایسا نہیں کر سکتا۔
عربوں میں قبیلہ طے کے بعض لوگ ثریا کی پرستش کرتے تھے اور ثریا ستاروں کے مجموعے کو کہا جاتا ہے۔
پھر ربیعہ کے بعض قبائل مرزم کی پوجا کرتے تھے اور یہ دونوں شعریٰ ستاروں کے ساتھ ہی دو اور ستارے ہیں۔
لوگوں نے رزم کے معنی جمع کرنے کے بیان کیے ہیں ۔
عربوں میں کہا جاتا تھا کہ!
رَزَمَ الشِّتَاءُ رَزْمَۃً
"جب سردی بڑھ جائے تو"۔
اور نوء مرزم کا یہ نام بھی اسی لیے پڑا۔

کہا جاتا ہے کہ اِن مہینوں میں مرزم ستاروں میں سے ایک ستارہ شعریٰ عبور کر کے اِن کے پیچھے پیچھے آتا ہے۔

چنانچہ تصویر بنانے والوں نے اسے ''کف الکلب'' کا نام دیتے ہیں۔

اس کے ساتھ والا دوسرا ستار بہت ہی مخفی ہے بمشکل نظر آتا ہے اور سال کے سارے دنوں میں نظر نہیں آتا۔

یہ بھی بازو پھیلائے ہوئے ستاروں میں سے ہے۔

عربوں میں سے بنو کنانہ چاند کی پوجا کرتے تھے۔

اس کی پوجا کے متعلق اِن میں عجیب و غریب طریقے اور رسومات تھیں جن کا تذکرہ طویل ہے۔مورخین نے بیان کیا ہے کہ ستاروں کی پوجا کرنے والے عربوں میں کافی لوگ تھے اگرچہ عرب معاشرے کو عام طور پہ بت پرست قرار دیا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ عرب طرح طرح کے ادیان اور بہت سی متنوع عادات کے مالک تھے۔اس لیے ان کی عبادات اور رسم و رواج میں مشترک اقدار کم تھیں۔اگرچہ اخلاق حسنہ کے اعتبار سے عربوں کے مشترکات بہت زیادہ تھے۔ جن کا تفصیلی تذکرہ سیرۃ المزمل جلد پانچ " **خصائص العرب** "بیان کیا جاچکا ہے۔

ملائکہ پرست

اِن کی تعداد اگرچہ کم ہے مگر مورخین نے اس بات کا تذکرہ ضرور کیا ہے کہ عربوں میں کچھ لوگ فرشتوں کی پوجا کرتے تھے۔تاہم جب اسلام آیا تو جس طرح اس نے عربوں کے باقی باطل اعتقادات کی تردید کی اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو چاند، ستاروں، جنوں اور ملائکہ کی پرستش سے بھی روکا اور اُن پہ یہ امر واضح کیا کہ اطاعت اور عبادت صرف خالق کی جاتی ہے سورج چاند ستارے اور جن و ملائکہ تو اسی طرح اللہ کی مخلوق ہیں جس طرح کہ انسان اس کی مخلوق ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ انسان کو ارادہ و اختیار کی آزادی عطا کی گئی ہے جب کہ دیگر مخلوقات کو امر الٰہی کا پابند بنایا گیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ چاند اور سورج جیسے پر ہیبت ستارے اور ملائکہ جیسی بڑی مخلوقات تو اللہ کی مرضی کی پابند رہیں مگر انسان نے اپنے منصب سے انحراف کی راہ اختیار کی۔اس نے اللہ کے پیغمبروں کا انکار کیا اور الہامی صحیفوں کو پس پشت ڈالا جس کی وجہ سے وہ منزل سے دور ہوتا رہا۔یہاں تک اللہ تعالیٰ نے عربوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور انسان کی طرف اپنی حتمی شریعت یعنی آخری کتاب قرآن اتاری اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ

کے آخری نبی ہوئے جن کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں اور نہ قرآن کے بعد کوئی کتاب آنے والی ہے اس لیے آخری اور حتمی ہدایات اسی کتاب میں مذکور ہیں۔ یہاں ہم اُن لوگوں کا ذکر کر رہے ہیں جنھوں نے اللہ کے فرشتوں کو الٰہ تصور کیا ہوا تھا۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ان کے باطل اور جاہلانہ تصورات کی تردید کی گئی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ!

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعاً ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَؤُلَاء إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ O قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ O

القران الحکیم (سورۃ سبا 34 / 40)

ترجمہ؛

''جس دن ہم اِن سب کو اُٹھائیں گے پھر فرشتوں کو کہیں گے کیا یہ لوگ تمہیں پوجا کرتے تھے؟ تو وہ جواب دیں گے: تو پاک ہے اور تو ہی ہمارا والی ہے یہ نہیں ہیں۔ بلکہ یہ تو جنوں کی پوجا کرتے تھے اور اِن میں سے اکثر لوگ اِن پہ ایمان رکھتے تھے۔

****

قرآن حکیم میں انھیں لوگوں کے بارے میں مزید ارشاد ہوتا ہے کہ!

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُ أَأَنتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هَؤُلَاء أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ (17) قَالُوا سُبْحَانَكَ مَا كَانَ يَنبَغِي لَنَا أَن نَّتَّخِذَ مِن دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاء وَلَكِن مَّتَّعْتَهُمْ وَآبَاءهُمْ حَتَّى نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْماً بُوراً (18) فَقَدْ كَذَّبُوكُم بِمَا تَقُولُونَ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفاً وَلَا نَصْراً وَمَن يَظْلِم مِّنكُمْ نُذِقْهُ عَذَاباً كَبِيراً O

القران الحکیم (سورۃ الفرقان /19-17)

ترجمہ؛

''جس دن ہم اِن کواور اِن کے خداؤں کو اکٹھا کریں گے جن کی اللہ کے سوا یہ لوگ پوجا کرتے تھے، پھر یہ پوچھیں گے؟ کیا تم نے میرے اِن بندوں کو گمراہ کیا ہے یا یہ خود راستے سے بھٹک گئے ہیں؛ وہ جواب دیں گے تو پاک ہے اور ہمارے لیے مناسب نہ تھا کہ تمھارے سوا کسی اور کو اپنا ولی بناتے۔ لیکن تو نے انھیں اور اِن کے آباء کو ساز وسامان دیا یہاں تک کہ وہ نصیحت کی بات بھول گئے اور تباہ ہو گئے۔ انھوں نے تمھاری بات کی تکذیب کی، اب تم نہ تو اِن کو اس سے ہٹا سکتے ہو اور نہ اِن کی مدد کر سکتے ہو چنانچہ تم میں سے جو کوئی بھی شرک کرے گا ہم اسے بڑا ہی بُرا عذاب دیں گے''۔

****

مفسرین نے اِن آیتوں سے بحث کی ہے مگر یہاں اس امر کی کوئی گنجائش نہیں ہے جو اِن مباحث کا شوقین ہو تو اسے کتب تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے اللہ ہی سب کو ہدایت بخشنے والا ہے۔

جنوں کے پجاری

یہ عرب بادیہ نشینوں کی ایک قلیل جماعت تھی جنھوں نے جنوں کی پوجا کی تھی۔ تاہم جب اسلام آیا اور باطل کے طریق مٹنے لگے تب جنوں کے یہ پجاری بھی دھرتی کے سینے سے غائب ہوگئے اور ایسے غائب ہوئے کہ میرے خیال میں اس وقت خطہ ارض پہ انسانوں کا کوئی بھی گروہ بھی جنوں کی پوجا نہیں کرتا۔ اگرچہ ہم مسلمان جنّ کو ایک حقیقت اور اللہ کی ایک مخلوق کے طور پہ ضرور جانتے ہیں مگر قرآن کی برکت سے یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم یعنی انسان اگر اپنے شرف کو پہچانیں تو جنوں اور ملائکہ سے کہیں برتر مخلوق ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کے متعلق اِن کے باطل تخیلات کے رد میں ارشاد فرمایا کہ!

وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ○

القرآن الحکیم (سورۃ الجن 72/ 6)

ترجمہ:

''اورانسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں کے مردوں کی پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے اِن کی سرکشی اور بڑھ گئی تھی''۔

****

یعنی وہ لوگ جو جنوں کی پرستش کرتے تھے ان کے تکبر سرکشی اور گمراہی میں اضافہ ہو گیا تھا عربوں میں بہت سی عجیب رسمیں تھیں جن کا تفصیلی احوال پیچھے گزر چکا ہے اوران میں سے ایک یہ بھی تھی کہ جب اُن کا کوئی مسافر کسی منزل پہ اترتا تو وہ سب سے پہلے وہاں کے جن کی پناہ طلب کرتا اوراس سے درخواست کرتا کہ وہ اسے کوئی گزند نہ پہنچائے۔ وہ لوگ اپنے اس فعل کو تشعیر کہا کرتے اور یہ بھی اُن کے جاہلی تخیلات میں سے ایک تھا۔ وہ وادیٔ کے جن سے اچھے تعلقات استوار کرنے کے لیے عجیب عجیب حرکتیں کرتے جیسے کہ گدھے کی آواز نکالنا وغیرہ۔ تاہم ذہن میں رہے کہ ہر دور میں اور ہر قوم میں صاحبِ دانش افراد خود کو اس ذہنی اوراخلاقی پستی سے دور رکھتے ہیں جن میں اُن کے عامی لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔ چنانچہ عربوں کا بھی یہی حال تھا کہ اُن کے صاحبِ دانش اِن پست باتوں کو براجانتے جن کا رواج عام لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ عرب شعرا کے ہاں جنوں کی پوجا سے بیزاری کا اظہار کیا جاتا رہا ہے۔

یہاں ہم عروہ بن الورود کے کچھ اشعار پیش کررہے ہیں۔

وَلَا يَنْفَعُ التَّعْشِيرُ اِنْ حُمَّ وَاقِعٌ
وَلَا زَعْزَعٌ يُغْنِى وَلَا كَعْبٌ اَرْنَبِ

اوراگر کوئی واقعہ میری تقدیر میں لکھا جاچکا ہے تو گدھے کی طرح رینگنا مجھے کوئی نفع نہ دے گا نہ

تندہوا نہ خرگوش کا ٹخنہ کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

لَعَمْرِیَ اَنْ عَشَّرْ تُ مِنْ خِیْفَۃِ الرَّادَی
نُھَاقَ حَمِیْرٍ اِنَّنِیْ لَجَزُوْعٗ

اپنی جان کی قسم اگر میں موت کے خوف سے گدھے کی طرح چیخوں تو میں بہت ہی کم صبر کرنے والوں میں سے ہوں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَلَا وَ اَلَتْ تِلْكَ النُّفُوْسُ وَلَا اَتَوْا
فُفُوْلًا اِلَی الْاَوْطَانِ وَھِیَ جَمِیْعٗ

تو خدا کرے یہ لوگ نہ تیزی سے اپنے وطن کو جائیں اور نہ جمعیت کی صورت میں لوٹ کر آئیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَقَالُوْا اِلَا انْھِقْ لَا تَضُرَّكَ خَیْبَرٌ
وَ ذٰلِكَ مِنْ فِعْلِ الْیَھُوْدِ وُلُوْعٗ

اورانھوں نے کہا: کہ گدھے کی طرح آواز نکالو ،تا کہ خیبر کی وباء تمھارے لیے ضرررساں نہ ہومگر یہ فعل تو یہودیوں کی جھوٹی باتوں میں سے ایک تھا جس کی کوئی دلیل نہ تھی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اور وہ لوگ جو اس قسم کی جاہلیت کی باتوں میں ملوث تھے اُن کے متعلق قرآن وحدیث میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ اُن میں سے اکثر صحرا کے وہ بدو تھے جو تہذیب وشائستگی میں شہری لوگوں

سے بہت دور اور پست تھے۔

چنانچہ قرآنِ حکیم میں ان کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ!

بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَO

القران الحکیم (سورۃ سبا34/ 41)

ترجمہ؛

بلکہ یہ لوگ جنوں کی پوجا کیا کرتے تھے اور اِن میں سے اکثر لوگ اِن پر ایمان رکھتے تھے۔

****

اللہ تعالیٰ اِن کے بارے میں مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ!

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يَا بَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ وَّاَ
نِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ O

القران الحکیم (سورۃ یسٓ39/ 90)

ترجمہ؛

"اے بنی آدم کیا میں نے تم سے یہ عہد نہ لیا تھا کہ تم شیطان کی پوجا نہ کرنا۔ کہ وہ تمھارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ تم میری عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے"۔

****

اور مزید فرمایا کہ!

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِاسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْاِنْسِ وَقَالَ

اَوْلِیَـآؤُھُـمْ مِـنَ الْاِنْـسِ رَبَّـنَـا اسْـتَـمْـتَـعَ بَعْـضُـنَـا بِـبَعْـضٍ وَّبَلَـغْـنَـا اَجَـلَـنَـا الَّـذِیْٓ اَجَّـلْـتَ لَـنَـا قَالَ الـنَّـارُ مَـثْـوٰکُـمْ خٰـلِـدِیْنَ فِـیْـھَـآ اِلَّا مَـا شَـآءَ الـلّٰـهُ اِنَّ رَبَّـكَ حَـکِـیْـمٌ عَـلِـیْـمٌ O

القران الحکیم (سورۃ الانعام6/ 128)

ترجمہ؛

''جس روز اللہ اِن سب کو جمع کرے گا اور کہے گا اے جنوں: تم نے تو بہت سے انسانوں کو گمراہ کیا ہے تو اِن کے اِن دوستوں میں سے جو انسانوں میں سے تھے کہا: اے ہمارے رب ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا ہے اور ہم اس مدت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کر رکھی تھی، تو اللہ نے فرمایا: تمھارا ٹھکانا دوزخ ہے تم اس میں ہمیشہ رہو گے البتہ اگر اللہ چاہے تو بے شک تیرا رب حکیم وعلیم ہے۔

****

چنانچہ قرآن کے قدیمی مفسرین یعنی ابن عباس ؓ، مجاہد ؒ اور حسن ؒ وغیرہ نے فرمایا کہ! اِن آیات میں انسانوں اور جنوں کے اُن امور کے متعلق بیان ہوا جن میں وہ باہم ملوث تھے کہ ہر دو نوع نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا ہے بلوغ الارب میں علامہ محمود شکری آلوسی فرماتے ہیں کہ!

''اِن کی مراد یہ ہے کہ جنوں نے انسانوں سے فائدہ اٹھایا اور انسانوں نے جنوں سے فائدہ اٹھایا، چنانچہ جنوں کا انسانوں سے فائدہ اٹھانا یہ ہے کہ انھوں نے جس کفر بدکاری اور نافرمانی کا انھیں حکم دیا انسانوں نے اس کو مانا کیونکہ انسانوں سے جنوں کی اکثر و بیشتر یہی غرض ہوتی تھی۔ لہٰذا جب انسانوں نے اِن امور میں اطاعت کی تو انھوں نے اِن کی آرزو پوری کردی۔ رہا انسانوں کا جنوں سے فائدہ اٹھانا تو وہ یہ ہے کہ جنوں نے اللہ کی نافرمانی کرنے اور اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے میں انسانوں کی ہر طریقے سے مدد کی جو کچھ اُن کی

قدرت میں تھا مثلاً اِن کے اُن امور کو خوبصورت اور مزین بنا کر پیش کرنا اِن کو اس طرف دعوت دینا اور اُن کی بہت سی حاجات کو پورا کرنا جیسے جادو اور ٹونے وغیرہ کے کام میں اِن کی مدد کرنا۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ انسانوں نے جنوں کی اُن امور میں اطاعت کی جن سے وہ خوش ہوں۔ مثلاً شرک ، فاحشات اور بدکاری ۔اور جنوں نے انسانوں کی اِن امور میں اطاعت کی جن سے وہ خوش ہوں مثلاً تاثیرات اور کسی قدر غیب کی باتیں بتانا اور اس طرح ہر فریق نے دوسرے فریق سے فائدہ اٹھایا جس کو قرآن نے بیان کیا ہے"۔

****

اور پھر اس سلسلے میں یہ حدیث بیان کی کہ!

"ہمیں امام احمد نے حدیث سنائی وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ شعبہ نے اعمش سے اعمش نے ابراہیم سے اور ابراہیم نے ابی معمر سے اور ابومعمر کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا کہ انسانوں کا ایک گروہ جنوں میں سے کچھ جنوں کی عبادت کیا کرتا تھا۔ پھر جنوں کی یہ جماعت نبی اکرم ﷺ پر ایمان لے آئی اور مسلمان ہوگئی مگر اِن انسانوں نے اُن جنوں کی عبادت کرنا نہ چھوڑا تب اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یہ آیت نازل فرمائی۔

****

ارشاد ہوا کہ!

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝

القران الحکیم (سورۃ بنی اسرائیل 17/ 57)

ترجمہ؛

یہی وہ لوگ ہیں جو پکارتے ہیں اور اپنے رب تک پہنچنے کا ذریعہ چاہتے ہیں کہ کون زیادہ قریب ہے اور اللہ کی رحمت سے امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک کہ تیرے رب کا عذاب ایسا ہے کہ اس سے بچنے کی کوشش کی جاتی ہے"۔

****

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ آیت عربوں کے کچھ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو جنوں کی ایک جماعت کی عبادت کیا کرتے تھے پھر وہ جن تو مسلمان ہو گئے اور انسان اس بات کو نہ جانتے ہوئے اِن کی عبادت میں لگے رہے۔

عرب اور یہودیت

اس بات سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ عربوں میں یہودی پائے جاتے تھے اور وہ عربوں کی قدیم اقوام میں شمار ہوتے تھے۔ چنانچہ مورخین نے مدینہ اور خیبر کے علاقوں کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہودی مدینہ کے قدیمی باسی تھی اور خیبر کی بستیوں میں ان کے بہت سے قبائل صدیوں سے رہتے چلے آرہے تھے۔ اگرچہ مدینہ اور خیبر کے علاوہ، تبوک، تیما، ایلہ، مقنیٰ، وادیٔ القریٰ اور فدک میں بھی یہودیوں کے کچھ قبائل پائے جاتے تھے۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ مورخین اس بات کے تعین میں ناکام رہے ہیں کہ جزیرۃ العرب میں یہودیوں کی آمد کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم کرسکیں اور اس ضمن میں اِن کے خیالات میں بُعد پایا جاتا ہے۔ اس لیے اس بات کو بھی حتمی طور پہ بیان نہیں کیا جاسکا کہ عرب یہودی اُن عرب قبائل پہ مشتمل تھے جنھوں نے یہودیت کو اختیار کیا یا اُن کا تعلق بنو اسحاق کے ساتھ تھا اور وہ ہجرت کرکے جزیرۃ العرب میں منتقل ہوئے تھے۔ عربوں میں بت پرستی رائج تھی مگر وہ یہودی قبائل جو جزیرۃ العرب میں آباد تھے وہ بت پرستی کے ساتھ اپنی بے زاری کا اظہار کرتے تھے اور خود کو اس سے دور رکھتے تھے۔ اس لیے کہ

اُن کے اندر اس بات کا تفاخر پایا جاتا تھا کہ وہ صاحبِ کتاب ہیں اور ایک الہامی مذہب کے پیرو ہیں ۔خود عرب مورخین نے بھی اس بات کا اظہار کیا ہے کہ عرب اُن کو صاحبِ کتاب اُمت کے طور پہ جانتے تھے اور وہ انھیں کتابی کہتے تھے اور اپنے دل میں کسی حد تک اُن کی اس برتری کو تسلیم بھی کرتے تھے۔ تاہم اگر یہ کہا جائے کہ عربوں کے یہودی اپنے اصل مذہب اور کتاب کی تعلیمات پہ قائم تھے اور صراط مستقیم پہ تھے تو یہ امر بھی باعث تشکیک ہے اس لیے کہ مدت ہوئی وہ اپنی کتاب تورات کو بھلا چکے تھے اس میں تحریف کر چکے تھے اور آج اِن کا مذہب اور عقائد اُن معاشرتی ضوابط اور رسم و رواج پہ مشتمل تھا جو کئی صدیوں سے اصل دین میں تحریف پہ آمادہ اُن کے کاہنوں، احبار اور اُن کے مورخین نے وضع کیا تھا۔

وہ صدیوں اپنی خواہشات اور تمناؤں کو مذہب کا روپ دیتے رہے اور آخر میں اُن کے پاس صرف یہ نام اور احساسِ تفاخر رہ گیا کہ وہ ایک الہامی کتاب اور الہامی مذہب کے پیرو ہیں۔ اس کے علاوہ اُن کا دامن ہر قسم کی خیر سے خالی تھا اور نبی اکرم ﷺ کی بعثت تک اُن کی یہی حالت تھی۔ اسی لیے یہ بات جان لینے کے باوجود کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی بشارت اُن کے انبیاء و رسل نے دی ان کی کتابوں نے دی ہے انھوں نے آپ ﷺ کا انکار کیا اور دنیا اور آخرت کی ذلت اپنے دامن میں بھر لی۔ مورخین نے لکھا ہے کہ عرب اور یہودی اس بات میں مشترک ہیں کہ وہ ایک ہی نسل سے ہیں یعنی دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ سامی النسل ہیں۔

تاریخ کے کسی دور میں اِن کے درمیان باہمی موافقت پائی جاتی تھی وہ ایک دوسرے سے رشتے داریاں کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بڑے بیٹے عیصو کی شادی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیٹی بشامہ سے ہوئی تھی۔ اس طرح جب حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے باپ کے روحانی مرکز کے وارث قرار پائے اور جب اِن کی اولاد بڑھی تب ان کے بڑے بیٹے عیصو نے اپنے وطن سے ہجرت کی اور جزیرۃ العرب کے قریب یمن کے علاقے میں سکونت اختیار کی۔ ایک وقت وہ بھی تھا جب سارا عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زیرِ نگیں تھا اور یمن و شام کا سارا علاقہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد کے پاس تھا اور ان کو اللہ نے بہت قوت اور وسعت عطا کر رکھی تھی۔ تب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولادوں نے ایک دوسرے کا خیال رکھا۔

ایک دوسرے کی پشت پہ کھڑے ہوئے اور آپس میں رشتے داریاں بھی کیں۔ یاد رہے کہ بنی اسرائیل کے

بہت بڑے بادشاہ اور اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام نے جزیرۃ العرب کے دوسرے کنارے پہ واقعہ مملکت سبا کی والئی ملکہ بلقیس سے شادی کی تھی اس کے علاوہ عرب تاجروں کے شام و فلسطین کی طرف جانے والے قافلے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اِن دونوں اقوام کے مابین مستحکم تجارتی روابط بھی موجود تھے۔تاریخی طور پہ یہ بات بھی واضح ہے کہ اگرچہ جزیرۃ العرب میں یہودی موجود تھے تاہم اُن کا رخ جزیرۃ العرب کی طرف کم اور روم ایران کی متمدن اور مستحکم ریاستوں کی طرف زیادہ تھا۔اِن علاقوں میں اِن کو کوئی تکریم حاصل نہ تھی اور وہاں انھیں مذہبی تعصب اور جبر کا سامنا بھی تھا اس کے باوجود یہودی ان ممالک میں رہتے تھے اور نامساعد حالات کے باوجود اُنھوں نے اپنی جدوجہد جاری رکھی جس کے نتیجے میں اُن کے فکری سیاسی اور مذہبی مراکز انھیں علاقوں میں بنے۔

چنانچہ مورخین نے بیان کیا ہے کہ رومی دور حکومت میں اُن کے صرف ایک شہر اسکندریہ میں یہودیوں کی آبادی یروشلم سے زیادہ تھی اور روم میں پچاس لاکھ یہودی بستے تھے [*90] ۔جزیرۃ العرب میں بسنے والی وہ اقوام جو خالص عرب تھیں مگر انھوں نے یہودیوں کا مذہب قبول کرلیا تھا اُن میں ایک حمیری تھے جو یمن کے رہائشی تھے یہودیت قبول کرنے سے پیشتر ان میں سے کچھ قبائل مجوسی تھے اور اکثر آفتاب پرست تھے۔

اِن کا مذہب یہود کی طرف آنے کا قصہ بہت سے مورخین نے بیان کیا ہے کہ پہلی مرتبہ جب بخت نصر کے ہاتھوں یہودیوں کو ذلت آٹھانی پڑی اور بخت نصر نے ان کے مقدس مقامات تک کو مسمار کردیا تھا اور تقریباً تمام یہودیوں کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔پھر جب یہودی اپنے ایام اسیری گذار چکے تب اُن کا ذکر جزیرۃ العرب میں ملتا ہے جب عربوں کے مشہور شاعر امراؤالقیس کے دادا حارث بن عمرو نے یہودی مذہب قبول کرلیا تھا اور ذونواس نے بھی مذہب یہود کو قبول کرلیا تھا جو یمن کا ایک اور عرب حکمران تھا۔علامہ محمود شکری آلوسی نے "**بلوغ الادب**" میں لکھا ہے کہ حیرہ کے حکمران تبع بن حسان نے اپنے بھانجے حرث بن عمرو بن حجر الکندی کو جو عربوں کے شاعر امراؤالقیس کا دادا تھا کو قبیلہ معد کی طرف بھیجا اس نے قبیلہ معد کو زیر کرلیا تو تبع نے اسے اُن کا حکمران بنادیا۔پھر وہ شام کی طرف گیا جہاں عربوں کے غسانی قبائل حکمران تھے انھوں نے حرث کی اطاعت قبول کرلی مگر اپنے مذہب (عیسائیت) پہ قائم رہے۔تب حرث کے پاس اس کے چچازاد کا قاصد آیا جو یثرب سے آیا تھا اور اس نے یثرب کے یہودیوں کے

مظالم کے خلاف اس سے مدد مانگی تھی۔حرث اپنے بھائی کی مدد کو لپکا اور احد پہاڑ کے دامن میں جا اترا۔ اس نے بہت سے یہودی سرداروں کو بلا کر دھوکے سے قتل کرا دیا پھر اس نے چاہا کہ وہ مدینہ کو تباہ کر دے۔

تاہم یہودی علماء نے اسے بتایا کہ وہ اسے کبھی نقصان نہ پہنچا سکے گا اس لیے کہ اس سرزمین کی حفاظت فرشتے کر رہے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ایک پیغمبر اترنے والا ہے جو لوگوں کو دین حق کی طرف بلائے گا مورخین[*91] نے لکھا ہے کہ!

خیبر کے یہودی علماء کا ایک وفد حرث بن عمرو کے پاس گیا۔

انھوں نے حرث سے کہا!

اے بادشاہ:

غصے میں آ کر لوگوں کو قتل نہ کر اور نہ جھوٹی باتوں پہ یقین کر کیونکہ تمھاری منزلت اس سے بلند و بالا ہے کہ تمھارا رعب تمہیں خفت میں لے آئے۔

یا ضد میں آ کر تم جلد بازی کے مرتکب ہو جاؤ۔

ذرا سوچ کہ تو اس بستی کو کیسے تباہ کر سکتا ہے جس کی حفاظت فرشتے کر رہے ہوں۔

اس کی کیا وجہ ہے؟

بادشاہ نے دریافت کیا؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بستی بنو اسماعیل میں سے نمودار ہونے والے ایک نبی کی ہجرت گاہ ہے۔

اس کا گھر اسی شہر میں ہوگا اور قبر بھی۔

اور وہ نبی عربوں کی عظیم الشان عمارت کے پاس سے نمودار ہوگا۔

اور عظیم الشان عمارت سے اُن کی مراد بیت اللہ تھی۔

تبع نے اِن یہودی عالموں کی بات مان لی اور اپنے ارادے سے باز آ گیا۔

پھر اُس نے مکہ کا قصد کیا اور اس کے ہمراہ یہودی علماء کا ایک وفد بھی تھا۔

وہ مکہ آیا اور اس نے مکہ کے لوگوں کی دعوت کی۔

اُن کی تکریم کی۔

اوراُن کے گھر کی بھی تکریم کی۔

اس نے بیت اللہ کا طواف کیا قربانی کی اوراس پہ غلاف بھی چڑھایا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ سب سے پہلا غلاف تھا جو بیت اللہ پہ چڑھایا گیا اہل مکہ سے تبع کے عمدہ سلوک کی وجہ سے کسی عرب نے اس کے بارے میں یہ اشعار کہے۔

اَصَحَا اَمْ قَدْ نَهِى ذُكَرَهْ

اَمْ قَضَى مِنْ لَذَّةٍ وَطَرَهْ

کیا تبع بھولا ہوا تھا؟ اوراسے اب ہوش آیا ہے یا اس نے عمداً اس بات کو یاد آنے سے روک دیا تھا۔یا پھر وہ زندگی کی ہر لذت سے ہی فارغ ہو چکا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اَمْ تَذَكَّرْتَ الشَّبَابَ وَمَا

ذِكْرُكَ الشَّبَابَ اَوْ عُصُرَهْ

یا اے تبع! کیا تجھے اپنی جوانی یاد آ گئی اوراس کے گھمنڈ میں نتائج سے بے پرواہی کررہا ہے لیکن تیری جوانی کے زمانے یا اس کی یاد سے تجھے کیا فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

سَيِّدٌ سَامَ الْمُلُوْكَ وَمَنْ

رَامَ عَمْرًا لَا يَكُنْ قَدَرَهْ

کیونکہ وہ ایک ایسا سردار ہے جس نے بہت سے بادشاہوں پہ برتری حاصل کرلی ہے۔جو شخص بھی عمرو کے مقابلے پہ آیا۔یا کسی نے اسے ضرر پہنچانے کا ارادہ کیا تو وہ اس پہ قدرت نہ پائے گا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اللّٰہ اٰمَنَہَا وَمَا
بُنِیَتْ بِعَرْصَتِہَا قُصُوْرُ

اسے اوراس کے صحن میں جتنے محل بنائے گئے ہیں اللہ نے انھیں امن وامان عنایت فرمایا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اَبُنَیَّ مَنْ یَظْلِمُ بِمَکَّۃَ
یَلْقَ اَطْرَافَ الشُّرُوْرُ

بیٹے! تم نہیں جانتے مگر ہمیں علم ہے کہ مکہ میں جس نے بھی ظلم کیا اسے برے نتائج کا سامنا کرنا پڑا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اَبُنَیَّ یُضْرَبُ وَجْہُہُ
وَیَلُحُ بِخَدَّیْہِ السَّعِیْر

بیٹے! جس نے حرم پاک میں سرکشی کی۔ایسے شخص کے منہ پہ مار پڑے گی اور بھڑکتی ہوئی آگ اس کے نرم ونازک رخساروں کو ضرور چکھے گی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاللّٰہُ اٰمَنَ طَیْرَ ھَا
وَالْعُصْمُ تَاْمَنُ فِی ثَبِیْرُ

اور اللہ نے تو اِس کے پرندوں کو بھی امن وامان عطا فرمایا ہے۔اور کوہ ثبیر میں ہرنیاں بھی امن وامان سے رہتی ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَلَقَدْ غَزَاهَا تُبَّعٌ
فَكَسَا بَنِيَّتُهَا الْخَبِير

بے شک تبع نے اس عظمت والے گھر کا قصد کیا ہے اور اس کی عمارت پر نیا نرم اور منقش غلاف چڑھایا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَاَذَلَّ رَبِّے مُلْكَهُ
فِيْهَا فَاَوْفےِ بِالنُّذُوْر

اور میرے پروردگار نے ملک کو اس کا مطیع و فرمانبردار بنا دیا تو اس نے اس میں اپنی نذریں گذاریں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَكَسَوْنَا البَيْتَ الَّذِىْ حَرَّمَ
اللّٰهُ مُلاَءً مُّظَّماً وَبُرُوْدًا

اور ہم نے اس گھر پر جسے اللہ نے قابل تعظیم قرار دیا ہے منقش دو تہی چادریں اور دھاری دار چادریں چڑھائیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

تبع جب مکہ سے واپس ہوا تو وہ یہودی عالموں کے مذہبی افکار سے متاثر ہو چکا تھا اس لیے اُس نے اُن یہودی علماء سے درخواست کی کہ وہ اِس کو اپنے مذہب میں داخل کر لیں۔

اس طرح تبع نے دین یہودیت قبول کر لیا۔

تبع یہودی علماء کی ترغیب کو قبول کرتے ہوئے موسیٰ پہ ایمان لے آیا اور جو کچھ تورات میں اُن پہ اترا تھا اس پہ بھی ایمان لے آیا۔

تاہم جب وہ یہودی علماء کے ساتھ اپنے وطن پہنچا تو اس کے لوگوں نے اس کی مخالفت کی۔

تبع اور یہودی علماء نے اہل حیرہ کو دین یہودیت کی طرف دعوت دی جسے اہل حیرہ نے رد کر دیا۔

تب یہودی علماء نے اُن سے پوچھا؟

تم کس چیز کی پرستش کرتے ہو۔

تو انھوں نے کہا:

ہم آگ کو پوجتے ہیں۔

یہودی علماء نے اُن سے کہا۔

آؤ ہم اپنے تمھارے درمیان اس آگ ہی کو حکم چن لیں۔

اہل حیرہ نے یہودیوں کا یہ چیلنج تسلیم کر لیا۔

تب دو عالم یہودیوں سے اور دو عالم آگ پرستوں سے بڑھکتی ہوئی آگ میں داخل ہو گئے۔

آگ کے شعلوں نے آگ کی پوجا کرنے والوں کو نگل لیا اور یہودی عالم بخیر و عافیت باہر نکل آئے اور اُن کے ہاتھ میں اپنی کتاب تھی اور وہ اس کی آیات پڑھ رہے تھے۔

اہل حیرہ نے یہ معجزہ دیکھا تو حق اُن پہ واضح ہو گیا۔

اس طرح تقریباً تمام اہل حیرہ نے دین یہودیت قبول کر لیا۔

حیرہ کے علاوہ بنی کنانہ، بنی الکندہ اور بنی الحرث بن کعب کے بھی کئی قبائل میں یہودیت پائی جاتی تھی۔

جزیرۃ العرب میں پائے جانے والے یہودیوں کے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ یہ وہ یہودی قبائل تھے جو رومنوں کے ہاتھوں یروشلم کی بربادی کے بعد وہاں سے بھاگ کر جزیرۃ العرب کے شاداب علاقوں میں آباد ہو گئے تھے جبکہ بعض دیگر مورخین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ لوگ اُن ادومی قبائل سے متعلق تھے جنھوں نے مکابی دور میں یہودیت قبول کر لی تھی اس لیے وہ آسانی سے عرب تہذیب میں رچ بس گئے۔

تاہم جب ہم یثرب کے یہودیوں اور اِن کے اعمال وافکار پہ نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں وہی منافقت اور سازشی ذہن پایا جاتا ہے جس سے بنی اسرائیل کی تاریخ بھری پڑی ہے۔اس لیے کہ قوم بنی اسرائیل نہ صرف اللہ کے پیغمبروں کا انکار کرتی رہی ہے بلکہ اُن کو ایذا پہنچاتی رہی ہے حتیٰ کہ وہ اتنے بد بخت تھے کو اپنے انبیاء کو قتل تک کر دیا کرتے تھے۔

وہ انبیاء کے خلاف سازشیں کرتے اور اِن کی تعلیمات سے انکار کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء ورسل کے ذریعے بار ہا اس قوم کو ڈرایا اور سیدھی راہ اختیار کرنے کی ہدایت کی تاہم انھوں نے ہمیشہ اپنے روائتی ہتھکنڈوں کے ذریعے اللہ کے پیغمبروں کو پریشان کیے رکھا اور جب نبی اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تب بھی انھوں نے اپنے روائتی کردار کو برقرار رکھا اور نبی اکرم ﷺ کو پریشان کرنے کے طرح طرح سے حیلے کیے۔

تاہم نبی اکرم ﷺ چونکہ اللہ کے آخری نبی تھے اور اِن کے بعد کوئی اور نبی آنے والا نہیں تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو مدینہ کے یہودیوں پہ غلبہ عطا فرمایا اور اِن میں سے کچھ کو قتل کر دیا گیا اور کچھ کو جلاوطن کر دیا گیا۔

مدینہ کے یہودی چونکہ مدتوں سے عربوں کے ساتھ رہتے آئے تھے اس لیے اُن کی زبان رہن سہن اور رسم ورواج بالکل عربوں جیسے تھے۔

اِن کے اکثر علماء اپنی مذہبی زبان عبرانی سے ناواقف تھے اور صرف عربی جانتے تھے۔

تاہم یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ وہ خود کو عربوں سے ایک فاصلے پہ رکھتے اور یہودیوں کا کوئی قبیلہ نہ تو صحرائی خانہ بدوشوں کی طرح بادیہ کی زندگی بسر کرتا تھا اور نہ ہی اُن خصوصیات کا حامل تھا جو صحرائی خانہ بدوشوں کی زندگی کا خاصہ ہوا کرتا ہے۔

عرب کھیتی باڑی سے تقریباً ناواقف تھے سوائے یمن کے عربوں کے جن کی زمینیں صدیوں سے سر سبز وشاداب چلی آرہی تھیں۔

یا پھر مدینہ کے وہ عرب تھے جنھوں نے اپنے آباء سے کھجور کاشت کرنا سیکھ لیا تھا اس کے باوجود وادیٔ یثرب اور خیبر کے علاقوں میں کھجوروں کے اکثر نخلستانوں کے مالک یہودی تھے۔

یہودی چونکہ فطری طور پہ بخیل ہوتا ہے اس لیے وہ مدینہ کے عربوں اور دیگر عربوں کے مقابلے میں

قدرے آسودہ تھا۔

جس کی بنا پر اس نے سودی کاروبار کو اپنایا ہوا تھا۔

اکثر عرب قبائل اُن کے مقروض ہوا کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ اِن کے خلاف بھرپور اور موثر آواز اٹھانے سے قاصر تھے۔

یہودیوں کے دیگر پیشوں میں تجارت، سونے چاندی کے زیوارت بنانا اور برتن سازی بھی شامل ہیں۔

وہ صدیوں سے لوہے کو ڈھالنے کا علم جانتے تھے اس لیے اُن کے پاس عربوں کے مقابلے میں عمدہ ہتھیار تھے۔

وہ خود اگرچہ شراب پینے سے احتراز کرتے تاہم شراب کی کشید اور مے خانوں کا نظم بھی انھیں کے ہاتھ میں تھا۔

وہ خود کو عربوں سے برتر خیال کرتے تھے اور اپنے نسلی تعصب کو کبھی کمزور نہ پڑنے دیتے تھے خود کو دوسروں سے برتر خیال کرتے تھے ۔

وہ جانتے تھے کہ عربوں میں ان کا علم مسلّمہ اور رسوخ گہرا تھا ان میں دین موسوی کی روایت کے عالم بھی موجود تھے اور اہل کتاب ہونے کی وجہ سے وہ اِک احساسِ تفاخر رکھتے تھے۔

وہ عربوں سے کہا کرتے!

کہ عنقریب ایک نبی آنے والا ہے جس سے مل کر وہ عربوں پہ غلبہ حاصل کرلیں گے۔

تاہم جب نبی اکرم ﷺ اُن کے درمیان تشریف لائے تو اُن بدبختوں نے آپ ﷺ کا انکار کیا اور یہ سعادت عربوں کی جھولی میں ڈال دی گئی کہ وہ اُن کی اُمت کے طور پہ جانے جائیں۔

علمائے تاریخ نے یہ سوال بھی اٹھایا ہے کہ جب عرب کسی قدر اُن سے مرعوب تھے تب انھوں نے دین یہودیت کو قبول کیوں نہ کرلیا۔

بلکہ صورت حال اس کے برعکس تھی وہ یہودیوں کے عقائد سے نفرت کرتے تھے اور عربوں کے کسی قابل ذکر قبیلے یا گروہ نے دین یہودیت کو قبول نہ کیا تھا جس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ چونکہ کعبے کے متولی تھے اور یہودی بیت المقدس کو اپنا روحانی اور مذہبی مرکز مانتے تھے اس لیے اُن میں ایک

بعد بہر حال موجود تھا۔

اس لیے باجوداس بات کے کہ یہودی عربوں میں اپنی تجارت زراعت اور سودی لین دین کی وجہ سے مستحکم معاشی حیثیت کے حامل تھے جزیرۃ العرب میں کوئی سیاسی اور مذہبی مقام حاصل نہ کر سکے۔

اس لیے کہ عرب مشکل ہی سے کسی دوسرے کے خیال اور مذہب کو قبول کرنے پہ تیار ہوتے۔

اُن کے اندر ایک غیر محسوس سی خودی اور احساس تفاخر موجود تھا جس کی وجہ سے وہ کسی سے متاثر نہ ہوتے۔

چنانچہ تاریخ کے مختلف ادوار میں عربوں اور یہودیوں کے درمیان جو معرکے بپا ہوئے اُن میں اکثر و بیشتر عرب ہی غالب رہے۔

یثرب میں برسوں عربوں اور یہودیوں کے درمیان جنگیں ہوئیں اِن میں سے کوئی جنگ ایسی نہیں جس میں یہودیوں کو فتح حاصل ہوئی ہو۔

تاہم مدینہ میں جب اوس اور خزرج کی اولادوں کے مابین مخاصمت کی بنا پڑی اور یاد رہے کہ اس کے پیچھے بھی یہودیوں ہی کا ہاتھ تھا تب اوس وخزرج آپس کی جنگوں میں یوں الجھے کہ انھیں ضعف آ گیا اور محض کچھ عرصہ کے لیے مدینہ کے یہودی عربوں پہ غالب ہوئے۔

تاہم وہ وقت بھی جلد ہی بیت گیا کہ جب اوس اور خزرج نے اسلام قبول کر لیا اور وہ باہم بھائی بھائی بن گئے تو یہودی پھر سے پس منظر میں چلے گئے۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے معاہدہ (میثاق مدینہ) کیا اور پھر اس کی خلاف ورزی کی۔

تب نبی اکرم ﷺ نے اُن کے کچھ قبائل کو مدینہ سے جلا وطن کر دیا اور کچھ کو قتل کرا دیا کہ وہ اپنے اعمال کی بنا پر اس بات کے مستحق تھے۔

یہودی اگرچہ عربوں میں رہتے تھے مگر اُن میں کبھی بھی عربوں سی وہ فراغ دلی اور وسعت قلبی نہ پیدا ہو سکی جو اہل عرب کا خاصا تھی۔

آج صدیاں گزریں مگر بنو اسرائیل کی سرشت میں بالشت بھر کی تبدیلی بھی نظر نہیں آتی۔ وہ آج بھی سازشی اور ظلم کرنے والے ہیں مقبوضہ فلسطین میں اُن کی بہیمیت اُن کی اسی گمراہی کی شہادت ہے۔

قرآن حکیم میں اِن کی بداعمالیوں کا بہت تذکرہ ہے۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ○ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ○

القران الحکیم (سورۃ البقرۃ2/ 17-13)

ترجمہ؛

جب یہ اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب علیحدگی میں اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اصل میں تو ہم تمھارے ساتھ ہیں اور اُن لوگوں سے تو محض مذاق کررہے ہیں۔(مگر حقیقت یہ ہے کہ) اللہ اِن سے مذاق کررہا ہے وہ اِن کی رسی دراز کیے جاتا ہے۔اور یہ اپنی سرکشی میں اندھوں کی طرح بھٹکتے چلے جاتے ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی ہے مگر یہ سودا ان کے لیے نفع بخش نہیں ہے اور ہرگز یہ سیدھے راستے پر نہیں ہیں۔اِن کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے آگ روشن کی اور جب اُس نے سارے ماحول کو روشن کر دیا تو اللہ نے اُن کا نورِ بصیرت سلب کرلیا اور انھیں اس حال میں چھوڑ دیا کہ تاریکیوں میں انھیں کچھ نظر نہیں آتا[92*]۔

عرب اور عیسائیت

جزیرۃ العرب میں عیسائیوں یعنی نصاریٰ کی ایک تعداد بھی موجود تھی۔ مکہ اور اس کے قرب وجوار میں دین نصاریٰ پہ قائم بہت سے لوگ موجود تھے۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اس دین کو عربوں نے کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ اگرچہ اُن کے ہمسایہ ہی میں دین عیسوی پہ قائم ایک بہت بڑی اور مستحکم ریاست موجود تھی یعنی سلطنت روم جو اس وقت ایک بہت بڑی طاقت تھی اور جس کا سرکاری مذہب عیسائیت تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کے لیے کوئی نئی شریعت لے کر نہیں آئے تھے بلکہ وہ دین موسوی کی تجدید کے لیے آئے تھے مگر یہودیوں نے جس شدت سے اُن کی مخالفت کی اور اُن کا راستہ روکنے کی کوشش کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہدایت کے طالب ہی نہ تھے انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایذا رسانی میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور آخر میں تو انھوں نے بزعم خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پہ چڑھا ہی دیا تھا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو محفوظ رکھا۔ عربوں پہ دین عیسویٰ یا عیسائیت کے اثرات پر بحث کرنے سے پہلے ہم تاریخ کے حوالے سے اس دین کا کچھ تذکرہ کرنا چاہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے باہمی نزاع کی تاریخ بہت

خوں فشاں ہے اور عیسائیت میں فرقہ پرستی کے نام پہ بہائے جانے والے خون کی داستانیں بھی دل کو لرزا دینے والی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے معجزے سے پیدا ہوئے اور اُن کی ماں حضرت مریم علیہا السلام ایک پاک دامن خاتون تھیں اور ان کا تعلق بھی ایک اعلیٰ مذہبی گھرانے سے تھا۔ جب بغیر شادی کے حضرت مریم علیہا السلام کے ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جنم لیا تو یہودیوں نے انھیں طعن کا ہدف بنالیا۔ تاہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے پالنے سے ہی اِن کو خطاب کیا اور اصل حقیقت اِن کے سامنے رکھ دی۔ اس پہ وہ چپ ہو رہے، تاہم جب وہ جوان ہوئے اور انھوں نے یہودیوں کو ان کے اعمال پہ ٹوکنا شروع کیا تو یہودیوں نے بجائے اس کے کہ وہ ان کی بات سنتے اور اس پر عمل کرتے انھوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کی مخالفت کی اور آپ کی ماں پہ ناروا الزامات لگائے۔ یہودی دراصل اپنے خبث باطن کی وجہ سے دین موسوی سے اتنا دور جا چکے تھے کہ انھیں ہر وہ آدمی برا لگتا تھا جو انھیں آئینہ دکھانے کی کوشش کرتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اِن کو بتایا کہ وہ دین موسوی کو اُن بدعتوں سے پاک کرنے کے لیے آئے ہیں جن کو لوگوں نے اصل دین میں شامل کر لیا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دیگر سینکڑوں پیغمبروں کی طرح صرف بنی اسرائیل ہی کی طرف اترے تھے اور اُنھوں نے ان گمراہ لوگوں کو راہ ہدایت کی طرف بلایا مگر یہودی اُن کی جان کے دشمن ہو گئے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھا لیا تب آپ کے حواریوں نے دین کی تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اٹھائے جانے سے پہلے اپنے حواریوں سے کہا!

غیر قوموں کی طرف نہ جانا نہ سامریوں کی بستیوں میں داخل ہونا۔

بلکہ صرف اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو تلاش کرنا!

انھوں نے لوگوں کو مخاطب کیا اور کہا:

اے لوگو!

میں تمھاری طرف بھیجا گیا ہوں اور میرے متعلق یہ گمان نہ کرو کہ میں سابقہ انبیاء کی تعلیمات کو منسوخ کرنے آیا ہوں اور نہ میں اُن کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔

بلکہ میں تو ان کی تجدید کرنے آیا ہوں۔

چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیرو بھی اسی شریعت پہ کاربند تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے اور جس پہ یہودی عمل پیرا تھے۔

اور وہ اسی شریعت پہ پابند رہے حتیٰ کہ سینٹ پال نے دین عیسوی کا حلیہ بگاڑ دیا اور عیسائیوں اور یہودیوں میں بعُد کی بنا پڑی۔

سینٹ پال نے عیسائیوں کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو غیر ضروری قرار دے دیا جس کا ردِ عمل یہ ہوا کہ یہودیوں نے عیسائیوں کو گمراہ فرقہ قرار دے کر خود سے الگ کر دیا۔

اور شاید یہی سینٹ پال کا منصوبہ تھا۔

اس کے بعد مذہب عیسائیت کی بنا پڑی اور وہ ایک الگ مذہب کے طور پہ ابھرے۔

عیسائی اپنی عددی برتری پہ نازاں تھے اور وہ خم ٹھونک کر یہودیوں کے مقابلے کے لیے اتر آئے بعد میں جب اِن کو سلطنت رومہ کی سیاسی پشت پناہی بھی حاصل ہو گئی تو انھوں نے یہودیوں پہ مظالم ڈھانا شروع کر دیئے۔

پھر جب ۷۰؁ء میں یروشلم کے یہودیوں نے عیسائیوں کے مظالم کے خلاف آواز اٹھائی تو سلطنت رومہ نے اسے بغاوت قرار دے کر یروشلم پہ یلغار کر دی انھوں نے مقدس ہیکل مسمار کر دیا اور بہت سے یہودیوں کو قتل کر دیا۔

فلسطین پہ رومی قبضے کے بعد عیسائیوں نے خوب ترقی کی اور اُن کے مشن مشرقی اقوام کو دین عیسوی کی دعوت دینے لگے جنھیں بحیرہ روم کے اس پار خوب پذیرائی حاصل ہوئی اور مذہب عیسائیت اسکندریہ سے لے کر روم اور انطاکیہ تک پھیلتا چلا گیا۔ مگر جب اُن کا دین جب یونان کے اِن علاقوں میں داخل ہوا تو یونان کے فلسفیوں نے اسے فلسفے کی سان پہ چڑھا دیا اور جو کسر سینٹ پال سے رہ گئی تھی وہ یونانی فلاسفہ نے پوری کر دی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کی شناخت دین توحید کے طور پہ ختم ہو گئی۔ اب فلسفیانہ بحثیں تھیں اور دین عیسوی تھا جس کی شکل ہر فلسفی کے نیا نقطہ نظر سامنے آنے کے بعد بدلنے لگی۔ ارسطو نے کہا کہ انسان تین اشیا سے مرکب ہے روح مادہ اور تیسری چیز کو وہ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہے اور جونہی بات اس کی سمجھ میں آئے گی تو وہ لوگوں کا بتا دے گا۔ ارسطو کے مطابق چونکہ انسان میں شامل تیسری چیز کو

سائنسی طور پہ ثابت نہیں کیا جاسکتا اس لیے باوجود اس کے کہ اس نے کائنات کے اصولوں کی تشریح کردی ہے تاہم وہ ابھی تک اس تیسری قوت کو کھوج رہا ہے جو غالبًا غیر کائناتی ہے اور جو انسان میں لازمی طور پہ پائی تو جاتی ہے مگر اس کالفظوں میں اظہار کرنا دشوار ہے۔

اس گتھی کو یونان کے ایک اور مفکر (Alexander) نے سلجھایا اور اس نے کہا کہ وہ تیسری قوت ارسطو جس کا متلاشی تھا اس کا تعلق یقیناً خدا سے ہے چنانچہ انھوں نے اسے الوہیت (Spirit) کا نام دیا جس سے اُن کا دین مزید الجھ کے رہ گیا۔ اس لیے کہ اب تک وہ اپنے دین کی کئی بنیادوں کو خود ہی مسمار کر چکے تھے مگر لوگوں نے یونانی فلاسفہ کے اثر کو اس تیزی سے قبول کیا کہ کلیسا کو بھی اسے اپناتے ہی بنی۔ چنانچہ وہ تثلیث کے اس عقیدے پہ آن ٹھہرے جو دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کی ضد تھا۔ یاد رہے کہ عیسائیت جب یونان میں داخل ہوئی تو اس سے بہت پہلے ہی ان میں فرقہ پرستی راہ پا چکی تھی۔

جس کی وجہ بیان کرتے ہوئے مورخین نے لکھا ہے کہ جب رومنوں نے دین عیسویٰ قبول کیا تو روم میں یونانی فلسفے کی جڑیں بہت گہری تھیں جس کی وجہ سے اُن کے عیسائی عالم اُن مباحث میں الجھ گئے جن کو اصل دین عیسویٰ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ فلسفے کی باریکیوں اور دین کی بنیادوں میں تفاوت پیدا کرنے کوشش میں تھے جس نے دین عیسوی کا حلیہ بگاڑ دیا تھا اور یہودیوں ہی کی مانند جلد ہی وہ بھی دین حنیف سے بہت دور نکل گئے۔ انھوں نے اپنی عبادت گاہوں میں حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اپنے اولیا کے بت سجا لیے تھے اور اُن کے سامنے سجدہ ریز بھی ہوگئے تھے۔ چنانچہ چوتھی صدی عیسوی تک آتے آتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دین اپنی اساسی تعلیمات سے عاری ہو چکا تھا اور قسطنطنیہ کا درباری دین بن چکا تھا۔ اگرچہ سلطنت رومہ نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کو اپنا سرکاری دین قرار دیا تو اس کو بے پناہ ترقی حاصل ہوئی اور اس کے ماننے والے چاروں اور پھیل گئے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ دین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دین نہ تھا بلکہ سلطنت رومہ کے اُن فلاسفہ کا وضع کردہ وہ دین تھا جس میں تین خدا تھے جو مل کر ایک ہو جاتے ہیں اور جس میں ایک خدا کو ماننا کفر تھا اور تین خداؤں پہ ایمان لانا ضروری تھا۔ انھوں نے اپنے اولیاء و احبار کے مزار بنا لیے اور قبر پرستی شروع کردی تھی وہ بری طرح شرک و بت پرستی اور فسق و فجار کا شکار ہو چکے تھے اور شرک کے معاملے میں عیسائی یہودیوں کو بھی کوسوں پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ اُن میں

فرقہ پرستی کی راہ اس طرح ہموار ہوئی کہ عیسائیوں کے وہ گروہ جو سلطنت رومہ سے قدرے فاصلے پہ تھے اور جن پہ یونانی فلاسفہ کا اثر بھی کم تھا وہ اپنے دین کی کچھ بنیادوں کو بچانے میں کامیاب رہے تھے۔اس لیے سلطنت رومہ کے عیسائیوں کے عقائد اور نظریات شام اور میسوپوٹیمیا کے عیسائیوں سے قدرے مختلف تھے۔شام اور دیگر علاقوں کے عیسائی اپنی قدیمی اقدار کو یونانی فلاسفہ کے جدید نظریات پہ قربان نہ کرنا چاہتے تھے اس لیے ان کے عقائد اور نظریات رومن کیتھولک چرچ سے مختلف تھے ان کے چرچ سادہ اور مذہبی راہنما اس لالچ اور جاہ وحشم سے قدرے دور تھے جو رومی کلیسیائی تنظیم کا خاصا تھا۔

جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ سلطنت رومہ کی کلیسائی تنظیم سرکاری تھی اور اسے بے پناہ وسائل بھی حاصل تھے ۔تاہم ان بے پناہ وسائل کو حاصل کرنے کے لیے انھوں نے یونانی فلاسفہ کو اپنے دین کی بنیادیں کھودنے کی اجازت دے رکھی تھی جس کی بنا پہ کیتھولک چرچ نہ صرف خوشحال تھا بلکہ طاقتور بھی تھا۔اسی طاقت کے بل پر بعد میں اس نے اپنے ہی بھائیوں کا بہت خون بہایا جس کی تفصیلات بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں ہے۔رومی کیتھولک چرچ نے اپنے لیے بہت سی عالیشان عمارتیں بنوائیں اور سلطنت رومہ کے جاہ وجلال والے شہری تمدن میں پرورش پانے والے رومن کیتھولک چرچ نے بھی ظاہری جاہ وجلال کو اپنے مذہب کا حصہ بنالیا۔

جبکہ شام وعراق میں پائی جانے والی عیسائیت ابھی قدرے سادہ تھی اور اپنی بنیادوں پہ استوار تھی اور یہ کہ وہ رومن کیتھولک چرچ کے جاہ وحشم کو پسند نہ کرتے تھے۔چنانچہ دو مختلف علاقوں دو مختلف تہذیبوں میں پروان چڑھنے والی عیسائیت کا اتصال کبھی بھی اور کسی بھی مقام پہ نہ ہوا۔بلکہ آگے چل کر اسی اختلافی نقطہ نظر نے ایک بڑے سیاسی تصادم کی صورت اختیار کرلی جو بظاہر دو مذہبی گروہوں کی مخاصمت نظر آتی تھی مگر درحقیقت ایسا نہ تھا۔یونانی فلاسفہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین میں جن مباحث کو زیر بحث بنایا اُن کو لے کر عیسائی مذہب ایک عجیب گورکھ دھندے میں بدل کر رہ گیا تھا جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اُن کی آراء میں بھی اختلاف پایا جائے اور یہ اختلاف بعد میں اتنا بڑھ گیا کہ خون کا ایک سمندر بھی اس آگ پہ قابو پانے میں ناکام رہا رومن کیتھولک کے(Apollinaris) نامی ایک بشپ نے ایک نئی بحث کا دروازہ کھول دیا اس نے کہا کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے ایک مکمل انسان تھے یعنی وہ جسم روح اور خدا کا مرکب تھے تو وجودِ حقیقی سے الگ ہوکر شامل ہونے والی چیز الوہیت ان میں پہلے سے موجود تھی اور خدا تعالیٰ نے خود ان

میں حلول کیا۔تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وجود میں داخل ہو جانے سے الوہیت کا وہ حصہ جو ہر انسان میں موجود ہوتا ہے اور جس کے جسم اور روح سے مل جانے سے انسان میں انسانی اوصاف پیدا ہوتے ہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں باقی نہ رہے تھے اس لیے کہ جب اس کی جگہ حقیقت کل نے لے لی تو اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں انسانوں کی نسبت الوہیت تو بہت زیادہ آ گئی لیکن اس وجہ سے وہ انسانی اوصاف سے محروم ہو گئے اس کے اس نقطہ نظر نے شام مصر اور اسکندریہ کے عیسائی پادریوں کو سیخ پا کر دیا اور وہ چیخ اٹھے کیونکہ بشپ کے اس خیال کو تسلیم کر لینے سے لازم آتا تھا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے انسانی اوصاف خارج ہو گئے تو پھر باقی صرف خدا بچا جب کہ عام عیسائیوں کا عقیدہ تو یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت اور بزرگی اسی میں ہے کہ وہ پہلے ایک مکمل انسان تھے پھر جب خدا نے ان میں حلول کیا تو وہ انسانی اور خدائی دونوں صفات سے متصف ہو گئے پھر یہ جھگڑا چلتا رہا۔

حتیٰ کہ میسو پوٹیمیا سے تعلق رکھنے والے ایک عیسائی مفکر (Theodore) نے انسان اور خدا کے ایک ہو جانے کے اس جھگڑے میں ایک نیا نظریہ متعارف کرا دیا اس نے کہا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو وہ ایک مکمل انسان تھے اور ان میں عام انسانوں میں پائے جانے والے تینوں اجزائے ترکیبی یکجا تھے۔لیکن جب خدا تعالیٰ نے اِن کے جسم میں حلول کیا تب وہ الوہیت جو پہلے سے ان میں بطور انسان موجود تھی وہ پھر سے اپنی اصل یعنی خدا تعالیٰ میں جذب ہو گئی تاہم لوگوں نے یہ نظریہ تسلیم نہ کیا اگرچہ یہ ایک نیا نظریہ تھا۔یہ نظریاتی اور عقائدی اختلاف بڑھتا رہا حتیٰ کہ اس جھگڑے سے سرکاری چرچ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔چنانچہ رومی شہنشاہ کو مداخلت کرنا پڑی اور اس نے تمام فرقوں کا ایک اجلاس منعقد کیا تاہم اس پہ سرکاری چرچ کا بہت دباؤ تھا اس لیے ۴۵۱ء میں ہونے والے اس اجلاس میں قابل ذکر پیش رفت نہ ہو سکی۔اس لیے کہ شہنشاہ روم کی سیاسی مجبوریاں آڑے آ رہی تھیں اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ نسطورین فرقے کی طرح کے اپنے اور مخالفین پیدا کرے کیونکہ نسطورین نے شاہ ایران سے مل کے سلطنت رومہ کے خلاف محاذ بنا رکھا تھا۔

مگر چرچ نے رومی [93*] شہنشاہ کو کامیاب نہ ہونے دیا اور انھوں نے (Eutyches) کے اس نئے نظریے کو رد کر دیا اور اسے خلاف دین قرار دے دیا اور شہنشاہ روم پہ اپنا دباؤ بڑھایا کہ وہ اس نظریے کے حامل افراد کو ملک بدر کر دے۔تاہم فوری طور پہ شاہ روم نے چرچ کا یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اس

لیے کہ اس نظریہ کے ماننے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور وہ شام مصر فلسطین اور اسکندریہ ہر جگہ پھیلے ہو ئے تھے اس لیے رومی حکومت ریاست میں اس بڑھتے ہوئے انتشار کو ہوا نہ دینا چاہتی تھی۔ رومی چرچ نے (Eutyches) کے نظریہ کو قبول کرنے والے لوگوں کو (Jacobyets) کا نام دیا۔ اِن لوگوں نے بلآخر رومی ریاست کو پریشان کر کے رکھ دیا اور رومی شہنشاہ کو اِن کے خلاف کاروائی کا حکم دینا پڑا ۔اسکندریہ کے بڑے پادری کو گرفتار کر کے قسطنطنیہ بھیج دیا گیا۔ اسی دوران رومی ریاست سے ملحق کئی علاقوں کے عرب بھی عیسائیت قبول کر چکے تھے جن میں اہل غسان بھی شامل تھے اور اُن کے مابین بھی وہی لایعنی مباحث چھڑے ہوئے تھے جن کا حل روم کی طاقتور ریاست کے پاس بھی نہ تھا۔

اہل نصاریٰ کے علمی اور فلسفیانہ مباحث سے ہٹ کر اب ہم اہل عرب پہ دین عیسوی کے اثرات کا جائزہ لیں گے جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ شام و فلسطین کے لوگوں نے یونانی نظریات کا زیادہ اثر قبول نہیں کیا تھا اس لیے وہ علاقے نسبتاً رومی کیتھولک چرچ کے اثر سے بچے رہے تھے، تاہم اہل نصاریٰ کی صدیوں کی مساعی کے باوجود نجران کے کچھ باشندوں کے علاوہ جزیرۃ العرب میں عیسایت کہیں نظر نہیں آتی۔ تاہم اگر کوئی انفرادی طور پہ اس مذہب کو اپنا لیتا تو وہ الگ بات تھی۔ جیسا کہ ورقہ بن نوفل عیسائی تھے اور مکہ کے رہائشی تھے۔ اسی طرح یمن میں عیسائیت کے کچھ نشان ملتے ہیں جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ حبشہ کے سیاہ لشکروں نے ایک مدت تک اس سرزمین پہ یلغار جاری رکھی اور اس پہ قبضہ بھی کیے رکھا۔ یمن پہ قبضے کے دوران عیسائی حکمرانوں نے اس خطہ میں اور خاص طور پہ اندرون عرب عیسائیت کو فروغ دینے کی بھرپور کوششیں کی مگر انھیں اس میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوسکی اور ابرہہ کا ہاتھیوں کی فوج کے ساتھ مکے پر حملہ کرنے کی بڑی وجہ بھی ان کا مذہبی جوش وخروش ہی تھا ان کے دل میں یہ خواہش تھی کہ وہ عربوں کو اُن کے ملی آبائی اور مذہبی مرکز خانہ کعبہ سے وابستگی کو کمزور کر دیں جس کے نتیجے میں وہ خود بخود عیسائیت کی طرف راغب ہو جائیں گے۔ مگر ابرہہ اور اس کے ہاتھیوں کے لشکر کی جو درگت بنی وہ تاریخ کا حصہ ہے اور عربوں کے اس پختہ یقین کا ثبوت بھی جو ان کو بیت اللہ کے ساتھ جوڑے ہوئے تھا ۔اگرچہ شاہ حبشہ اور رومی کلیسا کے درمیان اعتقادی تفاوت تھا تاہم عرب میں عیسائیت کے فروغ اور مشترک مفادات کے تحفظ کے لیے وہ اپنے ذاتی تعصب کو اہمیت نہ دیتے تھے اور ایک دوسرے سے بھر پور تعاون کرتے تھے مگر باوجود ان کی کوششوں کے عیسائیت صرف ربیعہ اور قضاعہ کے چند گھرانوں تک

محدود رہی۔ان لوگوں کے دین عیسویٰ کو قبول کرنے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے مورخین نے لکھا ہے کہ عربوں کے تجارتی قافلے جن مراکز تک سفر کرتے تھے اُن علاقوں میں عیسائی حکمران تھے اور عربوں کے عیسائیوں سے تجارتی روابط موجود تھے پھر دین عیسویٰ کے مشن عربوں کے دور دراز علاقوں تک سفر کرتے۔

وہ عربوں کے تجارتی بازاروں میں اپنے دین کی تبلیغ کرتے جس کی وجہ سے بہر حال وہ عربوں کے کچھ اشخاص کے دلوں کو مسخر کرنے میں ضرور کامیاب ہوئے۔تاہم عربوں کے کسی پورے قبیلہ یا خاندان میں عیسائیت نہیں دیکھی گئی سوائے نجران اور یمن کے علاقوں کے اور مورخین [94*] نے اس بات کو بھی سختی سے رد کیا ہے کہ نجران میں رومی گورنر حکومت کرتا تھا بلکہ اس کے برعکس وہاں عرب ہی حکمران تھے اگرچہ اُن میں کچھ عیسائی بھی تھے پھر اِن علاقوں کے عربوں میں کہیں کہیں عیسائیت مستحکم ہوتی رہی اور حیرہ کے عربوں کے چند متفرق قبائل نے بھی عیسائیت قبول کر لی تھی۔عرب انھیں عباد کہتے تھے اور انھیں میں عدی بن زید عبادی بھی تھا۔اس کے علاوہ بنو تغلب کے کچھ گھرانوں نے بھی عیسائیت قبول کر لی تھی اور بنو تغلب عربوں میں شان وشوکت اور طاقت والا قبیلہ تھا۔تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں انھیں اسلامی افواج کے سامنے سر جھکانے پڑے اور ان کا وفد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مذاکرات کے لیے مدینہ آیا اور ان سے صلح کا معاہدہ کیا گیا جن شرائط پہ یہ معائدہ ہوا مورخین [95*] نے ان کو محفوظ رکھا ہے۔

- بنو تغلب اب اپنے کسی بیٹے کو بپتسمہ نہ دیں گے۔
- اور یہ کہ اُن کا صدقہ دوگنا ہوگا۔
- یعنی جب کسی بیرونی یلغار کی وجہ سے مسلمانوں پہ صدقہ واجب کیا جائے گا تو اہل نصاریٰ کو اس سے دوگنا ادا کرنا ہوگا۔
- صدقہ مرد اور عورت پہ برابر ہوگا۔
- بچوں پہ صدقہ نہیں ہوگا۔
- ان کی فصلوں پہ بھی لگان دوگنا ہو جائے گا۔
- ان کے فاترالعقل بچوں اور بوڑھے افراد کی زمینوں سے بھی لگان اسی شرح سے وصول کیا جائے گا۔

- یہ لگان اُن کی ایسی تمام زمینوں پہ لاگو ہوگا جس پہ وہ معائدہ کے دن سے قابض ہوں گے۔
- تاہم اِن کے جانور اور غلام اس ٹیکس سے مستثنیٰ ہوں گے۔

اہل نجران بھی عرب عیسائی تھے فتح مکہ کے بعد جب اسلامی افواج نے اِن علاقوں تک دعوت حق پہنچانے کے لیے یلغار کی تو نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

چودہ افراد پر مشتمل یہ وفد اُن کے اشراف پر مشتمل تھا۔

اِن چودہ افراد میں سے اُن کا سیّد بھی شامل تھا، سردار بھی شامل تھا اور عاقب بھی شامل تھا۔

یاد رہے کہ یہ اُن کے مذہبی مناصب تھے۔

سیّد اُن کا سب سے بڑا منصب تھا تاہم عاقب اس کے مشورے کا پابند ہوتا اور اس کی بات سنی جاتی۔

جب نبی اکرم ﷺ سے اُن کی ملاقات ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے اُن کو اسلام کی دعوت دی اور اُن سے مسلمان ہو جانے کو کہا!

ہم تو پہلے ہی مسلمان ہیں۔

نجران کے عاقب نے جواب دیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

نہیں جب تک تم مجھ پہ ایمان نہ لاؤ مسلمان نہیں ہو سکتے۔

ہم حضرت عیسیٰ پہ ایمان لائے ہیں اور آپ سے پہلے مسلم ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

نہیں تم جھوٹ بولتے ہو!

تم مسلمان نہیں ہو!

کیونکہ تمھاری تین باتیں تمھیں اسلام سے روک رہی ہیں۔

صلیب کی پرستش کرنا، سور کھانا، اور اس بات پہ یقین رکھنا کہ اللہ بھی صاحبِ اولاد ہے۔

اس وقت نبی اکرم ﷺ پہ یہ آیات نازل ہوئیں۔

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَاللّٰهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ

O

القرآن الحکیم (سورۃ آل عمران3/ 59)

ترجمہ؛

''اللہ کے نزدیک توعیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے کہ اللہ نے آدم کا مٹی کا اندازہ بنایا اور کہا ہو جا اور وہ ہو گیا''۔

****

آپ ﷺ نے نجران کے وفد کے سامنے یہ آیت پیش کی۔

انھوں نے جواب دیا; ہم تو اسے نہیں جانتے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ پہ مباہلہ کی آیات اتاریں۔

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَاجَاءَ كَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَا ءَ نَا وَابْنَا ءَ كُمْ وِنِسَائِنَا وَنِسَائِكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهَ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ O

القرآن الحکیم (سورۃ آل عمران3/ 61)

ترجمہ؛

''علم کے آجانے کے بعد جو شخص آپ ﷺ سے حضرت عیسیٰ کے بارے میں جھگڑا کرے تو آپ فرما دیں آؤ ہم بھی اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم بھی اپنے بیٹوں کو بلاؤ ہم بھی اپنی عورتوں کو بلاتے ہیں تم بھی اپنی عورتوں کو بلاؤ ہم بھی اپنے آپ کو بلاتے ہیں تم بھی آجاؤ اس کے بعد ہم دعا مانگیں گے اور جھوٹوں کو اللہ کی لعنت کا مورد ٹھہرائیں گے''۔

****

تب نبی اکرم ﷺ نے اہل نجران کے اس وفد سے کہا!

مجھے میرے اللہ نے حکم دیا ہے اگر تم مجھ سے حضرت عیسیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہو اور اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے ہو تو مجھ سے مباہلہ کرلو۔

انھوں نے جواب دیا۔

اے ابوالقاسم ہمیں سوچنے کے لیے کچھ وقت دیں۔

وہ اٹھے اور کچھ فاصلے پر جاکر آپس میں مشورہ کرنے لگے۔

پھر اس کے بجائے کہ وہ اپنی رائے سے نبی اکرم ﷺ کو آگاہ کرتے۔

وہ بغیر کوئی بات کیے وہاں سے چلے گئے۔

وہ اپنے گھوڑوں پہ سوار واپس جارہے تھے۔

اور مباہلے کے بجائے انھوں نے معاہدہ کرلیا۔

تب اُن کے عاقب نے اپنے سید سے کہا!

خدا کی قسم تمھیں معلوم ہے کہ یہ شخص نبی مرسل ہے۔

اگر تم اس سے ملاعنت کرلیتے تو وہ تمھاری بیخ کنی کردیتا۔

اس لیے کہ جب بھی کسی قوم نے کسی نبی سے لعان کیا ہے تو پھر اس کا نہ کوئی چھوٹا باقی رہا ہے اور نہ کوئی بڑا اور نہ پھر ان کے بچے بڑھے ہیں۔

دیگر کئی مورخین نے اس واقعے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نجران کے اس وفد نے نبی اکرم ﷺ کا چیلنج قبول کرلیا تھا۔جگہ کا انتخاب بھی کرلیا گیا تھا۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نجران کے عیسائیوں سے مباہلے کے لیے نکلے۔

اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی نکلے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی نکلیں۔[*96]

رسول اللہ ﷺ نے اپنے داماد بیٹی اور نواسوں سے فرمایا!

اگر میں دعا کروں تو تم آمین! کہنا،

تاہم عیسائیوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا!

اپنے دین پہ ڈٹے رہو اور ان سے بات کرو۔

نجران کے وفد نے نبی اکرم ﷺ سے معذرت کی اور کہا!

ہم آپ سے مباہلہ نہیں چاہتے۔

مگر ہم آپ سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ اور نجران کے اِن عیسائیوں کے درمیان معائدہ طے پا گیا اور انھوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا۔

شرائط یہ تھیں۔

- اہل نجران مسلمانوں کو صفر کے مہینے میں کپڑوں کے ایک ہزار جوڑے دیں گے۔
- رجب کے مہینے میں بھی وہ کپڑوں کے ایک ہزار جوڑے دیں گے اور نقدی اس کے علاوہ ہوگی۔
- وہ ہر سال کپڑوں کے دو ہزار جوڑے تینتیس زرہیں، تینتیس اونٹ اور چونتیس گھوڑے دیں گے ۔

آپ ﷺ نے اہل نجران پہ عمرو بن حزم کو عامل مقرر کیا۔ [*97]

آپ ﷺ نے عمرو کو اہل نجران کی طرف بھیجا تو انھوں اسے یہ تحریر دی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے امان نامہ ہے اہل نجران کے لیے اے مسلمانوں اپنے معاہدوں کو پورا کیا کرو اور یہ وصیت نامہ ہے محمد ﷺ کی طرف سے عمرو بن حزم کے لیے جب اسے یمن بھیجا گیا۔ میں اسے حکم دیتا ہوں کہ وہ ہر معاملے میں تقوۃ اللہ کو پیش نظر رکھے۔ نیک برتاؤ کرے، غنیمت میں سے مسلمانوں کا پانچواں حصہ وصول کرے اور پھلوں پہ جو صدقہ

مسلمانوں پر فرض کیا گیا ہے وہ حاصل کرے۔

****

اور جو خط نبی اکرم ﷺ نے عمرو بن حزم کو اہل نجران کے لیے دیا تھا اس کا متن یوں ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وہ عہد نامہ ہے جسے محمد رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران کے لیے لکھوایا کہ آپ کو اختیار حاصل تھا کہ ان کے ہر پھل، سونے چاندی اور غلام کے ضمن میں جو حکم چاہتے دیتے مگر آپ ﷺ نے ان پر مہربانی فرمائی اور اُن کے تمام اموال انھیں کے لیے چھوڑ دیئے اس شرط پر کہ وہ ہر رجب میں دو ہزار جوڑے یمنی کپڑوں کے ادا کیا کریں گے ایک ہزار جوڑے رجب میں اور ایک ہزار جوڑے صفر میں اور ہر جوڑے کے ساتھ ایک اوقیہ چاندی بھی ہوگی اور جو خراج سے زائد ہو یا اوقیہ میں سے کچھ کم ہو جائے تو اس کے مطابق حساب کر لیا جائے گا اور جو زرہیں گھوڑے رکاب اور سامان ان سے لیا جائے گا اس کو بھی شمار کر لیا جائے گا اور اہل نجران میرے قاصدوں کی خوراک اور ٹھہرانے کے ذمہ دار بھی ہوں گے اور قاصدوں کو ایک ماہ سے زیادہ نہ روکا جائے گا۔ نیز اُن کے ذمے یہ بھی ہے کہ جنگ کی صورت میں وہ تیس گھوڑے تیس زرہیں اور تیس اونٹ عاریتاً دیں گے اور جو زرہیں گھوڑے یا رکابیں اور دیگر سامان جنگ میں خراب ہو جائے تو اس کے ذمہ دار مسلمان ہوں گے۔ چنانچہ اہل نجران اور نواح کے لوگوں کو اللہ کی پناہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کی حمایت حاصل ہوگی، ان کے مالوں جانوں زمینوں ملت اور ان کے ان لوگوں کو بھی جو وہاں موجود ہوں یا کہیں گئے ہوئے ہوں پناہ اور حمایت حاصل ہوگی ۔ان کے قبیلوں اور گرجوں اور ہر اس چیز کو خواہ وہ کم ہو یا زیادہ جو ان کے قبضے میں ہے حمایت اور پناہ حاصل ہوگی۔ کوئی پادری اپنے علاقے میں کسی قسم کا تغیر کرنے کا مجاز نہ ہوگا اسی طرح نہ کوئی راہب اپنی راہبانیت میں اور نہ کوئی کاہن اپنی کہانت میں تغیر کا مجاز ہوگا۔ ان کے ذمے نہ جاہلیت کا کوئی سود ہوگا نہ جاہلیت کا کوئی خون اور نہ انھیں جلاوطن کیا جائے گا۔ نہ اُن

سے عشر لیا جائے گا اور نہ کوئی فوج ان کی زمینوں کو پامال کرے گی ان میں سے جو شخص جزیہ مانگے گا ہم اس سے آدھا آدھا بانٹ لیں گے۔ نہ ہم کسی پہ ظلم کریں گے اور نہ کوئی ہم پہ ظلم کرنے پائے گا ان میں سے آئندہ جو شخص بھی سود لے گا اس سے میرا کوئی معاہدہ نہیں ان میں سے کسی شخص کو کسی دوسرے کے جرم میں نہ پکڑا جائے گا اور اس تحریر میں جو کچھ درج ہے اس کو اللہ کی پناہ اور محمد ﷺ کی سرپرستی حاصل ہے، تا آنکہ اللہ تعالیٰ اپنا کوئی حکم نازل فرمادے۔ اور یہ بات اس وقت تک قائم رہے گی جب تک اہل نجران نیک نیت رہیں گے اور جو کچھ ان کے ذمے ہے اس کی اصلاح کرتے رہیں گے۔ اس صورت میں یہ مظلوم ہو کر واپس نہ جائیں گے“۔

****

اس عہد نامے پر ابوسفیان بن حرب، غیلان بن عمرو، بنونضر میں سے مالک بن عوف، اقرع بن حابس الحنظلی اور مغیرہ بن شعبہ نے بطور گواہ دستخط کیے بعد کے ادوار میں مسلمان خلفاء اُن کو اسی قسم کا معائدہ لکھ کر دیتے رہے۔

اشاریہ

*1

جعفر بن محمد دراصل امام جعفر صادق کے نام سے مشہور ہیں انہوں نے ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔

علامہ محمود شکری آلوسی (بلوغ الارب جلد اول ص ؛ ۴۹۲)

****

*2

امام محمد بن علی امام جعفر بن محمد کے والد ہیں اور امام محمد باقر کے نام سے مشہور ہیں انہوں نے ۱۱۴ھ میں وفات پائی۔

علامہ محمود شکری آلوسی (بلوغ الارب جلد اول ص ؛ ۴۹۲)

****

*3

علامہ قتادہ کا پورا نام **قتادہ بن دعامہ السدوسی** ہے۔ مفسر اور دین کے عالم تھے اگرچہ نابینا تھے ۱۱۷ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔

علامہ محمود شکری آلوسی (بلوغ الارب جلد اول ص ؛ ۴۹۴)

****

*4

جابر بن عبداللہ صحابی ہیں اور حضرت ابن زبیرؓ کے ساتھیوں میں شمار کئے جاتے ہیں انہوں نے ۷۴ سال کی عمر میں ۷۸ھ میں وفات پائی۔

علامہ محمود شکری آلوسی (بلوغ الارب جلد اول ص ؛ ۵۰۳)

****

*5

پورا نام اسود بن یزید النخعی الکوفی ہے فقیہ اور عابد تھے لوگوں نے کہا کہ وہ ایک دن میں سات سو نوافل ادا کیا کرتے تھے ۷۵ھ میں وفات پائی۔

علامہ محمود شکری آلوسی (بلوغ الارب جلد اول ص ؛ ۵۰۳)

****

6

عکرمہ حضرت ابن عباسؓ کے غلام تھے بعد میں ان کو آزاد کر دیا گیا یہ فقیہ اور عبادت گذار تھے ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔

علامہ محمود شکری آلوسی (بلوغ الارب جلد اول ص ؛ ۵۰۴)

****

*7

عبداللہ بن صفوان کا پورا نام **عبداللہ بن صفوان بن امیہ بن حلف الجمحی** ہے رئیس مکہ اور ابن رئیس تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں پیدا ہوئے فقیہ اور عبادت گذار تھے ۳۷ھ میں حضرت ابن زبیر کا ساتھ دیتے ہوئے قتل ہوئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی (بلوغ الارب جلد اول ص ؛ ۵۰۵)

****

*8

حضرت ہاشم کی سخاوت کے حوالے سے جو اشعار پیش کئے گئے وہ علامہ علی ابن برہان الدین حلبی کی مشہور زمانہ سیرت سیرت حلبیہ سے درج کئے گئے۔

سیرت حلبیہ (جلد اول ص ؛ ۵۰،۵۱)

****

*9

امیہ ابی صلت کے یہ اشعار جو اس عبداللہ بن جدعان تیمی کی شان میں کہے تھے بلوغ الارب سے درج کئے گئے ہیں۔

علامہ محمود شکری آلوسی (بلوغ الارب جلد اول ؛ ص ۵۲۶)

****

*10

عرب کھجور کے درختوں سے زیادہ پھل حاصل کرنے کے لیے نر درخت کا پھول مادہ درخت کے پھول میں ڈالا کرتے تھے اسی کو تابیر نخل کہا جاتا ہے۔

سیرت ابن ہشام از ابن ہشام

****

*11

تبع شاہ یمن کے متعلق یہ اشعار خالد بن عبدالعزیٰ کے ہیں۔

جو سیرت ابن ہشام سے درج کئے گئے۔

سیرت ابن ہشام از ابن ہشام (جلد اول ص ؛ ۴۵)

****

*12

عہد جاہلیت میں جب لوگ مکہ سے نکل کر مدینہ کا رخ کرتے تو اُن کا پہلا پڑاؤ وادئ فاطمہ ہوتی تھی اور اس سے اگلی منزل کا نام عسفان تھا مکہ معظّمہ سے اس کا فاصلہ تیس چالیس میل ہو گا۔

سیرت ابن ہشام از ابن ہشام

****

*13

اصل میں یہ لفظ خصف ہے جس کا مطلب ہے ایسی چیز جو کھجور کے پتوں اور ریشوں سے تیار کی گئی ہو اور یہی لفظ موٹے کپڑے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

سیرت ابن ہشام از ابن ہشام جلد اول

****

*14

معافر یمن کے ایک مشہور شہر کا نام ہے جس کی طرف ایک خاص قسم کا کپڑا بھی منسوب ہوتا ہے جسے معافر کہا جاتا ہے۔

سیرت ابن ہشام از ابن ہشام جلد اول

****

*15

اور وصائل بھی ایک عمدہ کپڑے کا نام ہے جو یمن میں تیار کیا جاتا ہے۔ یہ غالباً ریشمی کپڑا ہوتا ہے۔

سیرت ابن ہشام از ابن ہشام جلد اول

****

*16

سبیعہ بنت الاحب جو عبد مناف کی بیوی تھی اس کا یہ قصیدہ بھی سیرت ابن ہشام سے نکل گیا ہے۔

سیرت ابن ہشام از ابن ہشام

(جلد اول ؛ ۴۹۔۴۸)

****

*17

ابن قتیبہ اور علامہ محمود شکری آلوسی نے بلوغ الارب میں بھی اسعد ابو کرب کا ذکر کیا ہے اور اشعار بھی درج کئے ہیں۔

علامہ محمود شکری آلوسی (بلوغ الارب جلد دوم ص:۲۵۴)

****

18*

اہل عرب میں نساۃ اس قبیلے کو کہا جاتا تھا جو اِن کے حرام مہینوں میں ردو بدل کیا کرتے تھے اور اس رسم کو نسئی کہا جاتا تھا۔

سیرت ابن ہشام از ابن ہشام جلد اول

****

19*

مکہ معظّمہ اور طائف کے راستے میں ایک مقام ہے مکہ سے مغمس کا فاصلہ تین فرسنگ (تقریباً دس میل) ہے ۔

سیرت ابن ہشام از ابن ہشام

****

20*

کئی مورخین نے جن میں علامہ عبداللہ سہیلی نے الروض الانف میں علامہ محمود شکری آلوسی نے بلوغ الارب میں اور ابن ہشام نے سیرت ابن ہشام میں ایسے ہی لکھا ہے کہ عربوں کے ایک وفد نے ابرہہ کو تہامہ کی آمدنی کی پیشکش کی تھی۔

****

*21

اِس مضمون میں دیئے گئے اکثر اشعار سیرت ابن ہشام اور بلوغ الارب سے لکھے گئے ہیں۔
تاہم طوالت کی وجہ سے اس واقعہ کے بیشتر اشعار حذف کرنے پڑے۔

****

*22

الشیخ علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی
نے اپنی کتاب وفا الوفا میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ یہودی مدینہ کے پہلے آباد کار نہ تھے۔
امام سمہودی۔(وفا الوفا جلد اول ؛ ص ۱۹۸)

****

*23

الشیخ علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی
وفا الوفا
علامہ سمہودی (جلد اول ؛ ص ۱۹۷)

****

*24

بعد کے مورخین نے دعوی کیا ہے کہ یہ پلیگ یا طاعون تھا جو پہلی بار زمین پہ اتارا گیا۔ وفا الوفا

الشیخ علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی

****

*25

حضرت موسیٰ نے اہل حجاز پہ حملہ کیا تھا۔

وفاالوفا (جلداول ؛ ص ۱۹۹)

الشیخ علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی

****

*26

علامہ یاقوت نے یہ روایت ایک یہودی عالم سے کی ہے۔

وفاالوفا۔(جلداول ص ؛ ۲۰۰)

الشیخ علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی

****

*27

اس لشکر نے حجاز کو فتح کیا تھا مگر یہودی عالموں نے حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد ان کو اپنے شہروں میں داخل نہ ہونے دیا تھا۔

وفاالوفا۔(جلداول ص ؛ ۲۰۰)

الشیخ علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی

****

*28

یہ روایت تاریخ مدینہ سے درج کی گئی ہے۔

تاریخ مدینہ ۔ص ؛ ٦٠

تاریخ مدینہ از شیخ عبدالحق محدث دھلوی

****

*29

قوم سبا کا یہ واقعہ علامہ سمہودی کے علاوہ بہت مورخین نے درج کیا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قرآن نے بھی اس واقعہ کو نگاہ عبرت کے لیے زندہ رکھا ہے۔

وفاالوفا۔۔(جلداول ص ؛ ٢٠٥)

الشیخ علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی

****

*30

انصار مدینہ کا نسب علامی شرقی کے حوالے سے۔

وفاالوفا (جلداول ؛ ص ٢١٢)

الشیخ علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی

****

*31

ابوجبیلہ کے بعد اوس اور خزرج مدینہ میں صاحب اختیار ہوگئے۔

وفاالوفا (جلداول ؛ ص ٢١٧)

الشیخ علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی

****

*32
ابن زبالہ نے یہ روایت زبیر بن بکار سے بیان کی ہے۔
وفاالوفا (جلداول ؛ ص ٦٣)
الشیخ علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی

****

*33
شہر مدینہ کے یہ نام وفاالوفا سے درج کئے گئے ہیں۔اگرچہ عبدالحق محدث دہلوی کی تاریخ مدینہ سے بھی کئی جگہ مدد لی گئی ۔
وفاالوفا (جلداول ؛ ص ٦٣)
الشیخ علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی

****

*34
یہ حدیث پاک وفاالوفا سے درج کی گئی۔
وفاالوفا (جلداول ؛ ص ٩١)
الشیخ علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی

****

*35
ابن زبالہ اور ابوعبیدہ وغیرہ۔

وفاالوفا (جلداول ؛ ص ۱۱۷)

الشیخ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی

****

*36

یادرہے کہ یہ روایت اس وقت کی مسجد نبوی کے بارے میں ہے۔آج کی مسجد نبوی تو بہت بڑی ہے۔

الشیخ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی

****

*37

طبرانی نے یہ روایت ''اوسط'' میں بیان کی ہے۔

وفاالوفا (جلداول ؛ ص ۱۲۰)

الشیخ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی

****

*38

یادرہے اکثر علماء کے نزدیک یہ بات عہد نبوی سے متعلق تھی تاہم کچھ صاحب علم لوگوں کا خیال ہے کہ بات ہمیشہ کے لیے ہے۔

وفاالوفا (جلداول ؛ ص ۱۲۷)

الشیخ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی

****

*39

ابن جریر طبری اور ابن قتیبہ وغیرہ کا یہی خیال ہے۔

وفا الوفا (جلد اول ؛ ص ۱۲۷)

الشیخ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی

****

*40

امام مالکؒ نے ایسے شخص کے بارے میں فتویٰ دیا ہے اور اسے تین کوڑوں کی سزا کا مستحق قرار دیا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر ممکن تو مزار اقدس میں نقص نکالنے والوں کو قید کی سزا دے۔
اور بعض دیگر علماء نے کہا کہ ایسے شخص کی گردن اڑا دینا چاہیے۔

وفا الوفا (جلد اول ؛ ص ۱۲۷)

الشیخ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی

****

*41

ترمذی میں یہ روایت ابن حبان سے حوالے سے درج کی گئی ہے اور اس سے ملتی جلتی کئی روایات بھی موجود ہیں۔

وفا الوفا (جلد اول ؛ ص ۱۲۸)

الشیخ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی

****

*42

شہر مدینہ کے متعلق یہ اشعار بلوغ الارب سے درج کئے گئے۔

(بلوغ الارب جلد اول ؛ص ۴۴۵)

علامہ محمود شکری آلوسی

****

*43

عمرو بن لحیٔ الخزاعی ابن حرث جرہمی کا نواسہ تھا۔

سیرت حلبیہ (جلد اول نصف اول ؛ ص ٦٢)

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

****

*44

عمرو بن لحیٔ الخزاعی نے دین ابراہیم میں نئی بدعتوں کو ایجاد کیا۔

سیرت حلبیہ (جلد اول نصف اول ؛ ص ٦٢)

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

****

*45

اکثم ابن جون کی عمرو بن لحیٔ الخزاعی سے مشابہت۔

سیرت حلبیہ (جلد اول نصف اول ؛ ص ٦٢)

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

****

*46

عمرو بن لحیٔ الخزاعی معمرین میں سے تھا۔

سیرت حلبیہ (جلد اول نصف اول ؛ ص ٦٥)

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

****

*47

عمالیق قبائل کا نسب الروض الانف سے تحریر کیا گیا۔

الروض الانف (جلد اول ص ؛٢٠٠)

امام ابو القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

****

*48

اہل قریش کی یہ تلبیہ الروض الانف سے تحریر کی گئی۔

الروض الانف (جلد اول ص ؛٢٠٠)

امام ابو القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

****

*49

عمرو بن لحیٔ الخزاعی کاہن تھا۔

بلوغ الارب (جلدسوم ؛ ص ۹۷)

علامہ محمود شکری آلوسی

****

*50

ہبل عمرو بن لحیٰ الخزاعی نے نصب کیا تھا۔

البدایہ والنہایہ (جلد اول ص؛ ٦٩)

امام حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر

****

*51

عمرو بن لحیٰ الخزاعی اسے شام سے لایا تھا۔

سیرت حلبیہ (جلد اول :٦٥)

علامہ علی ابن برھان الدین حلبی

****

*52

اور یہ اشعار ابو خراش کے ہیں۔

الروض الانف (جلد اول ص؛۲۰۸)

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

****

*53

مناۃ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گرایا تھا۔

الروض الانف (جلد اول ص ؛۲۱۱)

امام ابو القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

****

*54

مناۃ عربوں کا قدیم ترین بت تھا۔

(بلوغ الارب جلد سوم ص ؛ ۸۲)

علامہ محمود شکری آلوسی

****

*55

بلوغ الارب میں ان تلواروں کے نام مخذم اور رسوب بیان کئے گئے ہیں۔

(بلوغ الارب جلد سوم ص ؛ ۷۸)

علامہ محمود شکری آلوسی

****

*56

شاعر کا نام عمرو بن نفیل بیان کیا گیا ہے جو دورِ جاہلیت میں بھی بتوں کی پوجا نہ کرتا تھا۔

(بلوغ الارب جلد سوم ص ؛ ۸۰)

علامہ محمود شکری آلوسی

****

*57

امراؤالقیس نے ذوالخلصہ کے بت کو گالیاں دیں۔

الروض الانف (جلد اول ص ؛ ۲۱۲)

امام ابو القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

****

*58

ذوالخلصہ کو جریر بن عبداللہ بجلی نے تباہ کیا۔

الروض الانف (جلد اول ص ؛ ۲۱۳)

امام ابو القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

****

*59

عمرو بن جموع کے یہ اشعار بلوغ الارب سے نقل کئے گئے۔

(بلوغ الارب جلد سوم ص ؛ ۸۸)

علامہ محمود شکری آلوسی

****

*60

سواع کا بت رباط میں نصب تھا اور بنو ہذیل اس کے پجاری تھے۔

البدایہ والنہایہ (جلد اول ص؛ ٦٩)

امام حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر

****

*61

امام عبداللہ سہیلی نے بنوادد بن مالک کا نسب بیان کیا۔

الروض الانف (جلد اول ص ؛٢١١)

امام ابو القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

****

*62

اور بنو ہشام کا نسب سیرت ابن ہشام سے درج کیا گیا۔

سیرت ابن ہشام (جلد اول۔ص ؛ ١١٤)

سیرت ابن ہشام از ابن ہشام جلد اول

****

*63

یعوق کے متعلق یہ اشعار بلوغ الارب سے درج کئے گئے۔

(بلوغ الارب جلد سوم ص ؛ ١٨٤)

علامہ محمود شکری آلوسی

****

*64

دومۃ الجندل کا نام حضرت اسماعیل کے بیٹے دومی کے نام پہ تھا۔

الروض الانف (جلد اول ص ؛۲۱۱)

امام ابو القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی ؒ

****

*65

عمیانس کی پوجا اہل خولان کرتے تھے جن کے بارے میں قرآن کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

سیرت ابن ہشام (جلد اول۔ص ؛ ۱۱۱)

سیرت ابن ھشام از ابن ھشام جلد اول

****

*66

زید بن عمرو بن نفیل کا نسب بلوغ الارب سے درج کیا گیا۔

(بلوغ الارب جلد سوم ص ؛ ۱۶۱)

علامہ محمود شکری آلوسی

****

*67

یہ اشعار بھی بلوغ الارب میں زید بن عمرو ہی کے حوالے سے درج کئے گئے ہیں مگر ابن ہشام کا خیال ہے کہ یہ اشعار زید کی بجائے کسی اور کے ہیں۔تاہم کلام کا تسلسل اسی بات کی طرف

اشارہ کر رہا ہے کہ ابن ہشام کو غلطی لگی ہے اور علامہ محمود شکری آلوسی کا خیال درست ہے جنھوں نے اِن اشعار کی نسبت زید بن عمرو بن نفیل کی طرف کی ہے۔

(بلوغ الارب جلد سوم ص ؛ ۱٦۷)

علامہ محمود شکری آلوسی

****

*68

خطاب نے زید کو مکے سے نکال دیا تھا اس لیے کہ وہ اِن کے معبودوں کو برا بھلا کہا کرتے تھے۔

(بلوغ الارب جلد سوم ص ؛ ۱۷۱)

علامہ محمود شکری آلوسی

****

*69

زید بن عمرو بن نفیل کی موت پہ ورقہ بن نوفل کا یہ مرثیہ عبداللہ سہیلی سمیت کئی مورخین نے بیان کیا ہے۔مگر ہم نے یہ اشعار بلوغ الارب سے نقل کئے ہیں۔

(بلوغ الارب جلد سوم ص ؛ ۱۷۱)

علامہ محمود شکری آلوسی

****

*70

امیہ بن ابی صلت کا شمار بھی اُن لوگوں میں کیا جاتا ہے جو عہد جاہلیت میں اپنی قوم کے دین پہ نہ تھے۔وہ بتوں سے بے زار تھے اور اپنی قوم کو بت پرستی سے روکتے تھے۔امیہ عربوں کا نامور شاعر تھا یہاں تک کہ خود نبی اکرم ﷺ کو اس کے شعر پسند تھے۔

الروض الانف (جلد اول ص ؛۵۱)

امام ابو القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

****

*71

ابن قتیبہ نے اپنی کتاب " طبقات الشعراء "میں امیہ بن ابی صلت کے بہت سے اشعار درج کئے ہیں۔

ابن قتیبہ ؛ طبقات الشعراء

****

*72

ورقہ بن نوفل نے جب عرب میں دین کی حقیقی تعلیمات کو مفقود دیکھا تو وہ عیسایت کی طرف راغب ہو گئے۔

زبیر بن بکار (نسب قریش)

****

*73

ورقہ بن نوفل کے یہ اشعار بلوغ الارب سے درج کئے گئے۔

(بلوغ الارب جلد سوم ص ؛ ۲۱۸)

علامہ محمود شکری آلوسی

****

*74

ابوالحسن برہان الدین ابراہیم البقاعی الشافعی نے جو کتاب ورقہ بن نوفل کے متعلق لکھی ہے اس کا نام انھوں نے "بَذلُ النُّصح و الشَفَقَۃ لِلتَعریف بصُحبتِ السَّیِّد وَرَقَۃؓ " رکھا ہے۔

****

*75

سیف بن ذی یزن کا تذکرہ مورخین کے ہاں کثرت سے پایا جاتا ہے مگر ہم نے ان کے احوال بلوغ الارب سے درج کئے ہیں۔

(بلوغ الارب جلد سوم ص ؛ ۱۷۱)

علامہ محمود شکری آلوسی

امام ماوردی نے بھی اُن کا تذکرہ کیا ھے

امام ماوردی

(اعلام انبوہ ؛ ص ۱۲۴۔۱۲۵۔۱۲۶)

****

*76

ابن قتیبہ نے عبید بن الابرص الاسدی کا ذکر اپنی کتاب الشعر والشعراء میں کیا ہے۔

ابن قتیبہ (الشعر والشعراء)

****

*77

عبید بن الابرص الاسدی کے یہ اشعار بلوغ الارب سے درج کئے گئے۔

(بلوغ الارب جلد سوم ص ؛ ۲۳۶)

علامہ محمود شکری آلوسی

****

*78

قس بن ساعدہ کے متعلق مذکورہ روایت ابن سید الناس نے اپنی کتاب ''سیرۃ'' میں بیان کی ہے۔

ابن سید الناس (سیرۃ)

****

*79

نخاع ایک ایسی بیماری تھی جو اونٹ کے نتھنوں میں لگتی تھی اور وہ مر جاتا تھا مگر ایک سال یہ بیماری لوگوں میں پھیل گئی اور بنو جرہم کے بہت سے لوگ اس کی نظر ہو گئے اس سال کو عرب عام النخاع کہا کرتے تھے۔

(بلوغ الارب جلد سوم ص ؛ ۱۹۵)

علامہ محمود شکری آلوسی

****

*80

وکیع بن سلمہ بن زہیر الایادی کے بارے میں علامہ محمود شکری آلوسی نے لکھا ہے کہ وکیع کے بارے میں یہ اشعار بشیر بن الحجیر الایادی کے ہیں۔

وہ عہد جاہلیت کا شاعر تھا۔

(بلوغ الارب جلد سوم ص ؛ ۱۹۵)

علامہ محمود شکری آلوسی

****

*81

انواء جمع ہے نوء کی اور نوء وہ ستارہ ہے جو غروب ہونے کو ہو یا نوء یہ ہے کہ مغرب میں فجر کے وقت ایک ستارہ غروب ہو اور اسی وقت مشرق میں ایک اور ستارہ طلوع ہو۔

(اغاثة اللهفان جلد دوم ص ؛ ۲۴۹)

****

*82

ہلال بن محسن الصابی کے بارے میں روایت کیا گیا کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے خواب میں آ کر ان کو اسلام کی دعوت دی تھی جس کے بعد انھوں نے اسلام قبول کیا۔ اپنے زمانے کے عمدہ عالم تھے اور دینی معاملات کی خوب سمجھ رکھتے تھے۔ کئی مورخین نے ان کا تذکرہ اسی صورت کیا ہے۔

علامہ ابن الجوزی ۔ (المنتظم جلد ھشتم ص؛ ۱۷۷)

علامہ ابن کثیر ۔ (البدایہ و النہایہ ۱۲ ؛ ۷۰)

محمود شکری آلوسی ۔ (بلوغ الارب ؛ جلد سوم ص۱۱۹)

****

*83

نبی اکرم ﷺ نے یہ جو فرمایا کہ تم نے اللہ کے اس صالح بندے کا قول نہیں سنا تو اس صالح

بندے سے آپ ﷺ کی مراد حکیم لقمان سے تھی جس نے اپنی اولاد کو شرک سے روکا تھا اور جس کا ذکر قرآن میں بھی مذکور ہے۔

****

*84

دہریوں کے نظریہ کائنات پہ کچھ اشارات اسی کتاب میں گذر چکے ہیں جن کو خواہش ہو وہ سیرۃ المزمل کا مقدمہ (خالق کی تلاش) دیکھے۔مزید تفصیل کے لیے سیرۃ المزمل ﷺ کی بیسویں جلد ''میراث المزمل'' دیکھے۔

سیرۃ المزمل ﷺ جلد اول (خالق کی تلاش)

سیرۃ المزمل ﷺ جلد بیس (میراث المزملؐ)

افتخار احمد افتخار

****

*85

کائنات محض ایک اتفاق سے وجود میں آئی ہے ان کے اس ''اتفاق'' کے غبارے ساری ہوا نکال دی گئی ہے،، ملاحظہ ہو

سیرۃ المزمل ﷺ جلد اول (خالق کی تلاش)

افتخار احمد افتخار

****

*86

امام ابن قتیبہ نے اپنی کتاب ''مفتاح السعادہ'' میں طبیعت یعنی فطرت پہ قائم ان لوگوں کی موثر

دلائل کے ساتھ تردید کی ہے جو خالق سے وجود سے عاری تھے اور لوگوں نے ان کو دہریہ کہا۔

امام ابن قتیبہ

مفتاح السعادہ

****

*87

شرح امالی میں اِن ابیات کو روح بن نباض کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ تاہم میمنی نے ان اشعار کا قائل قس بن ساعدہ الایادی کو بیان کیا ہے۔ملاحظہ ہو

سمط اللمالی ؛ جلد سوم ؛ ص ١٦

****

*88

امام ابن قتیبہ نے اپنی کتاب میں اُن مشہور عربوں کا ذکر کیا ہے جو دین مجوسیت کے پیرو تھے۔

امام ابن قتیبہ(کتاب المعارف)

****

*89

ابن قتیبہ کے علاوہ جن مورخین نے اہل عرب کے مجوسیوں کا ذکر کیا ہے ان میں ابو الفرج اصفہانی ہیں جنہوں نے کتاب الاغانی میں ان کا ذکر کیا ہے اور ابن حجر ہیں جنہوں نے الا صابہ میں مجوسی عربوں کا ذکر کیا ہے۔

****

*90

روم میں یہودیوں کی بہت بڑی تعداد رہتی تھی۔

الا مین

محمد رفیق ڈوگر

****

*91

حرث بن عمرو جس کا تعلق یمن کے تبع خاندان سے تھا اس یہودی عالموں نے مدینہ پر حملے سے روکا۔

محمود شکری آلوسی

(بلوغ الارب ؛ جلد سوم ص ۱۵۱)

****

*92

بنی اسرائیل کے متعلق سورۃ بقرہ سے اِن آیات کا ترجمہ سید ابوالاعلی مودودیؒ کی تفسیر تفہیم القرآن سے درج کیا گیا۔

تفہیم القرآن جلد اول (سیّد ابوالاعلی مودودیؒ)

****

*93

(Eutyches) نامی فلسفی نے حضرت عیسیٰ کی الوہیت کے بارے میں جو نظریہ پیش کیا اس نے رومی سلطنت میں انتشار کو مزید ہوا دی اور یہ فلسفی بھی دین عیسوئی کو مزید الجھانے کا

باعث بنا۔

(الامین جلد اول ص ؛ 172) محمد رفیق ڈوگر

****

*94

نجران پہ عیسائیوں نے دوبار قبضہ کیا اور حبشہ کے سیاہ باسیوں نے ان پہ یلغار کا سلسلہ صدیوں جاری رکھا جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یہ عربوں کے سرسبز وشاداب علاقے تھے اور نجران میں عیسائی کالونی یمن پر حبشہ کے قبضے کے پہلے دور میں قائم ہوئی۔ اسی وجہ سے ان علاقوں کے عیسائیوں کا تعلق حبشہ سے قائم رہا اور شاید یہی وجہ ہے کہ بعض مورخین کو یہ شبہ ہوا کہ نجران میں حبشہ کا گورنر حکومت کرتا تھا حالانکہ یہ ایک غلط فہمی ہے اس لیے کہ یمن کے محل وقوع کو نظر میں رکھتے ہوئے ایسا ممکن دکھائی نہیں دیتا۔

مولف ؛ سیرۃ المزمل ﷺ (افتخار احمد افتخار)

****

*95

حضرت عمر خلیفہ اسلام اور یمن کے بنو تغلب کے مابین ہونے والے اس معائدے کو بلوغ الارب سے درج کیا گیا۔

بلوغ الارب (جلد سوم ؛ ص ١٥٢)

علامہ محمود شکری آلوسی

****

*96

علامہ محمود شکری آلوسی نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے ساتھ حضرت علی حسن وحسین اور حضرت فاطمہ کو لے کر نکلے۔

بلوغ الارب (جلدسوم ؛ ص ۱۵۴)

علامہ محمود شکری آلوسی

****

*97

عمرو بن حزم کا پورا نام عمرو بن حزم بن زید لوذان الانصاری الخزرجی ہے اور آپ نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں۔ انھوں نے جنگ خندق میں شرکت کی تھی اور جب نبی اکرم ﷺ نے انہیں اہل نجران کے لیے عامل مقرر کیا تو ان کی عمر صرف سترہ سال تھی۔

بلوغ الارب (جلدسوم ؛ ص ۱۵۴)

علامہ محمود شکری آلوسی

****

****

ماخذ ومصادر ومراجع

القرآن الحکیم

سیرۃ النبی ﷺ ***** مولانا شبلی نعمانیؒ

سنن ابی داؤد ***** امام ابی داؤدؒ

موطاامام مالک ***** امام محمد مالکؒ

مشکواۃ شریف ***** امام محمد رازیؒ

صحیح مسلم شریف ***** امام مسلمؒ

جامع ترمذی	*****	امام ترمذیؒ
تاریخ ابن خلدون	*****	علامہ ابن خلدونؒ
تاریخ الامم والملوک	*****	امام ابن جریر طبریؒ
تاریخ اسلام	*****	اکبر شاہ نجیب آبادیؒ
تاریخ اسلام	*****	معین الدین شاہ ندویؒ
انسان کامل	*****	محمد منیر قریشیؒ
مسلمان امتیں	*****	ڈاکٹر اسرار احمدؒ
سیرت ابن ہشام	*****	ابن ہشامؒ
نقوش (رسول نمبر)	*****	ادارہ
مجموعہ مضامین	*****	پروفیسر احمد رفیق اختر

اسلام اور عصر حاضر ***** مولانا وحید الدین خانؒ

ضیاالقرآن ***** جسٹس محمد کرم شاہؒ

تفہیم القرآن ***** سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

خلافت وملوکیت ***** سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

سنت کی آئینی حیثیت ***** سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

الجہاد فی الاسلام ***** سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

خطبات ***** سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

سیرت سرور کونین ﷺ ***** سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

پردہ ***** سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اسلام کے بنیادی تصوارت ***** سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

پیغمبر اعظم و آخرؐ	*****	ڈاکٹر نصیر احمد ناصر
محمد عربی ﷺ	*****	مولانا وحید الدین
محسن انسانیتؐ	*****	نعیم صدیقی
تدبر قرآن	*****	مولانا امین احسن اصلاحیؒ
کشت زربار	*****	پروفیسر احمد رفیق اختر
خطبات بہاولپوری	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
بلوغ الارب	*****	علامہ محمود شکری آلوسیؒ
العقد الفرید	*****	ابن عبد ربہؒ
رویات تمدن قدیم	*****	سیّد علی عباس جلالپوری
الامینؐ	*****	محمد رفیق ڈوگر

سیرت الرسول ﷺ ***** محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ

کائنات اور انسان ***** علی عباس جلالپوریؒ

حجۃ البالغہ ***** شاہ ولی اللہ دہلویؒ

تمدن ہند ***** علی بلگرامیؒ

سیرت عائشہؓ ***** سیّد سلمان ندویؒ

تحقیق ماللہند ***** علامہ البیرونیؒ

کرم کی برسات ***** ڈاکٹر محمد خالد عاربی

ابوسفیانؓ ***** الطاف حسن گیلانی

تاریخ اسلام ***** شیخ محمد رفیق

تاریخ مدینہ ***** محمد صادق بہاولپوری

مقالات	*****	سرسید احمد خان
تاریخ اسلام	*****	حسن ابراہیم
جزیرۃ العرب	*****	علامہ ہمدانی
تاریخ اسلام	*****	ڈاکٹر حسن ابراہیم
المروج الذہب	*****	المسودیؒ
تفصیل الازمنہ	*****	یوسف بن عبدالملکؒ
العرب قبل از اسلام	*****	علامہ جرجی زیدانؒ
الروض الانف	*****	امام سہیلیؒ
شرح سنن ابی داؤد	*****	امام خطابیؒ
قانون اسلام	*****	سرسید احمد خانؒ

عہد نامہ قدیم

عہد نامہ جدید

احکام القرآن ***** امام رازیؒ

الاحکام السطانیہ ***** امام ماوردیؒ

کتاب المثالب ***** ابن ہشام

اعلام النبوۃ ***** امام ماوردیؒ

الطرق الحکمتیہ ***** علامہ ابن قیمؒ

البیان والتبیان ***** امام جاحظ

الکامل ***** علامہ ابن کثیرؒ

کتاب البیان ***** امام لیثیؒ

ضرب الامثال	*****	میدانیؒ
کتاب العمدہ	*****	علامہ ابن رشیقؒ
کتاب الاوائل	*****	اسماعیل بن عبداللہ موصلیؒ
الوفاء	*****	ابن جوزیؒ
مفردات القرآن	*****	علامہ راغب اصفہانیؒ
الجامع الصغیر	*****	امام سیوطیؒ
شرح المواہب اللدنیہ	*****	امام زرقانیؒ
البیان والتعریف	*****	ابراہیم بن محمد الحسینیؒ
الصحاح اللغتہ	*****	امام جوہریؒ
مقاتل الفرسان	*****	ابوعبیدہؒ

دیوان	*****	حضرت حسان بن ثابت ؓ
الشفاء	*****	قاضی عیاض ؒ
طبقات الکبری	*****	ابن سعد ؒ
سیرت حلبیہ	*****	امام حلبی ؒ
مدارج النبوۃ	*****	محدث دہلوی ؒ
جمع الوسائل	*****	ملا علی قاری ؒ
المواہب اللدنیہ	*****	امام قسطلانی ؒ
جواہر البحار	*****	امام بیہقی ؒ
السیرۃ النبویہ	*****	ابن عساکر ؒ
شعب الایمان	*****	امام بیہقی ؒ

المعجم الصغیر	*****	امام طبرانیؒ
فتح الباری	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
اخبار مکہ	*****	امام فاکہیؒ
الکفایہ فی العلم الراویہ	*****	خطیب بغدادیؒ
التمہید	*****	ابن عبدالبرؒ
الثقات	*****	ابن حبانؒ
سبل الہدیٰ والرشاد	*****	امام صالحیؒ
المنصف	*****	ابن ابی شیبہؒ
شرح مسلم	*****	امام نوویؒ
شمائل الرسول	*****	امام ابن کثیرؒ

صفوۃ الصفوۃ	*****	ابن جوزیؒ
امتاع الاسماع	*****	امام طبرانی
میزان الاعتدال	*****	امام ذہبیؒ
الاستیعا ب	*****	ابن عبدالبرؒ
التفسیر الکبیر	*****	امام رازیؒ
کتاب الزہد	*****	ابن مبارکؒ
السنن	*****	دارمیؒ
الآحادولمثانی	*****	امام شیبانیؒ
المسند	*****	ابن جعدؒ
السنن الکبریٰ	*****	امام نسائیؒ

تہذیب الکمال	*****	امام مزیؒ
المسند	*****	اسحاق بن راہویہؒ
تہذیب الاسماء	*****	امام نوویؒ
الاصابہ	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
الریاض النضرۃ	*****	امام زرقانیؒ
شرح المؤطا	*****	طبرانیؒ
معجم الاوسط	*****	عبدالرزاقؒ
الادب المفرد	*****	امام بخاریؒ
لسان المیزان	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
تذکرۃ الحفاظ	*****	امام ذہبیؒ

المسند ***** ابوعوانہؒ

مسلمانوں کا ہزار سالہ اقتدار ***** پروفیسر ارشد جاوید

رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی ***** ڈاکٹر حمید اللہؒ

قرآن اور جدید سائنس ***** ڈاکٹر حشمت جاہؒ

رسول عربی اور عصر جدید ***** سیّد محمد اسماعیلؒ

علم کی اسلامی تشکیل ***** خورشید احمد ندیم

میزان ***** جاوید احمد غامدی

شرح الشفا ***** ملا علی قاریؒ

تاریخ الخمیس ***** دیار بکریؒ

الایمان ***** ابن مندہؒ

السنن	*****	ابن ماجہؒ
ترکۃ النبیؐ	*****	ابواسماعیل بغدادیؒ
الرسولؐ	*****	عبدالحلیم محمودؒ
روح المعانی	*****	علامہ محمود شکری آلوسیؒ
قیامت اور جدید سائنس	*****	ڈاکٹر حشمت جاہؒ
الدیباج	*****	امام سیوطیؒ
مکارم اخلاق	*****	ابن ابی الدنیاؒ
السنن الکبریٰ	*****	امام بیہقیؒ
الخصائص الکبریٰ	*****	امام سیوطیؒ
المسند	*****	امام احمد بن حنبلؒ

الطبقات	*****	ابن خیاطؒ
الجامع الصحیح	*****	امام ترمذیؒ
السنن	*****	ابوداؤدؒ
شرح معنی الآثار	*****	امام طحاویؒ
مجمع الزوائد	*****	ہیثمیؒ
فیض القدیر	*****	مناویؒ
الترغیب والترہیب	*****	منذریؒ
مشکل الآثار	*****	امام طحاویؒ
اسلامی ریاست	*****	پروفیسر خورشید احمدؒ
کیمیائے سعادت	*****	امام غزالیؒ

البیان فی التفسیر القران ***** ابن جریر طبری ؒ

مشکوٰۃ المصابیح ***** الخطیب ؒ

الجوامع السیاسیہ ***** امام ابن تیمیہ ؒ

بیان العلم وفضلی ***** ابن عبدالبر ؒ

تاریخ السلامی السیاسی ***** حسن ابراہیم الدکتور ؒ

النظم الاسلامیہ ***** حسن ابراہیم الدکتور ؒ

کتاب الخراج ***** الامام ابویوسف ؒ

تحفۃ الاشراف ***** المزی ؒ

حسن المحاضرۃ ***** امام سیوطی ؒ

مقائس اللغۃ ***** ابن فارس ؒ

اعلام الموقین	*****	ابن قیمؒ
سنن الدارمی	*****	الدارمیؒ
الزھد	*****	امام احمد بن حنبلؒ
تفسیر ابن کثیر	*****	از ابن کثیرؒ
تاریخ الکامل	*****	ابن اثیرؒ
فتوح البلدان	*****	امام بلازریؒ
المذاہب الاربعہ	*****	عبدالرحمانؒ
کتاب النوبیہ	*****	ابن ہشامؒ
عیون الاخبار	*****	ابن قتیبہؒ
شذرات الذہب	*****	ابن عمادؒ

الشفاء	*****	قاضی عیاضؒ
غریب الحدیث	*****	امام ابن اثیرؒ
وفا الوفا	*****	امام سمہودیؒ
کتاب الاصنام	*****	ابن قتیبہ
لسان العرب	*****	ابن منظورؒ
الرسول القائد	*****	خطاب محمود شیثؒ
البدر الطالع	*****	امام شوکانیؒ
الاداب	*****	امام بیہقیؒ
دلائل النبوۃ	*****	ابن ندیمؒ
الشمائل	*****	امام ترمذیؒ

المنار	*****	رضا رشیدؒ
علم الراویہ	*****	خطیب بغدادیؒ
السنۃ قبل التدوین	*****	خطیب العجاجؒ
الکشاف	*****	زمخشریؒ
مسند الفردوس	*****	دیلمیؒ
معجم الکبیر	*****	طبرانیؒ
تفسیر در منشور	*****	امام جلال الدین سیوطیؒ
المبسوط	*****	شمس الائمہؒ
المراسیل	*****	سجستانیؒ
غریب الحدیث	*****	خطابیؒ

صحیح ابن حبان	*****	از ابن حبانؒ
عمل الیوم ولیلۃ	*****	للنسائیؒ
تاریخ الادب الجاہلی	*****	شوقی ضیف الدکتورؒ
مفتاح الجنۃ	*****	امام سیوطیؒ
علوم الحدیث	*****	صبحی صالحیؒ
شرح معانی الاثار	*****	امام الطحاویؒ
تاریخ الادب الاسلامی	*****	شوقی ضیف الدکتورؒ
شرح مسلم	*****	شبیر احمد عثمانیؒ
فلسفہ التشریخ فی الاسلم	*****	صبحی صالحیؒ
الاحدیث المھشرہ	*****	شمس الدین سخاویؒ

انساب الاشراف	*****	امام بلاذری ؒ
ہدیۃ العارفین	*****	اسماعیل باشاؒ
مناہل الصفاء	*****	امام سیوطی ؒ
مقاصد الحسنہ	*****	امام سخاوی ؒ
المنصف	*****	عبد الرزاق ؒ
جامع الصغیر للمنادی	*****	امام سیوطی ؒ
مفاتیح الغیب	*****	امام رازی ؒ
مسند احمد	*****	امام احمدؒ
الشعر و الشعرا	*****	ابن قتیبہ ؒ
العبقریات الاسلامیہ	*****	العقاد عباس محمود ؒ

حدیث دفاع	*****	میجر جنرل اکبر خان ؒ
اسلامی طریق جنگ	*****	میجر جنرل اکبر خان ؒ
الفیض القدیر	*****	المناوی ؒ
الکامل فی الضعفاء	*****	ابن عدی ؒ
محاسن التاویل	*****	قاسمی جمال الدین ؒ
مسلمانوں کا نظم مملکت	*****	حسن ابراہیم ؒ
سود	*****	سیّد مودودی ؒ
حیات محمد ؐ	*****	محمد حسنین ہیکل ؒ
الوثائق الساسیہ	*****	ڈاکٹر حمید اللہ ؒ
تجدید احیائے دین	*****	سیّد مودودی ؒ

الاحکام القرآن	*****	محمد بن احمد قرطبیؒ
مسلم نشاۃ ثانیہ	*****	ڈاکٹر محمد امین
مسلمان اور سائنس کی تحقیق	*****	حبیب احمد صدیقیؒ
نامور مسلمان سائنس دان	*****	حمید عسکریؒ
نظام الحکومت نبویہ	*****	شیخ عبدالحئیؒ
الاسلام والحضاوۃ العربیہ	*****	کرد علیؒ
سائنس وطب میں مسلمانوں کا عروج	*****	حفیظ الرحمٰن صدیقیؒ
فیض الباری	*****	محمد انور شاہؒ
سو مسلم سائنس دان	*****	رفیق انجمؒ
شاندار سائنسی کارنامے	*****	زکریا ورقؒ

تخریج الحدیث	*****	مولانا محمد سعیدؒ
سنت کا تشریحی مقام	*****	محمد ادریس میرٹھیؒ
احادیث الموضوعہ	*****	ملا علی قاریؒ
ترجمان القرآن	*****	مولانا ابوالکلام آزادؒ
رسول عربیؐ	*****	مولانا ابوالکلام آزادؒ
رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
منصب امامت	*****	شاہ اسماعیل شہیدؒ
یورپ پر اسلام کے احسانات	*****	غلام جیلانی برقؒ
حسنت جمیع خصالہ	*****	طالب ہاشمیؒ
دعوت دین اور اس طریق کار	*****	امین احسن اصلاحیؒ

فی ظلال القرآن	*****	سیّد قطب شہید ؒ
احسن التفاسیر	*****	احمد حسن دہلوی ؒ
قصص الانبیاء	*****	محمد حفظ الرحمٰن ؒ
مدارج النبوہ	*****	معین فراحی ؒ
سیرت الرسول	*****	محمد بن عبدالواہاب ؒ
الرحیق المختوم	*****	صفی الرحمان مبارک پوری ؒ
محمد عربیؐ	*****	محمد احمد برانق ؒ
اسلامی ریاست	*****	امین احسن اصلاحی ؒ
ترجمان السنۃ	*****	بدر عالم میرٹھی ؒ
اسلام کا معاشرتی نظام	*****	خالد علوی ؒ

اسلام کا سیاسی نظام	*****	محمد اسحٰق سندیلوی ؒ
تفہیمات	*****	سیّد مودودیؒ
سیرت نبویؐ	*****	ڈاکٹر مصطفٰی صباحیؒ
پیغمبر انسانیت	*****	شاہ محمد جعفر پھلواریؒ
سیرت رسول عربی	*****	علامہ نور بخش توکلیؒ
خطبات مدارس	*****	سید سلیمان ندویؒ
عہد نبوی نظام حکمرانی	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
سیرۃ المصطفیؐ	*****	محمد ادریس کاندھلویؒ
تاجدار دو عالمؐ	*****	عزائم عبدالرحمانؒ
اسلام کا اقتصادی نظام	*****	حفظ الرحمٰنؒ

معجزات سرورِ کونین	*****	طالب ہاشمیؒ
ارشادات دانائے کونین	*****	طالب ہاشمیؒ
منصب امامت	*****	طالب ہاشمیؒ
اخلاق پیغمبری	*****	طالب ہاشمیؒ
معارف الحدیث	*****	محمد منظور نعمانیؒ
فصاحت نبوی	*****	ڈاکٹر ظہور احمد اظہرؒ
رہبر کامل	*****	مولانا عبدالمجید خادمؒ
اسوہ رسول اکرمؐ	*****	ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ
اخلاق نبوی	*****	سیّد محمد اسحاقؒ
نبی رحمت	*****	سیّد ابوالحسن ندویؒ

محمد رسول اللہؐ	*****	شیخ محمد رضا مصری ؒ
محمد رسول اللہ ﷺ	*****	توفیق الحکم ؒ
پیغمبر انقلاب	*****	مولانا وحید الدین خان ؒ
عبقریت محمدؐ	*****	عباس محمود العقاد ؒ
نبی اکرمؐ کی معاشی زندگی	*****	ڈاکٹر نور محمد غفاری ؒ
خاندان نبوت	*****	محمد ادریس ؒ
معرکہ اسلام اور جاہلیت	*****	صدر الدین اصلاحی ؒ
مغازی رسولؐ	*****	حضرت عروہ بن زبیرؓ
تاریخ مکہ	*****	منظور احمد شاہ ؒ
منصب نبوت	*****	سیّد ابوالحسن ندوی ؒ

شمائل کبریٰ ***** عبدالحکیم خانؒ

سیرۃ اکبریٰ ***** مولانا ابوالقاسمؒ

راہِ عمل ***** مولانا جلیل احسنؒ

زادِراہ ***** مولانا جلیل احسنؒ

وفودِعرب ***** طالب ہاشمیؒ

سیرت سیّدہ فاطمہؓ ***** طالب ہاشمی

معارف القرآن ***** مفتی محمد شفیعؒ

ترجمہ قرآن ***** سیّدابوالاعلیٰ مودودیؒ

البستان ***** واثق باللہ

کتاب السماء ولغات ***** امام نووی

محمد رسول اللہؐ	*****	محمد صادق ابراہیمؒ
رسول مبینؐ	*****	محمد احسان الحق سلیمانیؒ
سیرت محمدیؐ	*****	سرسید احمد خانؒ
سیرت سرورکونینؒ	*****	سیّدابوالاعلیٰ مودودیؒ

WESTREN AUTHORS.

Dalbeer...Mater ,Eather,Motion.

J.G.Freezer... Man God and Immortalilty.

S. Hussan Naser... Islamic Science.

J.Heksely... Religion Without Revolation.

Philps Hitty... History of Arabs.

Springler...Fall of west.

Carbin... EN Iranien Islam.

Sir jamees jeen...Modren Islimic Thought.

Johan Wellosan...Philosophy of Reilgion.

R.I.Gulick..Muhammad The educator.

Cob..Islamic Contribution to word culture.

Briffault...The making of Humanity.

Bosworth... The Lagacy of Islam.

S, Charles Darwen...Origion of Species.

Mont Watt...History of Islamic Spain.

B.Russal...The Conquest of Happiness

Michael H Hart... The 100

M,White...The limitaaions of Sciens

Ameer Ali... The Spirit of Islam.

Edendton...The age of analysis.

James jeans...The Mysterious Univers.

Hanes Berg...Modren scientefec thought.

W Back...Modern Science & natur Life.

Zohansicy...Gentic and origen of Species.

Karal Marx...Das Kapital.

Lebon...The Erab Civilazation.

Genetic Code .... Issaac Asimov.

Trawleing...History of Religion.

B, Russiall History of civiliazation.

Freud... Toam and Tabuos.

Freud....Pleasure thinking.

Robert Semith....Religion of Erabs.

well deurant...The age of faith.

Walteare...The History of China.

Freud...His Dream & Sex Theories.

Pierre Lecomde... Human Destiny.

Pro, Brian..New Horizons in Psychology.

P.Nik... Fondamentals of Politics.

Glance at Historical Materialism.ASpirken.

Pro, Hageel... Wonder Of Life

Dr. Hehoom... Human Understanding.

Fraied.... Totam and Taboos

Fried.....Pleasure Thinking

Robert Smith...Religion of the semites.

RussallBurtrand ...The Conquest of Happiness.

JOHAN WILLSON ...Philosophy and Religion

Tyndall...Matter and Motion.

MORTEN WHITE....The Limitations of Science.

ARUTHOR ENDEKTAN...The age of Analysis

Sir Jameus Jeens...Modren Scitefic Thought.

Dob Zohans..Genetic and The origin of species.

Raney Grew...Civilization of the east.

Sir Leonard Woolley...Abraham.

Freazer...The Golden Bough.

Edward Mc Nall.... Westren Civilization.

Breufalt.... The Making of Humanity.

Dr, Dedat ... The Ultimate Miracle.

A. Curte...Discover Behind The iron Curtain.

Dr,Harwey Day...The Hidden Power of vibration.

Russal...History of Westren Philosophy.

Jon Stevens... Secred Calligraphy of east.

Dr,simith... Divin Origin.

B Russal...History of Arebs.

Dr,Zafar, Towards understandin Qurran.

DR, mir Aneesudin... The Holly Quran.

Dr M Taqi... The Noble Quran.

Asimov... Exploring the earth and cosmos.

S,Hawhing...A Brief History of Time.

Al,Gore ... Erth in Balance.

J.Sylvester... The Gene Age.

R.Hill.... Physical Methalogy.

David Burine... Micro Life.

STephen Jay Gold... The Panda Thumb.

Rachel Carson... Silent Spring.

Mir,Steween... Geodetic Survey.

J.Parker ... Erth Sciences.

Aavagardo.... Water Realities.

Lyantan Keith...Between Two Words.

Allan Baratan...Recovery and Recycil.

Oliver Owen... Natural Conservations.

A.J.Longly....Environment of Technology.

Richard Wedford....Envionmetel Management

Robert Raymond...Out of Fiery.

P.R.Trevidi....Energy Resources.

Dr.Shafi Hader... Four Tools for a Musilm.

Dr.Shafi Hader... Scince in Quraan.

M.A.Qazi.... Quranic Concept.

A.Ryabchikov....Changing Face of earth.

Dr.Shafi Hader... Deep Thinking.

S.Manzoor...Scientific Significance in Quraan.

Dr.Shafi Hader...Quraan and Miracle Life.

Dr.Shafi Hader...Quraan and Fate of Cosmos.

Muhammad Shihabuddin nadvi... Cloning.

Syed Mubarak... Quranic Phlosephy.

Ellisow Hawks...Mysteries Of Science.

E.L.Abel... Moon Madnes.

Abdul Mobin Khan... Basic Immunology.

Dr.Shafi Hader...Creation Of Life.

Dr.Shafi Hader...Creation Of Universe.

Barnaby Rogerson... The Prophet Muhammad

Ingird Mattson.... The Study of Qurran.

Dr, Mohammad Rana... History of Islam.

Adrinne Jansen... Asian Face Of Islam.

Thomos C,... Years of Innovation.

Erich.V, ... Miracles Of God.

I.A. Ibrahim... Understanding Islam.

Dr,Kazmi ...Guinness Concept.

Dr.Shafi Hader..Quraan and Quality Concepts

Judit Bower...Enviromental Systems.

Syed Mubarak...Quranic Therapy.

Shah Manzoor... Quranic Verses.

B.Person...History of Prophet Mohammad.